يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ

سلسلۂ خطباتِ محمود: ۱۱

حدیث میں آئے ہوئے خواتین کے واقعات (جلد دوم)

رمضان المبارک سنہ ۱۴۴۳ھ میں سرزمینِ ''ملاوی'' پر مستورات میں کیے گئے بیانات کا مجموعہ

افادات

حضرت مولانا مفتی محمود بن مولانا سلیمان حافظ جی حفظہ اللہ تعالیٰ

خادمِ تفسیر وحدیث: جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین ڈابھیل، گجرات

وخادمِ حدیث شریف: جامعہ دارالاحسان بارڈولی، گجرات

ناشر

نورانی مکاتب

تفصیلات

کتاب کا نام	:	حدیث میں آئے ہوئے خواتین کے واقعات (دوم)
افادات	:	حضرت مفتی محمود صاحب حافظجی
صفحات	:	۲۶۴
سن اشاعت	:	شعبان ۱۴۴۴ھ مارچ ۲۰۲۳ء
ناشر	:	نورانی مکاتب

www.nooranimakatib.com

ملنے کے پتے

نورانی مکاتب	8140902756
ادارۃ الصدیق ڈابھیل، گجرات	9913319190
مدرسہ گلشنِ خدیجۃ الکبریٰ، اون، سورت	9898371086 9714814566
دارالمکاتب کاپودرا	9824289750 9712005458
مولانا صدیق احمد ابن مفتی محمود صاحب حافظ جی، مدرسہ فاطمۃ الزہراء، دیسائی نگر، مریم مسجد، بارڈولی، سورت، گجرات	8140238304
مولانا بلال صاحب گورا گودھرا	9726293096

فہرستِ مضامین

صفحہ نمبر	عناوین	نمبر شمار
	رمضان المبارک میں کرنے کے کچھ کام	
	رمضان کا مہینہ: دعا کا مہینہ	
۲۸	اقتباس	۱
۲۹	رمضان کا مہینہ خوش نصیبوں کے ہاتھ لگتا ہے	۲
۳۰	آیتِ کریمہ کی مناسبت	۳
۳۰	آیتِ کریمہ کا ماقبل سے ربط	۴
۳۱	آیتِ کریمہ کا مضمون	۵
۳۱	اللہ تعالیٰ ہماری تمام باتوں سے واقف ہیں	۶
۳۱	انسان بہت ہی کمزور ہے	۷
۳۲	ایک ہی واقعے کو بار بار بیان کرنا سنتِ نبی ہے	۸
۳۲	حضرت خولہ رضی اللہ عنہا کا واقعہ	۹
۳۳	واقعے کا پس منظر	۱۰
۳۳	پہلے تولو! پھر بولو!	۱۱
۳۳	فیصلے کے لیے آپ ﷺ کی خدمت میں	۱۲
۳۴	سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے گھر کا حال	۱۳
۳۴	آج ہمارے مکانات!!	۱۴

۱۵	اچھے گھر کے لیے انمول وظیفہ	۳۵
۱۶	حضرت خولہ رضی اللہ عنہا کی شکایت کا انداز	۳۶
۱۷	فریاد سننے والے نے فریاد سن لی!	۳۶
۱۸	شکایت قیامت تک کے لیے رحمت بن گئی	۳۷
۱۹	ہمارے رب کی مہربانی کا حال	۳۷
۲۰	دعا کے لیے بہترین وقت	۳۸
۲۱	رمضان المبارک اور کلامِ پاک	۳۹
۲۲	حضرت شیخ کے خاندان کی مستورات کا ذوقِ تلاوت	۳۹
۲۳	قرآنِ مجید کا حق	۳۹
۲۴	ایک اور کرنے کا کام	۴۰
۲۵	جو کچھ کرنا ہے از خود کر کے جائیں	۴۰
۲۶	میت کے گھر غیبت کا ماحول	۴۱
۲۷	غیبت کرنے والا مردار کا گوشت کھانے والا ہے	۴۱
۲۸	تعزیت کا مسنون طریقہ	۴۲
۲۹	میت کے گھر کھانے کی رسم	۴۳
۳۰	اس سلسلے میں تعلیمِ نبوی	۴۳
۳۱	اِس مبارک مہینے میں عبادتوں کا ثواب بھی بڑھ جاتا ہے	۴۴
۳۲	اعمال کا مدار نیتوں پر ہے	۴۴
۳۳	اپنے مال کو زکاۃ دے کر پاک کرو!	۴۵
۳۴	رمضان کے بعد ہماری زندگی میں تبدیلی آنی چاہیے	۴۶

امہات المؤمنین کے متعلق ضروری باتیں

۳۵	امہات المؤمنین کے مبارک نام	۴۸
۳۶	درسِ قرآن کی نیت	۴۹
۳۷	حدیث کی باتوں میں برکت	۴۹
۳۸	جب کسی صحابیہ کا نام آوے تو ''رضی اللہ تعالیٰ عنہا'' پڑھیں	۵۰
۳۹	انسانی زندگی کے دو حصے	۵۰
۴۰	حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو زیادہ شادیوں کی اجازت (Permission) دینے کے فائدے	۵۱
۴۱	بیوہ عورتوں سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شادی کرنے کی وجوہات	۵۲
۴۲	حضرت امِ سلمہ رضی اللہ عنہا کا واقعہ	۵۲
۴۳	حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرح امہات المؤمنین بھی امّت کے لیے نمونہ ہے	۵۳
۴۴	قرآنِ کریم میں امہات المومنین کا ذکرِ خیر	۵۴
۴۵	امہات المؤمنین کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے صبر وقناعت کا حکم	۵۵
۴۶	دنیوی عیش وعشرت کو چھوڑنے پر انعام	۵۶
۴۷	امت کی عورتوں کے لیے پیغام	۵۷
۴۸	امہات المؤمنین رضی اللہ عنہن کو تنبیہ	۵۸
۴۹	اللہ تعالیٰ کے یہاں معیار تقویٰ ہے، نہ کہ تعلق	۵۹
۵۰	ازواجِ مطہرات پوری امت کی مائیں ہیں	۶۱
۵۱	امہات المؤمنین کے واسطے سے امت کی ماں بہنوں کو حکم	۶۲

۵۲	اجنبی مردوں سے نرم لہجے میں بات نہ کریں	۶۲
۵۳	اجنبی مرد سے بات کرنے کے آداب	۶۳
۵۴	سخت لہجے میں بات کرنے کا حکم دینے کی وجہ	۶۳
۵۵	نامحرموں سے سخت اور اپنے شوہروں سے نرمی سے بات کرو	۶۴
۵۶	دوسرا حکم: عورتوں کے لیے اصل پردہ گھر کی چہار دیواری ہے	۶۴
۵۷	تیسرا حکم: بناؤ سنگھار کرکے اجنبی مردوں کے سامنے مت آؤ!	۶۵
۵۸	ضرورت کے وقت مکمل پردے کے ساتھ گھر سے نکلیں	۶۶
۵۹	مجبور عورت ضرورت کے بہ قدر گھر سے نکلے	۶۶
۶۰	پردہ کن سے کرنا ہے اور کن سے نہیں	۶۷
۶۱	ایک مسئلے کی وضاحت	۶۸
۶۲	دین کے مسائل سیکھنے کی سخت ضرورت ہے	۶۹
۶۳	اپنے مالوں کی زکاۃ نکالیے	۷۱
۶۴	خوب صورتی کیسے آتی ہے؟	۷۱
۶۵	ازواجِ مطہرات سے کسی امتی کا نکاح جائز نہیں	۷۲
۶۶	ازواجِ مطہرات کی چاہت	۷۳
۶۷	امہات المؤمنین کے متعلق امت کو ہدایات	۷۴
۶۸	گھر میں داخل ہونے سے پہلے اجازت	۷۵
۶۹	بِن بلائے مہمان مت بنیے	۷۶
۷۰	دعوت کے بعد محفل بازی نہ کریں	۷۶
۷۱	آیتِ کریمہ کے نزول کا سبب	۷۷

۷۲	دعوت کی دعا کا اہتمام کریں	۷۹
۷۳	دعوت کھانے کے بعد کی دعائیں	۷۹
۷۴	آیتِ مبارکہ کا ایک اور سبق	۸۰
۷۵	فتنے سے بچنے کا ایک بہترین نسخہ	۸۱
۷۶	پردے کا اہتمام دل کو پاکیزہ بناتا ہے	۸۱
۷۷	حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کمال	۸۱
۷۸	خدمت سے اللہ ملتے ہیں	۸۲
۷۹	ایک واقعہ برائے نصیحت	۸۳
۸۰	آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے روحانی باپ اور ازواجِ مطہرات روحانی مائیں ہیں	۸۴

ام المؤمنین حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا

۸۱	مختصر تعارف	۸۶
۸۲	یہ انتخاب من جانب اللہ تھا	۸۷
۸۳	پاکیزہ عورتوں کا بہت بڑا احسان	۸۷
۸۴	ام المؤمنین حضرت سَودہ بنتِ زَمعہ رضی اللہ عنہا	۸۸
۸۵	حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کی ایک خوبی	۸۹
۸۶	خواب کے ذریعے نکاح کی خوش خبری	۸۹
۸۷	حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حضرت سودہ رضی اللہ عنہا سے شادی کا پس منظر	۹۰
۸۸	پریشانی کا حل بتائیں	۹۳
۸۹	ضرورت کے وقت دوسرا نکاح کرنا-کرانا چاہیے	۹۳

۹۰	دوسری شادی کرنا عیب کی بات نہیں	۹۴
۹۱	حضرت خولہ رضی اللہ عنہا کی عقل مندی	۹۵
۹۲	بڑوں سے مشورہ	۹۷
۹۳	نکاح سے پہلے استخارہ اور مشورہ	۹۷
۹۴	استخارے کا سنت طریقہ	۹۸
۹۵	اگر لمبی دعا یاد نہ ہو یا وقت کم ہو تو!	۱۰۰
۹۶	شریعت کی خوب صورت تعلیم	۱۰۰
۹۷	حضرت مغیث رضی اللہ عنہ اور حضرت بَرِیرہ رضی اللہ عنہا کا واقعہ	۱۰۱
۹۸	بڑوں کو چھوٹوں پر ناحق دباؤ نہیں ڈالنا چاہیے	۱۰۳
۹۹	نکاح میں مہر	۱۰۳
۱۰۰	حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کے بھائی کا اظہارِ افسوس	۱۰۳
۱۰۱	اس زمانے کے عربوں کی ایک اچھی عادت	۱۰۴
۱۰۲	حضرت سودہ رضی اللہ عنہا سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نکاح کی حکمت	۱۰۴
۱۰۳	حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کی خوش مزاجی کا ایک واقعہ	۱۰۵
۱۰۴	حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پورے گھرانے کو سنبھالا	۱۰۶
۱۰۵	دجال سے بہت ڈرنے والی	۱۰۶
۱۰۶	دجال سے حفاظت کے اعمال	۱۰۶
۱۰۷	حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کی برکت سے پردے کے حکم میں نرمی کا واقعہ	۱۰۷
۱۰۸	حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی چاہت	۱۰۹
۱۰۹	حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس طرزِ عمل پر حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کا رویہ	۱۰۹

۱۱۰	عورت کے لیے ضرورت کے وقت گھر سے باہر نکلنے کی اجازت ہے	۱۱۰
۱۱۱	اللہ تعالیٰ کی اپنی بندیوں پر شفقت	۱۱۱
۱۱۲	حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کے خصوصیات	۱۱۲
۱۱۳	کاش کہ ان کے جسم میں میری روح ہوتی!	۱۱۲
۱۱۴	مال سے بے رغبتی اور سخاوت	۱۱۳
۱۱۵	زہد و تقویٰ اور کمالِ اطاعت	۱۱۳
۱۱۶	آخری عمر میں اپنی باری کا دن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو دے دیا تھا	۱۱۴
۱۱۷	وفات	۱۱۴
	ام المؤمنین حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا	
۱۱۸	مختصر تعارف	۱۱۶
۱۱۹	بڑوں کے حالات عبرت کا سامان	۱۱۷
۱۲۰	بڑوں کے حالات پڑھنے کے فائدے	۱۱۸
۱۲۱	حضرت زینب بنتِ خزیمہ رضی اللہ عنہا کے احوال	۱۱۸
۱۲۲	حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی کنیت و غیرت	۱۱۹
۱۲۳	آخرت کے لیے سرمایہ جمع کرنا عقل مندی ہے	۱۲۰
۱۲۴	وقتِ اجل کچھ کام نہ آوے گا	۱۲۱
۱۲۵	تین زینب	۱۲۲
۱۲۶	گھر میں ایک ہی نام کے الگ الگ افراد	۱۲۲
۱۲۷	حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نکاح	۱۲۳

۱۲۸	دنیا سے رخصتی	۱۲۳
۱۲۹	جنازے کی نماز	۱۲۴
	ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا	
۱۳۰	مختصر تعارف	۱۲۶
۱۳۱	حضرت امِ سلمہ رضی اللہ عنہا کا مختصر تعارف	۱۲۷
۱۳۲	خوش نصیب میاں بیوی	۱۲۸
۱۳۳	تین مرتبہ ہجرت کی سعادت	۱۲۸
۱۳۴	مسلمانوں کا چین وسکون کافروں کو گوارا نہ تھا	۱۲۹
۱۳۵	’’امِ سلمہ‘‘ نام کی وجہ	۱۳۰
۱۳۶	حضرت امِ سلمہ رضی اللہ عنہا کی ہجرت کا دردناک واقعہ	۱۳۰
۱۳۷	ہجرت کے لیے مدینہ کی طرف روانگی	۱۳۰
۱۳۸	خاندان کے لوگ رکاوٹ بن گئے	۱۳۰
۱۳۹	انسانی شکل میں خونخوار بھیڑیے	۱۳۱
۱۴۰	یہ جادوگروں اور شیطانوں کا عمل ہے	۱۳۲
۱۴۱	یہ جاہلوں کا شیوہ ہے	۱۳۲
۱۴۲	حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہ کی درد بھری نصیحت	۱۳۳
۱۴۳	حضرت امِ سلمہ رضی اللہ عنہا کے جذبے کو سلام	۱۳۳
۱۴۴	واقعے کا دوسرا رخ	۱۳۴
۱۴۵	ماں - باپ اور بیٹا ایک دوسرے سے بچھڑ گئے	۱۳۴

۱۴۶	معصوم بچے پر بھی ترس نہ کھایا	۱۳۴
۱۴۷	حکم صرف اللہ ہی کا چلتا ہے	۱۳۵
۱۴۸	حضرت امِ سلمہ رضی اللہ عنہا کا پیغام امت کے نام	۱۳۵
۱۴۹	حضرت امِ سلمہ رضی اللہ عنہا کا غم	۱۳۶
۱۵۰	اچانک ایک امید کی کرن پھوٹ نکلی	۱۳۶
۱۵۱	ظلم کے خلاف آواز اٹھانا ثواب کا کام ہے	۱۳۷
۱۵۲	صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا سوال	۱۳۷
۱۵۳	ظالم کی مدد کرنے کا مطلب	۱۳۸
۱۵۴	حضرت امِ سلمہ رضی اللہ عنہا کو ہجرت کی اجازت مل گئی	۱۳۸
۱۵۵	ہمیں اللہ ہی پر بھروسہ کرنا چاہیے	۱۳۹
۱۵۶	معصوم بچے کے ساتھ مدینہ کی طرف	۱۳۹
۱۵۷	عثمان بن ابی طلحہ کا سوال	۱۴۰
۱۵۸	حضرت امِ سلمہ رضی اللہ عنہا کا جواب	۱۴۰
۱۵۹	عثمان بن ابی طلحہ کے خاندان کا شرف	۱۴۱
۱۶۰	اللہ تعالیٰ کے حکم کی تابع داری	۱۴۱
۱۶۱	عثمان جیسا شریف انسان میں نے نہیں دیکھا	۱۴۲
۱۶۲	ساتھ ہی مخلص بھی تھے	۱۴۳
۱۶۳	صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی نظر میں دین کی باتوں سے قیمتی کوئی چیز نہ تھی	۱۴۳
۱۶۴	گھر والوں کو دین کی بات سکھانا چاہیے	۱۴۴
۱۶۵	حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے کیا سن کر آئے ہو؟	۱۴۴

۱۶۶	ہمیں بھی اس دعا کا اہتمام کرنا چاہیے	۱۴۵
۱۶۷	اِس دعا کے فائدے	۱۴۶
۱۶۸	پہلا فائدہ	۱۴۶
۱۶۹	دوسرا فائدہ	۱۴۶
۱۷۰	تیسرا فائدہ	۱۴۶
۱۷۱	ہماری سوچ بہت محدود ہے	۱۴۷
۱۷۲	ایک عورت کے لیے خوبی اور کمال کی بات	۱۴۷
۱۷۳	حدیث شریف کی برکت کا نتیجہ	۱۴۸
۱۷۴	نکاح کی درخواست پر حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا کا جواب	۱۴۸
۱۷۵	حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دریا دلی	۱۴۹
۱۷۶	دو جہاں کے سردار حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تربیت کا انداز	۱۴۹
۱۷۷	بچپن کی باتیں ہمیشہ یاد رہتی ہیں	۱۵۰
۱۷۸	حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعا کی برکت	۱۵۰
۱۷۹	حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا کی خوب صورتی	۱۵۱
۱۸۰	حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خواب	۱۵۱
۱۸۱	مکہ کی طرف روانگی اور مکہ میں داخل ہونے پر روک	۱۵۲
۱۸۲	یہ سب مان کیوں نہیں رہے ہیں؟	۱۵۳
۱۸۳	حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا کا تاریخی مشورہ	۱۵۳
۱۸۴	حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا کا علم حاصل کرنا اور اس کو پھیلانا	۱۵۴
۱۸۵	حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا علم میں دوسروں سے ممتاز تھیں	۱۵۵

۱۸۶	غسلِ جنابت کے متعلق ایک مسئلہ	۱۵۵
۱۸۷	امر بالمعروف ونہی عن المنکر	۱۵۶
۱۸۸	حضرت امِ سلمہ رضی اللہ عنہا کی سادگی	۱۵۷
۱۸۹	فضائل واعزازات	۱۵۷
۱۹۰	حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں وحی کا اترنا	۱۵۸
۱۹۱	حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی ایک اور خصوصیت	۱۵۸
۱۹۲	ہمیں تو صرف جذبات کی قربانی دینی ہے!	۱۵۹
۱۹۳	دنیا سے رحلت	۱۶۰

ام المؤمنین حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا

۱۹۴	مختصر تعارف	۱۶۲
۱۹۵	حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا کا تعارف	۱۶۴
۱۹۶	بُرا نام بدل کر اچھا نام رکھنا	۱۶۵
۱۹۷	اپنی اولاد کے اچھے نام رکھو	۱۶۵
۱۹۸	حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا کا بقیہ تعارف	۱۶۶
۱۹۹	غزوۂ مریسیع	۱۶۷
۲۰۰	قید ہونا اور عقدِ مکاتبت	۱۶۷
۲۰۱	بدلِ کتابت کی ادائیگی اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے شادی	۱۶۸
۲۰۲	اپنے دشمنوں کی بھی مدد کرنے سے پیچھے نہ ہٹیں	۱۶۹
۲۰۳	خواب میں نکاح کی خوش خبری	۱۶۹

۲۰۴	گھاٹی میں چھپائے اونٹ کا کیا ہوا؟	۱۷۰
۲۰۵	آئے تھے بیٹی کو دنیوی غلامی سے چھڑانے؛ لیکن خود جہنم سے چھٹکارا پاگئے	۱۷۱
۲۰۶	حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا کا آقا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی غلامی اختیار کرنا	۱۷۱
۲۰۷	اپنے خاندان کے لیے بڑی بابرکت عورت	۱۷۲
۲۰۸	اچھے خاندان کے ساتھ سسرالی رشتہ بھی اللہ کی نعمت	۱۷۳
۲۰۹	گھروں میں عبادت کے لیے ایک مخصوص جگہ بنانی چاہیے	۱۷۳
۲۱۰	حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا کی عبادت	۱۷۴
۲۱۱	چار مبارک کلمات	۱۷۵
۲۱۲	سنن ونوافل کا اہتمام کرنا چاہیے	۱۷۵
۲۱۳	نمازِ اشراق کی فضیلت	۱۷۶
۲۱۴	دوسری فضیلت	۱۷۶
۲۱۵	پانچ چیزیں کرو! پانچ چیزیں کماؤ!	۱۷۷
۲۱۶	دو رکعت میں کئی رکعتوں کا ثواب	۱۷۷
۲۱۷	عیب کو خوبی میں تبدیل کرنا کمال کی بات ہے	۱۷۸
۲۱۸	دنیا سے رخصتی	۱۷۸

ام المؤمنین حضرت امِ حبیبہ رضی اللہ عنہا

۲۱۹	مختصر تعارف	۱۸۰
۲۲۰	حضرت امّ حبیبہ رضی اللہ عنہا کا تعارف	۱۸۱
۲۲۱	اللہ تعالیٰ کی عجیب قدرت	۱۸۲

۲۲۲	ایک مسلمان کو نا اُمید نہیں ہونا چاہیے	۱۸۳
۲۲۳	حالات ہمیشہ ایک جیسے نہیں رہتے	۱۸۳
۲۲۴	اللہ تعالیٰ کی سنت	۱۸۴
۲۲۵	ظالموں کا انجام برا ہی ہوتا ہے	۱۸۴
۲۲۶	مکہ سے حبشہ کی طرف ہجرت	۱۸۵
۲۲۷	صبح ہوتے ہی خواب حقیقت میں تبدیل ہو گیا	۱۸۶
۲۲۸	''امِ حبیبہ'' کنیت تھی	۱۸۷
۲۲۹	اسلام میں مرتد ہونا بہت بڑا جرم ہے	۱۸۷
۲۳۰	پوچھتے رہو کہ اسکول میں کیا پڑھایا جاتا ہے	۱۸۸
۲۳۱	حضرت امِ حبیبہ رضی اللہ عنہا کا ایک مبارک خواب	۱۸۹
۲۳۲	اپنے چھوٹوں کا خوب خیال رکھیں	۱۸۹
۲۳۳	عدت کے زمانے میں نکاح کا پیغام دینا جائز نہیں	۱۹۰
۲۳۴	خوش خبری دینے پر انعام	۱۹۰
۲۳۵	نکاح میں دین داری کو دیکھیں	۱۹۱
۲۳۶	نکاح کا خطبہ حبشہ کے بادشاہ نے پڑھا	۱۹۲
۲۳۷	حضرت امِ حبیبہ رضی اللہ عنہا کا مہر	۱۹۳
۲۳۸	عود اور عنبر کی حقیقت	۱۹۳
۲۳۹	آسام میں عود کی اصل	۱۹۴
۲۴۰	اپنے شوہروں کو تحفہ دیں	۱۹۵
۲۴۱	سلام باہمی محبت کا ذریعہ ہے	۱۹۵

۲۴۲	نبی کا کسی کی بات پر مسکرانا اس کی خوش نصیبی ہے	۱۹۶
۲۴۳	سلام کا جواب دینا واجب ہے	۱۹۶
۲۴۴	شادی میں سادگی	۱۹۷
۲۴۵	حضرت اُم حبیبہ رضی اللہ عنہا کا اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت کا حال	۱۹۸
۲۴۶	تم اِس بستر کے قابل نہیں	۱۹۸
۲۴۷	احادیث پر عمل کا اہتمام	۲۰۰
۲۴۸	جنت میں گھر پانے کا وظیفہ	۲۰۱
۲۴۹	انتقال کے وقت معافی	۲۰۲
۲۵۰	موت کا کوئی بھروسہ نہیں	۲۰۲
۲۵۱	آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سب سے معافی مانگی	۲۰۲
۲۵۲	دنیا سے وصال	۲۰۴
	ام المؤمنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا	
۲۵۳	مختصر تعارف	۲۰۶
۲۵۴	حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کا تعارف	۲۰۷
۲۵۵	روئے زمین پر خوش نصیب عورت	۲۰۸
۲۵۶	حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نکاح	۲۰۹
۲۵۷	اونٹ اور اس کا سوار، اللہ اور اس کے رسول کی یاد میں ہیں	۲۰۹
۲۵۸	حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کی خوش نصیبی	۲۱۱
۲۵۹	حویطب کی گستاخی	۲۱۱

۲۶۰	حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کا منہ توڑ جواب	۲۱۲
۲۶۱	حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کی رخصتی	۲۱۲
۲۶۲	’’سرِف‘‘ میں حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کا شرف	۲۱۳
۲۶۳	اشاعتِ علم	۲۱۳
۲۶۴	سنت کی خلاف ورزی کی وجہ سے ابنِ عباس کو تنبیہ	۲۱۴
۲۶۵	فضائل واعزاز	۲۱۴
۲۶۶	حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کی بیماری	۲۱۵
۲۶۷	جنازے کو زیادہ حرکت نہ دی جاوے	۲۱۶
	باغیچۂ رسول کا ایک اور پھول: حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا	
۲۶۸	اقتباس	۲۱۸
۲۶۹	حضرت ماریہ قبطیہ کا مختصر تعارف	۲۱۹
۲۷۰	حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خط مبارک عجم کے بادشاہوں نام	۲۲۰
۲۷۱	اس زمانے کا ایک منظم اصول	۲۲۰
۲۷۲	حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مہر کی انگوٹھی	۲۲۰
۲۷۳	مردوں کے لیے انگوٹھی کا حکم	۲۲۱
۲۷۴	خواتین کے لیے انگوٹھی کا حکم	۲۲۲
۲۷۵	حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خط مصر کے بادشاہ کے نام	۲۲۲
۲۷۶	حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خط کا مضمون	۲۲۳
۲۷۷	حضرت حاطب رضی اللہ عنہ کا بے خوف انداز	۲۲۳

۲۷۸	مقوقس کے کچھ سوالات	۲۲۴
۲۷۹	حضرت حاطب رضی اللہ عنہ کا الہامی جواب	۲۲۵
۲۸۰	مقوقس کی جانب سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خط کا جواب	۲۲۵
۲۸۱	مقوقس کے تحائف	۲۲۶
۲۸۲	اللہ اکبر! کیا جذبہ تھا!	۲۲۶
۲۸۳	نصیب کہاں سے کہاں لے آیا!	۲۲۷
۲۸۴	طبیب صاحب واپس مصر روانہ	۲۲۷
۲۸۵	مدینہ والے بھوک کے وقت ہی کھانا کھاتے ہیں	۲۲۸
۲۸۶	حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا کا مدینہ میں قیام	۲۲۸
۲۸۷	اس زمانے کا مدینے کا مبارک معاشرہ	۲۲۹
۲۸۸	ایامِ حمل بڑے دشوار ہوتے ہیں	۲۲۹
۲۸۹	یہ بھی ثواب کا کام ہے	۲۳۰
۲۹۰	حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا کی خوش نصیبی	۲۳۰
۲۹۱	حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کی ولادت باسعادت	۲۳۰
۲۹۲	باپ دادا کے نام سے اولاد کا نام رکھنا ثابت ہے	۲۳۱
۲۹۳	بچے کی پیدائش کے وقت کے مسنون اعمال	۲۳۱
۲۹۴	انصار کی ایک خوش نصیب عورت	۲۳۲
۲۹۵	حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اپنے اہل وعیال کے ساتھ برتاؤ	۲۳۲
۲۹۶	قِبطیوں کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وصیت	۲۳۳
۲۹۷	کلی کھلتے ہی مرجھا گئی	۲۳۳

۲۹۸	رضا برقضا	۲۳۴
۲۹۹	حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کی تجہیز و تکفین	۲۳۴
۳۰۰	ایک غلط فہمی کا ازالہ	۲۳۵
۳۰۱	جنت میں دودھ پلانے والی	۲۳۵
۳۰۲	وقتِ اجل آپہنچا	۲۳۶
۳۰۳	امہات المؤمنین کا امت پر احسان	۲۳۶
۳۰۴	دین پر چلنا ہی آخرت میں کامیابی کا سبب ہے	۲۳۷
۳۰۵	ارتداد کی آندھیاں چل رہی ہیں	۲۳۷
۳۰۶	ہماری ذمّے داریاں	۲۳۷
۳۰۷	اپنے اخلاق واعمال سے لوگوں کو دین کی طرف مائل کرو	۲۳۸
۳۰۸	بھلائی اور دین کے کاموں کو عام کرو	۲۳۸
۳۰۹	کسی کو دین کی راہ پر لانے کا فائدہ	۲۳۹
۳۱۰	اللہ کی نعمتوں کا شکر ادا کرنا چاہیے	۲۳۹
	عورتوں کی خوبیاں	
۳۱۱	اقتباس	۲۴۲
۳۱۲	پہلی خوبی	۲۴۴
۳۱۳	آنسوؤں سے جہنم کی آگ بجھاؤ	۲۴۵
۳۱۴	نہ رونے والی آنکھ سے پناہ	۲۴۶
۳۱۵	دوسری خوبی	۲۴۷

۳۱۶	فضول باتوں کا مزاج	۲۴۸
۳۱۷	سلام کو عام کرو	۲۴۸
۳۱۸	لایعنی سے پرہیز	۲۴۹
۳۱۹	زبان کی خرابی کا علاج	۲۵۰
۳۲۰	تیسری خوبی	۲۵۱
۳۲۱	ایک عجیب واقعہ	۲۵۳
۳۲۲	چوتھی خوبی	۲۵۵
۳۲۳	صبر کا مزاج بناؤ	۲۵۶
۳۲۴	پانچویں خوبی	۲۵۷
۳۲۵	عورتیں بھی دین کی تبلیغ کی ذمہ دار ہیں	۲۵۷
۳۲۶	چھٹی خوبی	۲۵۹
۳۲۷	شوہر کا مال اُس کی اجازت کے بغیر خرچ نہ کریں	۲۶۰
۳۲۸	مؤلف کی دیگر تالیفات	۲۶۲

کتاب کے پڑھنے سے پہلے

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله رب العالمين الذي قال:﴿وَأَزْوَاجُهُٓ أُمَّهَٰتُهُمْ﴾ أی ازواج النبي الآخر أمهات أمة محمد ﷺ والصلٰوة والسلام علٰى خاتم النبيين وعلى اٰله وصحبه وعلٰى من تبعهم باحسانٍ إلٰى يوم الدين، اَمَّا بَعْدُ!

اللہ تعالیٰ کے آخری نبی: حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کسی کو جس طرح کی بھی نسبت حاصل ہو، وہ اس کے لیے دنیا وآخرت میں سعادت مندی کی چیز ہے، خصوصاً! اِس امت کی وہ عورتیں جنھیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نکاح میں آکر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زوجہ اور بیوی بننے کی سعادت حاصل ہوئی، یہ ان کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے بے مثال اور انوکھا انعام ہے۔

① یہ وہی پاکیزہ عورتیں ہیں، جنھیں اللہ تعالیٰ نے اپنے پاک کلام میں ''پوری امت کی مائیں'' کے مبارک لقب کے ذریعے خطاب فرمایا ہے:

وَأَزْوَاجُهُٓ أُمَّهَٰتُهُمْ: ای ازواج النبیِ الآخِر امهات امةِ محمد النبی ﷺ.

② یہ وہ خوش نصیب عورتیں ہیں، جن کے گھر میں وحیٔ الٰہی کا نزول ہوا کرتا تھا، قرآنِ کریم میں اللہ رب العزت فرماتے ہیں:

وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلٰى فِيْ بُيُوْتِكُنَّ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ وَالْحِكْمَةِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ لَطِيْفًا خَبِيْرًا ﴿٣٤﴾ (الاحزاب:۳۴)

ترجمہ: اور تمھارے گھروں میں اللہ تعالیٰ کی (یعنی قرآن کی) جو آیتیں اور حکمت

(یعنی سنت) کی باتیں (پڑھ کر) سنائی جاتی ہیں ان کو یاد رکھو، یقیناً اللہ تعالیٰ تو راز جاننے والے، پوری خبر رکھنے والے ہیں۔

③ قرآنِ مجید میں اللہ تعالیٰ نے کئی مقامات پر ان کا خصوصی طور پر تذکرہ کیا ہے:

يَاۤاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَبَنٰتِكَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِيْنَ يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ ؕ ذٰلِكَ اَدْنٰۤى اَنْ يُّعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۵۹﴾ (الاحزاب)

ترجمہ: اے نبی! تم اپنی بیویوں سے اور اپنی بیٹیوں سے اور (قیامت تک آنے والی تمام) ایمان والی عورتوں سے کہہ دو کہ: وہ اپنی چادریں (تھوڑی سی) اپنے (منہ کے) اوپر جھکا (یعنی لٹکا) لیا کریں، اس طریقے میں اس بات کی زیادہ امید ہے کہ وہ (آزاد عورت ہے یہ) پہچان لی جائیں گی؛ لہذا وہ ستائی نہیں جائیں گی اور اللہ تعالیٰ تو بہت معاف کرنے والے، سب سے زیادہ رحم کرنے والے ہیں۔

④ یہ وہ سعادت مند عورتیں ہیں، جن کے ذریعے امت کو حضرت نبیٔ کریم ﷺ کی گھریلو، خانگی (personal life) زندگی جاننے کو ملی؛ گویا دین کے ایک عظیم شعبہ: ''آپ ﷺ کی خانگی زندگی'' کو امت تک پہنچانے میں اِن امہات المؤمنین کا بڑا اہم کردار ہے۔

⑤ یہ وہ خوش نصیب عورتیں ہیں، جن کو حضرت نبیٔ کریم ﷺ کے ساتھ نہایت قریب رہ کر زندگی گزارنے کا موقع ملا۔

⑥ یہ وہی عورتیں ہیں، جنھوں نے حضور ﷺ کے وصال کے بعد امت کے لیے ''معلمہ'' کا کردار ادا کیا، چناں چہ بڑے بڑے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم پردے کے پیچھے سے اِن امہات المؤمنین سے نبوی تعلیمات، دین کی باتیں اور مسائل سیکھا کرتے تھے۔

⑦ قیامت تک آنے والے لوگوں کے لیے احادیثِ مبارکہ کا ایک بہت بڑا ذخیرہ اِن ہی امہات المؤمنین کے ذریعے پہنچا ہے۔

⑧ چوں کہ حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیاتِ مقدسہ کی آخری گھڑی تک یہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نکاح میں رہیں؛ اس لیے ان شاء اللہ! یہ سب جنت میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ رہیں گی۔

⑨ یہ وہ عورتیں ہیں کہ حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دنیا سے تشریف لے جانے کے بعد بھی باری تعالیٰ نے ان کو امتیازی شان عطا فرمائی کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کسی امتی کے نکاح میں نہیں آسکتی، قرآنِ مجید میں ہے:

وَمَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُؤْذُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَلَآ اَنْ تَنْكِحُوْٓا اَزْوَاجَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖٓ اَبَدًا ؕ اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمًا ﴿۵۳﴾ (الاحزاب)

ترجمہ: اور تمھارے لیے بالکل جائز نہیں ہے کہ تم اللہ کے رسول کو تکلیف دو اور تمھارے لیے نبی کے بعد کبھی بھی ان کی بیویوں سے نکاح کرنا جائز نہیں ہے، یہ (ان کی بیویوں سے نکاح کرنا) یقیناً اللہ تعالیٰ کے یہاں بہت بڑا گناہ ہوگا۔

⑩ عام طور پر شوہر کے انتقال کے بعد اس کے مال میں سے اس کی بیوی کو میراث ملا کرتی ہے؛ لیکن یہ وہ عورتیں ہیں، جنھیں شرعی ضابطے اور قانون کے مطابق میراث نہیں ملی؛ اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرما دیا تھا:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضي الله عنه عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا نُورَثُ مَا تَرَكْنَا صَدَقَةٌ. (صحيح مسلم، كتاب الجهاد، رقم الحديث: ١٧٦١)

ترجمہ: ہم انبیا کا کوئی وارث نہیں ہوتا ہے، ہم جو بھی چھوڑتے ہیں، وہ صدقہ ہے۔

لیکن اس کے باوجود امہات المؤمنین نے اپنی پوری زندگی تقویٰ، قناعت اور صبر کے ساتھ گزاردی۔

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ اِن امہات المؤمنین کے بڑے کمالات وفضائل ہیں۔

پچھلے کئی سالوں سے رمضان المبارک کے مہینے میں ایک عشرے کے لیے ملکِ افریقہ کے ''ملاوی'' کے (Lilongwe) شہر میں دینی نسبت سے حاضری کی سعادت حاصل ہوتی ہے، وہاں اِس دوران مختلف دینی مجالس منعقد کی جاتی ہیں، ان میں سے ایک کڑی ''مستورات میں دینی بیانات'' کی ہے۔

الحمد للہ! اس سے پہلے اِس مقام پر ''قرآن میں آئے ہوئے خواتین کے واقعات'' کے سلسلے میں مفصل بیانات ہو چکے ہیں اور وہ کتابی شکل میں چھپ کر امت کے سامنے آچکے ہیں، نیز اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے بہت زیادہ مقبول ہو چکے ہیں اور ان کی اشاعت بھی جاری وساری ہے، اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس کو محض اپنے فضل سے قیامت تک اس کے فیض کو جاری وباقی رکھے، آمین۔

پھر مشورے سے ''احادیث میں آئے ہوئے خواتین کے واقعات'' کا بابرکت سلسلہ شروع ہوا، پھر گزشتہ اور اس سے پیوستہ سال میں ہمارے سامنے یہ بات آئی کہ احادیث میں آئے ہوئے خواتین کے واقعات میں سب سے اہم ''امہات المؤمنین کے واقعات'' ہیں؛ لہٰذا اول ان کو ہی احادیثِ مبارکہ کی روشنی میں امت کی ماں، بہنوں کے سامنے پیش کیا جاوے، اِس سوچ اور ارادے سے بحمد اللہ! یہ سلسلہ شروع ہوا، جس کی وجہ سے اِس سے پہلے:

① ام المؤمنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا۔

②ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا۔

③ام المؤمنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا۔

④ام المؤمنین حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا۔

⑤ام المؤمنین حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے واقعے بیان کیے گئے تھے، وہ بعد میں چھپ بھی چکے ہیں۔

اب اس مجموعے میں بقیہ امہات المؤمنین:

⑥ام المؤمنین حضرت سودہ رضی اللہ عنہا۔

⑦ام المؤمنین حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا۔

⑧ام المؤمنین حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا۔

⑨ام المؤمنین حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا۔

⑩ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا۔

⑪ام المؤمنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا۔

⑫حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کے واقعات بیان کیے گئے تھے، ان کو جمع کیا گیا ہے۔

امہات المؤمنین کے واقعات اور ان کے سلسلے میں باتیں تو اتنی لمبی اور مفصل ہیں کہ ان سب کا احاطہ بہت مشکل ہے؛ لیکن یہاں مستند حوالوں سے اہم اور ضروری پہلو امت کے سامنے پیش کیے جارہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے اِس مبارک سلسلے کو بے انتہا قبول فرماوے، یہ چیز اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے ہی وجود میں آرہی ہے، نیز ہمارے ملاوی کی ایمان والی عورتوں کا بھی اس سلسلے کے وجود میں آنے کا بہت بڑا کردار ہے، بہت بڑی قربانی ہے

کہ انھوں نے رمضان المبارک میں روزے کے ساتھ، گھر کی کئی مشغولیات کے باوجود، اِن تمام دینی مجالس میں دل چسپی کے ساتھ حصہ لیا، یہ ان کے اخلاص ہی کا نتیجہ ہے۔

نیز ملاوی میں مقیم؛ حضرت مولانا ''سلیم ایسات صاحب'' (خلیفہ ومجاز: شیخ المشائخ حضرت مولانا مفتی احمد صاحب خانپوری دامت برکاتہم العالیہ)، حضرت مولانا عارف صاحب عیسیٰ (ادارہ ''المحمود'' کے شیخ الحدیث) اوران کے رفقا کا بھی اس مبارک کام میں بڑا اہم حصہ ہے۔اوراس جلد کے لیے خاص طور پر شبیر بھائی جسپ اینڈ کھربا فیملی سے مالی تعاون حاصل ہوا، اللہ تعالیٰ ان کو بھی جزائے خیر عطا فرمائے۔

حق تعالیٰ اِس مبارک کام کو اپنی بارگاہ میں بے انتہا قبول فرماوے، آمین!

اس کے بعد پھر حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بناتِ طیبہ اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی باندیوں کے حالات کے متعلق بیان کا سلسلہ شروع کرنے کا ارادہ ہے، اللہ تعالیٰ اس کو بھی عافیت کے ساتھ بیان کرنے کی سعادت وموقع عنایت فرماوے اور امت کے لیے فائدہ مند بناوے، آمین!

اللہ تعالیٰ اس سلسلے کے فیض کو تا قیامت پورے عالم میں جاری وساری فرماوے، نیز جن جن لوگوں نے جس طریقے پر بھی اس کام میں حصہ لیا ہے، اللہ تعالیٰ ان کے لیے بھی اس سلسلے کو صدقۂ جاریہ بناوے اور ہم سب کے لیے اپنی رضا کا ذریعہ بناوے، نیز امت کی بہنیں، بیٹیاں اور مرد سب اس کا مطالعہ کریں، اس میں جو نصیحت کے اسباق ہیں، ان کو اپنی زندگی میں عملی طور پر اتارنے کی کوشش کریں۔

محمود حافظجی عفی عنہ

۴/مارچ ۲۰۲۳ء

رمضان المبارک میں کرنے کے کچھ کام

رمضان کا مہینہ: دعا کا مہینہ

اقتباس

خود کے مکان کے لیے ایک انمول وظیفہ

میں آپ سے ایک بہت ہی قیمتی اور انمول وظیفہ بیان کرنے جا رہا ہوں، یہ وظیفہ خود اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حدیث شریف میں بیان کیا ہے۔

چناں چہ جن کا گھر چھوٹا اور تنگ ہے یا خود کا گھر نہیں ہے، کرائے کے گھر میں زندگی بسر کر رہے ہیں، وہ حضرات ہر نماز کے وقت وضو کے دوران یا نماز سے فارغ ہونے کے بعد اہتمام سے یہ دعا پڑھا کریں، ان شاء اللہ! اللہ تعالیٰ اس کی برکت سے ان کے لیے بہترین گھر کا انتظام فرما دیں گے! وہ دعا یہ ہیں:

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ ذَنْبِيْ وَوَسِّعْ لِيْ فِي دَارِيْ وَبَارِكْ لِي فِي رِزْقِي. (الترمذی:۳۵۰۰)

ترجمہ: اے اللہ! میرے گناہوں کو معاف فرما دیجیے، میرے گھر کو کشادہ و وسیع کر دیجیے اور میری روزی میں برکت عطا فرمائیے!

چوں کہ جب آدمی کا گھر بڑا ہوتا ہے تو پھر اس کے خرچے بھی بڑھ جاتے ہیں، اس لیے دعا کا آخری جملہ اس کے متعلق ہے کہ اللہ میرے رزق میں بھی برکت عطا فرمائیے!

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنُؤْمِنُ بِهٖ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّاٰتِ اَعْمَالِنَا، مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ، وَنَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ، وَنَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا وَشَفِيْعَنَا وَحَبِيْبَنَا وَاِمَامَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّداً عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ، صَلَوَاتُ اللّٰهِ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَذُرِّيَّاتِهٖ وَاَهْلِ بَيْتِهٖ وَاَهْلِ طَاعَتِهٖ، وَبَارَكَ وَسَلَّمَ تَسْلِيْمًا كَثِيْراً كَثِيْراً، اَمَّا بَعْدُ!

فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ، بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِيْ عَنِّيْ فَاِنِّيْ قَرِيْبٌ ؕ اُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ ۙ فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لِيْ وَلْيُؤْمِنُوْا بِيْ لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُوْنَ ﴿١٨٦﴾ (البقرۃ:۱۸۶)

ترجمہ: اور جب تم سے میرے بارے میں میرے بندے پوچھیں تو (بتلا دو کہ) میں یقیناً (اتنا) قریب ہوں کہ جب کوئی (دعا کرنے والا) مجھ سے دعا کرے تو میں دعا کرنے والے کی دعا قبول کرتا ہوں (جب میں اتنا مہربان ہوں) تو ان (بندوں) کو چاہیے کہ وہ میرے حکموں کو (دل سے) مانیں اور مجھ پر ایمان (یعنی یقین) رکھیں؛ تاکہ وہ نیک راہ پر آجائیں۔

رمضان کا مہینہ خوش نصیبوں کے ہاتھ لگتا ہے

میری دینی بہنو! سب سے پہلے تو تین مرتبہ اپنی زبان سے ''الحمدُ للہ ربّ العالمین'' پڑھو، اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو! اس لیے کہ اللہ رب العزت نے ہمیں رمضان کا مبارک مہینہ عطا فرمایا ہے! دنیا میں کتنے لوگ ایسے تھے جو گزشتہ رمضان میں ہمارے

ساتھ تھے، آج وہ ہمارے بیچ نہیں ہیں، اس دنیا سے رخصت ہو گئے ہیں۔

وہ لوگ رمضان میں روزوں کا لطف اٹھانے سے، تراویح پڑھنے کی لذت سے اور قرآنِ پاک کی تلاوت کی برکت سے ہمیشہ کے لیے محروم ہو گئے ہیں! ہم لوگ بہت ہی خوش نصیب ہیں کہ ہم کو اس بار بھی اللہ تعالیٰ نے یہ مبارک موقع عطا فرمایا ہے!

اِس وقت ہم ''درسِ قرآن'' کی مبارک مجلس میں جمع ہیں، اللہ تعالیٰ ہمارا یہاں جمع ہونا قبول فرماوے اور ایسی مبارک مجلس میں بار بار حاضری کی سعادت اور توفیق نصیب فرماوے، آمین!

آیتِ کریمہ کی مناسبت

میں نے ابھی آپ کے سامنے کلامِ مجید کی جو آیتِ کریمہ تلاوت فرمائی ہے، اس کا عجیب حال اور کیفیت ہے؛ اس لیے کہ اس آیت سے پہلے والی آیتِ کریمہ رمضان المبارک کے سلسلے میں ہے اور اِس آیت کے بعد والی آیتِ کریمہ بھی رمضان المبارک کے متعلق ہے، جس میں اللہ تعالیٰ نے رمضان المبارک کے مسائل بیان فرمائے ہیں۔

آیتِ کریمہ کا ماقبل سے ربط

اِس سے اس بات کا پتا چلتا ہے کہ یہ آیتِ کریمہ - جو کہ دعا کے سلسلے میں ہے- اس کا رمضان المبارک کے ساتھ کتنا گہرا تعلق اور لگاؤ ہے، اس آیتِ کریمہ کا ربط بیان کرتے وقت حضراتِ مفسرین نے ذکر کیا ہے کہ: چوں کہ رمضان المبارک عبادت کا مہینہ ہے، اس میں بندوں کو کثرت سے عبادتیں کرنے کی ترغیب دی گئی ہے تو دعا تو ''مُخُّ الْعِبَادَةِ'' ہے (یعنی عبادت کا مغز ہے) اس لیے رمضان المبارک میں کثرت سے دعا کا اہتمام کرنا چاہیے۔

آیتِ کریمہ کا مضمون

بہر حال! اِس آیتِ کریمہ میں اللہ رب العزت اپنے پیارے بندوں کو ارشاد فرما رہے ہیں کہ: اے پیارے نبی جی! جب میرے بندے آپ سے میرے بارے میں سوال کریں کہ: ہمارا رب کہاں ہے؟ ہمارا مالک کہاں ہے؟ ہمیں پیدا کرنے والا کہاں ہے؟ تو آپ ان سے کہہ دینا: میں اپنے بندوں سے بہت زیادہ قریب ہوں، نزدیک (near) ہوں!

اللہ تعالیٰ ہماری تمام باتوں سے واقف ہیں

اللہ تعالیٰ کے قریب ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہماری تمام نقل وحرکت اور ہماری تمام باتوں سے واقف ہیں، جیسے: ایک آدمی ہم سے ہر وقت قریب رہتا ہے تو اس کو ہماری تمام باتوں اور نقل وحرکت کا علم رہتا ہے، ہم کب کھاتے ہیں، پیتے ہیں، سوتے ہیں اور کب کیا کیا کام انجام دیتے ہیں!

انسان بہت ہی کمزور ہے

ہم انسانوں کا معاملہ تو ایسا ہے کہ ہمارے گھر کے کسی فرد کو اچانک کسی چیز کی ضرورت پیش آ گئی، اس کے لیے اس نے ہم کو آواز دی کہ یہاں آؤ! اور مجھے یہ چیز لا کر دو! لیکن ہوا یوں کہ ہم دوسرے کمرے میں کسی کام میں مشغول تھے؛ اس لیے وہ آواز ہمارے کانوں تک نہیں آئی تھی، پہنچ نہیں سکی تھی، پھر تھوڑی دیر کے بعد جب گھر کا وہ فرد ہم سے پوچھتا ہے کہ: میں نے وہ چیز آپ سے منگوائی تھی، وہ کہاں گئی؟

اس وقت ہم ان کو جواب میں کہتے ہیں: میں نے تو آپ کی آواز سنی ہی نہیں تھی!

مگر اللہ تعالیٰ کا معاملہ ایسا نہیں ہے، ہم اللہ تعالیٰ کے سامنے بلند آواز سے دعا مانگیں یا آہستہ آواز سے؛ اللہ تعالیٰ ضرور اس کو سن لیتے ہیں۔

ایک ہی واقعے کو بار بار بیان کرنا سنتِ نبی ہے

پیاری دینی بہنو! آگے میں جو واقعہ اور قصہ بیان کرنے جا رہا ہوں، شاید پچھلے سفر میں بیان کر چکا ہوں؛ لیکن ایک ہی چیز اور واقعے کو سات مرتبہ بیان کرنا یہ حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ثابت ہے، بعض مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک ہی قصے کو صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے سامنے بار بار بیان فرمایا کرتے تھے۔

اس لیے میں بھی حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنّت کی اتباع میں اس واقعے کو دوبارہ بیان کر رہا ہوں!

حضرت خولہ رضی اللہ عنہا کا واقعہ

میں جس عورت کا قصہ بیان کر رہا ہوں ان کا قصہ اللہ رب العزت نے اپنے مبارک کلام میں بیان فرمایا ہے! ان کا نام تو اللہ تعالیٰ نے قرآنِ کریم میں بیان نہیں فرمایا ہے؛ لیکن نام جان لینا ایک فضیلت کی چیز ہے، عزت اور شرافت کی چیز ہے؛ اس لیے کہ ان کا واقعہ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں بیان فرمایا ہے، اُس عورت کا نام: حضرت ''خولہ رضی اللہ عنہا'' تھا۔

آج کل لوگ بیٹیوں کے نئے نئے نام ڈھونڈتے ہیں، خود اپنے طور پر ڈھونڈ کر ایسے ایسے نام ہم کو بتلاتے اور اس کے معنی پوچھتے ہیں جن میں کوئی دم نہیں ہوتا ہے، ایک دم معمولی نام ہوتے ہیں، نئے نام رکھنے ہوں تو صحابیہ عورتوں کے نام جو آج تک رواج میں نہیں آئے ہیں وہ رکھو!

واقعے کا پس منظر

ایک مرتبہ حضرت خولہ رضی اللہ عنہا نماز پڑھ رہی تھی، نماز کے درمیان ان کے شوہر حضرت اوس رضی اللہ عنہ کی نظر ان پر پڑی؛ چناں چہ حضرت اوس رضی اللہ عنہ کے دل میں اپنی بیوی کے ساتھ اپنی ضرورت پوری کرنے کا ارادہ پیدا ہوا؛ لہٰذا جب وہ نماز سے فارغ ہوئی تو انھوں نے اپنی بیوی کو اپنی ضرورت پوری کرنے کے لیے بلایا، حضرت خولہ رضی اللہ عنہا نے اِس بات سے انکار کر دیا۔

جب کہ بعض روایتوں میں اس طرح ہے کہ حضرت اوس رضی اللہ عنہ کو کچھ بیماری تھی؛ شاید دماغ کی کمزوری تھی اور دماغ کی کمزوری میں ان کو کبھی کبھی دورہ پڑتا تھا اور اسی حالت میں انھوں نے اپنی بیوی کو بلایا اور بیوی نے انکار کر دیا، اس پر حضرت اوس رضی اللہ عنہ کو غصہ آ گیا اور غصے میں انھوں نے اپنی زبان سے بول دیا کہ: تو میرے لیے ایسی ہے جیسے میری ماں کی پیٹھ ہے۔ پھر حضرت اوس بن صامت رضی اللہ عنہ شرمندہ ہوئے کہ: میں نے یہ کیا بول دیا۔ (قرطبی: ۱۷۶/۱۷)

پہلے تو لو! پھر بولو!

عموماً ایسا ہی ہوتا ہے کہ غصے میں میاں-بیوی کچھ بول دیتے ہیں، کوئی نامناسب بات ہو جاتی ہے اور بعد میں دونوں کو پچھتاوا ہوتا ہے۔ حضرت اوس رضی اللہ عنہ نے بول تو دیا؛ لیکن ان کو بعد میں بہت افسوس ہوا، اور نہایت شرمندگی ہوئی۔

فیصلے کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں

حضرت اوس رضی اللہ عنہ اپنی بیوی حضرت خولہ رضی اللہ عنہا سے کہنے لگے کہ: میرے خیال

میں مسئلہ ایسا ہے کہ اب تو میرے لیے ہمیشہ حرام ہوگئی ہے۔

حضرت خولہ رضی اللہ عنہا کہنے لگی: نہیں! اللہ کی قسم! طلاق نہیں ہوئی۔

شوہر کہہ رہے ہیں: تو ہمیشہ کے لیے حرام ہوگئی۔ دونوں میں مباحثہ ہونے لگا۔

چناں چہ حضرت خولہ رضی اللہ عنہا اللہ کے رسول سے فریاد کرنے کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مکان کی طرف روانہ ہوگئی، اُس وقت حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے گھر پر تشریف فرما تھے؛ چناں چہ حضرت خولہ رضی اللہ عنہا نے وہاں جا کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے اپنے پورے واقعے کی تفصیل بیان کردی۔

سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھر کا حال

حضرت خولہ رضی اللہ عنہا جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اپنے شوہر کی شکایت کرنے آئی، اُس وقت حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں موجود تھے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا یہ گھر بہت چھوٹا تھا، اس کی حالت خود حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ: جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رات میں میرے گھر تہجد پڑھتے تھے، اس وقت گھر کے بہت زیادہ چھوٹا ہونے کی وجہ سے حالت یہ ہوتی تھی کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب قیام و رکوع میں ہوتے تھے تو میں اپنی جگہ سوئی رہتی تھی اور جب سجدے میں جاتے تھے اس وقت اپنے پاؤں سمیٹ لیا کرتی تھی! (بخاری شریف: ۵۱۹)

آج ہمارے مکانات!!

دونوں جہاں کے نبی اور بادشاہ کے گھر کا تو یہ حال تھا کہ ایک آدمی کے نماز پڑھنے کے وقت دوسرے کے پیر پھیلا کر سونے کی گنجائش بھی نہ تھی، اس کے برخلاف آج ہمارے

گھروں کو دیکھیں تو کئی کئی بیڈروم (Bed room)، سٹنگ روم (Sitting room)، ڈائی ننگ روم (Dinning room)، نہ جانے اس طرح کے کتنے کمروں کا انتظام ہوا کرتا ہے!

اللہ تعالیٰ نے اتنے بڑے بڑے مکانات ہم کو عطا فرمائے ہیں، یہ اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے، اس نعمت پر ہمیں ہر وقت اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہیے۔

اچھے گھر کے لیے انمول وظیفہ

دینی بہنو! اِس مقام پر میں آپ سے ایک بہت ہی قیمتی اور انمول وظیفہ بیان کرنے جا رہا ہوں، یہ وظیفہ خود اللہ کے نبی ﷺ نے حدیث شریف میں بیان کیا ہے۔

چناں چہ جن کا گھر چھوٹا اور تنگ ہے یا خود کا گھر نہیں ہے، کرائے کے گھر میں زندگی بسر کر رہے ہیں، وہ حضرات ہر نماز کے وقت وضو کے دوران یا نماز سے فارغ ہونے کے بعد اہتمام سے یہ دعا پڑھا کریں، ان شاء اللہ! اللہ تعالیٰ اس کی برکت سے ان کے لیے بہترین گھر کا انتظام فرما دیں گے! وہ دعا یہ ہیں:

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِیْ ذَنْبِيْ وَوَسِّعْ لِیْ فِي دَارِيْ وَبَارِكْ لِي فِي رِزْقِي. (الترمذی:۳۵۰۰)

ترجمہ: اے اللہ! میرے گناہوں کو معاف فرما دیجیے، میرے گھر کو کشادہ و وسیع کر دیجیے اور میری روزی میں برکت عطا فرمائیے!

چوں کہ جب آدمی کا گھر بڑا ہوتا ہے تو پھر اس کے خرچے بھی بڑھ جاتے ہیں، اس لیے دعا کا آخری جملہ اس کے متعلق ہے کہ اللہ میرے رزق میں بھی برکت عطا فرمائیے!

حضرت خولہ رضی اللہ عنہا کی شکایت کا انداز

دینی بہنو! اِس واقعے کے متعلق حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ: میں حضور ﷺ کے بالکل قریب تھی؛ لیکن میں نے حضرت خولہ رضی اللہ عنہا کی پوری بات نہیں سنی، تھوڑی سنی اور تھوڑی نہ سن سکی۔ (طبری: ۱۲/۷)

اِس سے اندازہ لگاؤ کہ! حضرت خولہ رضی اللہ عنہا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس اپنے شوہر کی شکایت کرنے گئی ہے؛ لیکن اتنا آہستہ آہستہ بول رہی ہے کہ ماں عائشہ رضی اللہ عنہا حضور ﷺ کا سر مبارک دھو رہی ہیں، اتنی قریب ہے، پھر بھی ماں عائشہ رضی اللہ عنہا کو آواز سنائی نہیں دی؛ حالاں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بھی عورت تھی، آواز میں پردے کی کوئی بات نہیں تھی۔

معلوم ہوا کہ شکایت اتنی زور سے نہیں کی جاتی کہ سارا محلہ سن لیں اور شوہر کی عزت کی دھجیاں اڑ جائیں۔

فریاد سننے والے نے فریاد سن لی!

اللہ تعالیٰ کیسی زبردست قدرت اور طاقت والے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اتنی قریب ہیں؛ مگر ان کو آواز سنائی نہیں دی؛ لیکن میرے اللہ نے ان کی بات سن لی، اللہ تعالیٰ نے ان کی فریاد سن لی اور فوراً حضرت جبریل ﷺ کو قرآن کی آیت لے کر بھیجا:

قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّتِیْ تُجَادِلُكَ فِیْ زَوْجِهَا وَتَشْتَكِیْۤ اِلَى اللّٰهِ ۖ وَاللّٰهُ یَسْمَعُ تَحَاوُرَكُمَا ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِیْعٌۢ بَصِیْرٌ ①

ترجمہ: (اے نبی!) یقینی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس عورت کی بات سن لی جو اپنے شوہر کے بارے میں تم سے بحث کر رہی تھی اور اللہ تعالیٰ کے سامنے فریاد کر رہی تھی

اور اللہ تعالیٰ تم دونوں کے سوال وجواب (یعنی بات چیت) کو سن رہے تھے، یقیناً اللہ تعالیٰ ہر بات کو سننے والے، ہر چیز کو دیکھنے والے ہیں۔ (از: تیسیر القرآن)

شکایت قیامت تک کے لیے رحمت بن گئی

اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول کر لی اور قیامت تک آنے والی عورتوں کے لیے آسانی وسہولت ہوگئی۔

میری دینی بہنو! اپنی خوش نصیبی پر جتنا بھی شکر ادا کرو وہ کم ہے، ایک شوہر بیوی کا معاملہ ہوا، اللہ تعالیٰ نے ان کی برکت سے قیامت تک آنے والی عورتوں کے لیے آسانی فرمادی اور ایک آسان قانون قرآنِ مجید میں نازل فرمادیا۔

ہمارے رب کی مہربانی کا حال

ہمارا رب ہم پر کتنا زیادہ مہربان ہے! اُس کا اندازہ اِس بات سے لگا سکتے ہیں کہ اگر ہم کو کسی کے بارے میں اپنے والدین سے کوئی شکایت کرنا ہے، تو اس کے لیے ہمیں اپنے گھر جانا پڑے گا، کسی کی پولس تھانے میں شکایت کرنی ہے تو اس کے لیے پولس تھانے میں جا کر شکایت درج کروانا پڑے گا۔

الغرض! دنیا میں جس کی بھی جس سے شکایت کرنی ہے اس کے لیے اسباب اختیار کرنے پڑیں گے، کچھ نہ کچھ درجے میں محنت وکوشش کرنی پڑے گی؛ لیکن ہمارے رب سے جب کوئی شکایت کرنی ہو تو کسی جگہ جانے کی ضرورت نہیں ہے! بس! ہم جس جگہ موجود ہوں، وہیں سے اللہ تعالیٰ سے دعا کریں گے تو ان شاء اللہ! اللہ تعالیٰ ہماری شکایت اور دعا کو سن لیں گے۔

اس لیے اِس رمضان میں اللہ تعالیٰ سے پورے یقین کے ساتھ دنیا بھی مانگنی ہے اور آخرت بھی مانگنی ہے، اللہ تعالیٰ ضرور ہماری دعاؤں کو قبول کریں گے؛ کیوں کہ یہ اللہ تعالیٰ سے مانگنے کا مہینہ ہے۔

ہمیں یہ نہیں سوچنا چاہیے کہ میں نے بہت گناہ کیے ہیں، میرے گناہ بہت زیادہ ہیں، اللہ تعالیٰ بڑے سے بڑے گناہ کو معاف کر دیتے ہیں، قرآن میں ایک جگہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

قُلْ یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓی اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِیْعًا ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ ﴿۵۳﴾

ترجمہ: (اے نبی!) تم کہہ دو، اے میرے وہ بندو! جنھوں نے اپنی جانوں پر زیادتیاں کی ہیں کہ: تم اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ناامید مت ہو، یقیناً اللہ تعالیٰ تمام گناہوں کو معاف کرنے والے ہیں، یقیناً وہ (اللہ تعالیٰ) تو بہت زیادہ معاف کرنے والے، سب سے زیادہ رحم کرنے والے ہیں۔

دعا کے لیے بہترین وقت

اِس بابرکت مہینے میں دعا کے لیے بہترین وقت سحری کا وقت ہے، یہ وقت دعا کی قبولیت کا وقت ہوتا ہے؛ اس لیے بہترین شکل یہ ہے کہ ہم جس وقت سحری کا کھانا کھانے بیدار ہوتے ہیں، اُس سے کچھ وقت پہلے اٹھ جایا کریں، اٹھ کر تہجد کی نماز میں مشغول ہو جاویں، اور نمازِ تہجد سے فارغ ہونے کے بعد اللہ تعالیٰ سے رو رو کر اور دل لگا کر دعا کریں، ان شاء اللہ! اللہ تعالیٰ اس کے نتیجے میں آپ کی آرزو اور تمنا کو ضرور پورا کریں گے!

اِس مبارک مہینے میں دعا کے لیے دوسرا بہترین وقت افطار کا وقت ہے، جب مغرب کی اذان کا وقت بالکل قریب ہو، دسترخوان بچھا ہوا ہو، اس وقت گھر کے کسی ایک کمرے میں ہاتھ اٹھا کر اپنے رب سے مانگ لیا کریں! ان شاء اللہ! ضرور آپ کی مرادیں پوری ہوں گی!

رمضان المبارک اور کلامِ پاک

اِس مہینے میں ہمیں قرآنِ کریم کی تلاوت کا بھی کثرت سے اہتمام کرنا چاہیے؛ کیوں کہ رمضان المبارک کا قرآنِ کریم کے ساتھ ایک خاص رشتہ و تعلق ہے، قرآنِ کریم کے نازل ہونے کی ابتدا اسی مبارک مہینے میں ہوئی تھی، نیز اسی بابرکت مہینے میں حضرت جبرئیلِ امین علیہ السلام ہر سال قرآنِ مجید کا دور فرمایا کرتے تھے! (بخاری شریف:۴۹۹۸)

حضرت شیخ کے خاندان کی مستورات کا ذوقِ تلاوت

''فضائلِ اعمال'' کے مصنف حضرت شیخ مولانا محمد زکریاؒ اپنی کتاب کے ایک باب: ''فضائلِ رمضان'' میں تحریر فرماتے ہیں کہ: میرے گھر کی لڑکیاں گھر کا سارا کام کاج خود کرتی ہیں، اور ہر ایک کے بچے بھی ہیں؛ لیکن رمضان المبارک میں روزانہ ہر ایک لڑکی بے تکلف قرآنِ کریم کے سترہ اٹھارہ پارے تلاوت کرلیا کرتی ہیں!

اس لیے آپ لوگوں سے میں درخواست کرتا ہوں کہ اپنی تمام مصروفیات کے باوجود رمضان کے اس مبارک مہینے میں کم سے کم دو مرتبہ تو قرآنِ کریم ختم کر ہی لیا کرو!

قرآنِ مجید کا حق

حضرت شیخؒ نے ہی ''فضائلِ اعمال'' میں ایک جگہ یہ بات تحریر فرمائی ہے کہ: امام

ابوحنیفہؒ کے یہاں سال میں دو مرتبہ قرآنِ مجید کو ختم کرنا قرآنِ مجید کا حق ہے، اگر نعوذ باللہ! ہم دنیا میں رہ کر اللہ تعالیٰ کی اِس مبارک کتاب قرآنِ مجید کی تلاوت نہیں کریں گے، اس میں کاہلی و غفلت سے کام لیں گے تو کل قیامت کے دن یہ اپنے رب سے ہماری شکایت کرے گی کہ: اے میرے ربا! یہ وہی ظالم انسان ہے، جس نے دنیا میں میری تلاوت کر کے میرا حق ادا نہیں کیا ہے!

ایک اور کرنے کا کام

دینی بہنو! رمضان کا مبارک مہینہ چل رہا ہے، میں آپ کو ایک بہت ہی قیمتی اور مبارک عمل بتلانے جا رہا ہوں، اس کو غور سے سن کر اس پر عمل کرنے کی کوشش کرو!

حضرت شیخ مولانا محمد زکریاؒ نے ''فضائلِ اعمال'' میں ایک روایت نقل کی ہے کہ: جو آدمی ۷۰۰۰۰ ہزار مرتبہ ''لا الہ الا اللہ'' کا کلمہ پڑھ کر اپنے کسی مرحوم کو ایصالِ ثواب کر دیں، اپنے کسی مرحوم کو بخش دیں تو اس کی برکت سے اللہ تعالیٰ اس مرحوم کی مغفرت فرما دیتے ہیں!

حضرت شیخ آگے تحریر فرماتے ہیں کہ: جب کسی کے یہاں کسی عزیز یا رشتے دار کا انتقال ہو جاوے، تو تعزیت کے لیے آنے والوں کے سامنے تسبیحات رکھ دی جاوے اور ان سے کہا جاوے کہ باتوں میں مشغول ہونے کے بجائے ان تسبیحات پڑھنے میں مشغول ہو جاؤ! تاکہ اس کی برکت سے اللہ تعالیٰ مرحوم کی مغفرت فرما دیوے!

جو کچھ کرنا ہے از خود کر کے جائیں

یہ دنیا کے لوگ بڑے بے وفا ہیں، جب ہم دنیا سے جائیں گے، تو پتا نہیں کہ

ہمارے پیچھے رہنے والے ہمارے لیے ستر ہزار مرتبہ ایصالِ ثواب کریں گے یا نہیں؟

اس لیے ہم اپنی زندگی ہی میں اپنے لیے ستر ہزار مرتبہ ''لا الٰہ الاّ اللّٰہ'' پڑھ کر اللہ تعالیٰ کی بینک میں جمع کروادیں؛ تاکہ اللہ تعالیٰ کے یہاں یہ چیز بھی ہماری مغفرت کے اسباب میں شامل ہوجاوے۔ اس لیے میں آپ لوگوں سے بھی یہ درخواست کرتا ہوں کہ رمضان کے اس مبارک مہینے میں اس قیمتی عمل کو انجام دینے کا بہت بہترین موقع ہے؛ تاکہ یہ آخرت میں ہمارے لیے مغفرت کا ذریعہ بن جاوے۔

میت کے گھر غیبت کا ماحول

دینی بہنو! جب موت اور آخرت کے سلسلے میں بات چل ہی پڑی ہے تو اس کے متعلق کچھ اہم باتیں عرض کردینا مناسب سمجھتا ہوں۔

جب کسی کا انتقال ہوجاتا ہے تو لوگ اس گھر میں جاکر ذکر وتسبیحات میں مشغول ہونے کے بجائے اِدھر اُدھر کی باتوں میں مشغول ہوجاتے ہیں، بلکہ نوبت یہاں تک پہنچ جاتی ہے کہ میت اور اس کے گھر والوں کے ہی پیچھے پڑ جاتے ہیں۔

کہتے ہیں: اس کا لڑکا تو پورے دن پیسے کمانے کے پیچھے ہی لگا رہتا ہے، اس کی بہو نے اپنے سسر کی خدمت نہیں کی، اس کو دوائی نہیں پلائی، اس کی طرف کوئی توجہ نہیں دی۔

غیبت کرنے والا مردار کا گوشت کھانے والا ہے

بعض لوگ جو دوسروں کی کمی، کوتاہی نکالنے اور برائی کرنے کے پیچھے پڑ جاتے ہیں، ان کو یہ بات سمجھ لینا چاہیے کہ وہ غیبت کرکے مردار کا گوشت کھا رہے ہیں، قرآن

میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا مِّنَ الظَّنِّ ۡاِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ وَّلَا تَجَسَّسُوْا وَلَا يَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا ؕ اَيُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِيْهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوْهُ ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ رَّحِيْمٌ ⑫ (الحجرات:۱۲)

ترجمہ: اے ایمان والو! بہت گمان کرنے سے بچو؛ کیوں کہ بعض گمان گناہ ہوا کرتے ہیں اور (کسی کے) عیب کی تلاش میں مت لگے رہو اور تم میں سے ایک دوسرے کی غیبت نہ کیا کریں، کیا تم میں کوئی یہ پسند کرتا ہے کہ وہ اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھائے؟ تم (خود) اس کو تو برا سمجھتے ہو، اور تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو، یقیناً اللہ تعالیٰ بڑے توبہ قبول کرنے والے، (سب پر) بہت رحم کرنے والے ہیں۔

تعزیت کا مسنون طریقہ

دینی بہنو! اِن سب خرافات میں پڑنے کے بجائے ہمیں میت کے گھر تعزیت کا مسنون عمل انجام دینے کی کوشش کرنی چاہیے، وہ یہ ہے کہ جب کسی کا انتقال ہو جاوے تو میت کے گھر جا کر اس کے خاندان والوں کو تسلی دیتے ہوئے یہ کہنا چاہیے:

عَظَّمَ اللّٰهُ اَجْرَكُمْ.

ترجمہ: اللہ تعالیٰ تمھارے ثواب اور اجر کو بڑا کرے۔

پھر اس کے بعد میت کے واسطے دعائے مغفرت کریں۔ اِس موقع کے متعلق حدیث شریف میں بھی ایک دعا ملتی ہے:

اَللّٰهُمَّ لَا تَحْرِمْنَا اَجْرَهُ وَلَا تَفْتِنَّا بَعْدَهُ. (مؤطا امام مالك:٦٠٩)

ترجمہ: اے اللہ! ان کی موت کے بعد ہمیں فتنے میں مت ڈالنا اور ان کے ثواب سے ہمیں محروم مت کرنا۔

میت کے گھر کھانے کی رسم

اِس موقع پر کچھ دین سے ناواقف لوگ طرح طرح کی رسم و رواج کو انجام دینے کی کوشش کیا کرتے ہیں، من جملہ ان میں سے ایک میت کے گھر کھانا کھانے کی رسم ہے کہ جب کسی کا انتقال ہوتا ہے تو اس کے رشتے دار اور تعلق والے کی طرف سے کئی دنوں تک کھانا کھلانے کا دور چلا کرتا ہے، جس طرح شادیوں کے موقع پر کھانے کا ایک دور چلتا ہے!

چناں چہ میت کا ایک رشتے دار آ کر کہتا ہے: آج تمام لوگوں کے لیے کھانے کا انتظام میں کروں گا، دوسری دن دوسرا کوئی آ کر اس طرح کھانے کے انتظام کی بات کرتا ہے، اس طرح یہ سلسلہ کئی دنوں تک چلتا ہے، یہ ایک بہت بری اور خلافِ شریعت رسم ہے، ساتھ ہی اس میں کئی برائیاں شامل ہیں، اس لیے اس سے اپنے آپ کو بچانے کا اہتمام کریں!

اس سلسلے میں تعلیمِ نبوی

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پاکیزہ تعلیم کی روشنی سے پتا چلتا ہے کہ: ایسے موقع پر جبکہ میت گھر میں موجود ہو، اس کے غسل و کفن- دفن میں مشغولی ہونے کی وجہ سے اس کے گھر والے اس دن کھانا نہیں پکا پاتے ہیں، اس لیے اس ایک دن ان کا کوئی رشتے دار کھانا پکا کر میت کے گھر والوں اور آئے ہوئے رشتے داروں کو کھلا دے تو اس میں کوئی

حرج نہیں ہے۔

جب حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا زاد بھائی: حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کا جنگِ موتہ میں انتقال ہوگیا، اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا:

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ جَعْفَرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: اِصْنَعُوْا لِآلِ جَعْفَرٍ طَعَامًا، فَإِنَّهُ قَدْ أَتَاهُمْ أَمْرٌ شَغَلَهُمْ. (سنن ابی داؤد، کتاب الجنائز، باب: صنعة الطعام لاهل الميت، رقم الحديث: ۳۱۳۲)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم جعفر کے خاندان والوں کے لیے کھانا تیار کرو؛ اس لیے کہ ان کے سامنے ایک ایسا امر پیش آیا ہے، جس نے ان کو مشغول کر دیا ہے۔

اِس مبارک مہینے میں عبادتوں کا ثواب بھی بڑھ جاتا ہے

دینی بہنو! یہ رمضان المبارک کا مہینہ ایسا ہے کہ اس میں تمام عبادتوں کا ثواب بھی کئی گنا کر کے بندوں کے اعمال ناموں میں لکھا جاتا ہے، اس لیے جتنا ہو سکے اس مہینے میں زیادہ سے زیادہ عبادتوں کو انجام دینے کی کوشش کریں، قرآنِ کریم کی تلاوت، تسبیحات کی پابندی اور کثرت سے صدقات وخیرات کا بھی اہتمام کرنا چاہیے۔

اعمال کا مدار نیتوں پر ہے

اِس بات سے بہت زیادہ خوشی ہوتی ہے کہ ہماری مستورات رمضان المبارک کا مہینہ شروع ہونے سے پہلے ہی تمام چیزوں کی تیاری کر لیتی ہیں، تمام کھانے کی چیزیں تیار کر کے فریز (Freeze) میں رکھ دیا کرتی ہیں؛ تاکہ رمضان المبارک میں زیادہ

وقت اور پریشانی لاحق نہ ہو۔

اگر یہ عمل اِس نیت سے انجام دیا جاتا ہو کہ ان تمام چیزوں کی رمضان سے پہلے تیاری کر دینے کی وجہ سے رمضان المبارک میں عبادت کا وقت زیادہ ملے گا اور ہم زیادہ عبادتیں کر سکیں گے، تو پھر کیا کہنا! ان کا یہ عمل بھی ثواب بن جاوے گا، اس لیے کہ اعمال کا مدار بندوں کی نیت پر ہوا کرتا ہے۔

لیکن کئی جگہ دیکھا گیا کہ رمضان سے پہلے رمضان کی تیاری اور رمضان میں بھی کھانے پکانے کی زیادہ مشغولی کی وجہ سے عبادت اور دعا بھی معمولی سی ہی ادا ہوتی ہے، ایسا نہیں ہونا چاہیے۔

اپنے مال کو زکاۃ دے کر پاک کرو!

دینی بہنو! ابھی کچھ دیر پہلے اس بات کا تذکرہ کر چکا ہوں کہ رمضان المبارک میں کثرت سے عبادتوں کا اہتمام کرنا چاہیے؛ اس لیے کہ اِس مبارک مہینے میں عبادتوں کا ثواب بڑھا چڑھا کر دیا جاتا ہے؛ چناں چہ سال پورا ہونے کی ترتیبِ شرعی سامنے رکھ کر اسی مبارک مہینے میں ہمیں اپنے مال کی زکاۃ نکالنے کا اہتمام کرنا چاہیے، ہمارے پاس جتنے زیورات، نقد اور مالِ تجارت ہو ان سب کا بالکل صحیح طریقے پر حساب کر کے اپنے مال کی زکاۃ ادا کرنی چاہیے۔

اس فریضے کو انجام دینے کا فائدہ یہ ہوگا کہ ہمارا مال، میل کچیل سے پاک صاف ہو جاوے گا، خود اللہ تعالیٰ کا پاک ارشاد ہے:

خُذۡ مِنۡ اَمۡوَالِهِمۡ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمۡ وَتُزَكِّيۡهِمۡ بِهَا وَصَلِّ عَلَيۡهِمۡ ؕ اِنَّ

صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ. (التوبہ:۱۰۳)

ترجمہ: (اے نبی!) تم ان کے مالوں میں سے صدقہ وصول کرو، جس کے ذریعے تم ان کو پاک اور صاف کردو اور (صدقہ لیتے وقت) تم ان کے لیے (برکت کی) دعا کردو، یقیناً تمھاری دعا ان کے لیے سکون کا ذریعہ ہوگی۔

رمضان کے بعد ہماری زندگی میں تبدیلی آنی چاہیے

دینی بہنو! آپ سے آخری درخواست ہے رمضان المبارک کا مہینہ اچھی طرح گزار کر، اس میں عبادتوں کو انجام دے کر، عید کے بعد اس کے انوارات اور برکات کو برباد مت کر دینا، بہت سے لوگوں کی عادت ہوتی ہے کہ وہ رمضان کا مہینہ تو بہت اچھی طرح گزارتے ہیں؛ لیکن رمضان کے بعد واپس پہلے جیسے تھے ویسے ہی ہوجاتے ہیں!

بعض لوگ تو عید ہی کے دن شریعت کے خلاف کام کر کے رمضان کے انوار ختم کردیتے ہیں، یہ طریقہ ٹھیک نہیں ہے؛ بلکہ رمضان المبارک کے بعد ہماری زندگی میں کچھ تبدیلیاں: دینی اور اعمالِ خیر کی زیادتی کی شکل میں آنی چاہیے، اسی وقت یہ کہا جاسکتا ہے کہ ہمارا رمضان عند اللہ مقبول ہے، ورنہ نعوذ باللہ! دوسری صورتِ حال ہے تو حسرت وندامت کے سوا کچھ ہاتھ نہیں لگے گا۔

بہر حال! اللہ تعالیٰ نے یہ زندگی دی ہے اور پھر سے رمضان دیا ہے تو اس کی قدر کرلو اور جو کچھ ہم سے گناہ اور کوتاہیاں ہوگئی ہیں اس کے لیے سحری، افطاری اور تہجد کے وقت، اللہ تعالیٰ سے رو رو کر معافی مانگ لو، ان شاء اللہ! اللہ معاف فرمادیں گے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو رمضان المبارک صحیح گزارنے کی توفیق عطا فرماوے، آمین!

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

امہات المؤمنین رضی اللہ عنہن کے متعلق ضروری باتیں

امہات المؤمنین رضی اللہ عنہن کے مبارک نام

① ام المؤمنین حضرت خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا۔

② ام المؤمنین حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا۔

③ ام المؤمنین حضرت عائشہ بنت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہا۔

④ ام المؤمنین حضرت حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہا۔

⑤ ام المؤمنین حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا۔

⑥ ام المؤمنین حضرت ام سلمہ بنت ابوامیہ رضی اللہ عنہا۔

⑦ ام المؤمنین حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا۔

⑧ ام المؤمنین حضرت جویریہ بنت حارث رضی اللہ عنہا۔

⑨ ام المؤمنین حضرت ام حبیبہ بنت ابی سفیان رضی اللہ عنہا۔

⑩ ام المؤمنین حضرت صفیہ بنت حیی رضی اللہ عنہا۔

⑪ ام المؤمنین حضرت میمونہ بنت حارث رضی اللہ عنہا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّاٰتِ اَعْمَالِنَا، مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَاھَادِیَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنْ لَّآاِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَاشَرِیْکَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَشَفِیْعَنَا وَحَبِیْبَنَا وَاِمَامَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّداً عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ، صَلَوَاتُ اللّٰہِ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَذُرِّیَّاتِہٖ وَاَھْلِ بَیْتِہٖ وَاَھْلِ طَاعَتِہٖ، وَبَارَکَ وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْراً کَثِیْراً، اَمَّا بَعْدُ!

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ، بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَاَزْوَاجُهٗۤ اُمَّهٰتُهُمْ. (الاحزاب:۶)

ترجمہ: نبی ایمان والوں کے ساتھ (خود) ان کی جان (اور ذات) سے بھی زیادہ تعلق رکھتے ہیں اور اس (نبی) کی بیویاں ان (ایمان والوں) کی مائیں ہیں (یعنی تعظیم وتکریم میں ماؤں کی طرح ہیں)۔ (از: تیسیر القرآن)

درسِ قرآن کی نیت

میری محترم ماؤں اور بہنو! بات شروع کرنے سے پہلے آپ سے ایک درخواست ہے کہ جب آپ گھر سے بیان سننے یا تعلیم کے لیے نکلیں تو درسِ قرآنِ مجید کی نیت سے نکلیں، ان شاء اللہ! اس کی برکت سے ثواب زیادہ ہوجائے گا، اللہ کا دین تو سیکھنا ہی ہے؛ لیکن ساتھ میں درسِ قرآن کی مجلس کی بھی نیت کرکے آیا کریں۔

حدیث کی باتوں میں برکت

دوسری بات یہ عرض کرنی ہے کہ: تین سال پہلے یہاں رمضان میں حضرت نبیٔ

کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پاک بیویاں جن کو ہم ''امہات المومنین'' کہتے ہیں، ان کی سیرت کے متعلق بیان کا سلسلہ شروع ہوا تھا اور اس سے پہلے تقریباً دس گیارہ سالوں کے درمیان قرآن میں جتنی عورتوں کے قصے آئے ہیں وہ الحمدللہ! بیان ہو چکے اور اللہ کے فضل سے اردو میں وہ کتاب بھی تین حصوں میں چھپ گئی جس کا نام ''قرآن میں آئے ہوئے خواتین کے واقعات'' ہے، اور تھوڑی ہی مدت میں ان شاء اللہ! گجراتی میں بھی آجائے گی۔

اس کے بعد یہ ارادہ ہوا ہے کہ حدیث میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پاک بیویوں کے حالات وواقعات اور جن عورتوں کے قصے آئے ہیں وہ آپ کے سامنے بیان کیے جاویں؛ اس لیے کہ حدیث کی باتوں میں بڑی برکت ہوتی ہے۔

جب کسی صحابیہ کا نام آوے تو ''رضی اللہ تعالیٰ عنہا'' پڑھیں

ایک درخواست یہ بھی ہے کہ جب بھی مجلس میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواجِ مطہرات کا نام آوے تو اس وقت ''رضی اللہ تعالیٰ عنہا'' ضرور پڑھیں، اس کی برکت سے ان پاک بیویوں کی محبت ہم کو نصیب ہوگی اور ان شاء اللہ! باری تعالیٰ قیامت کے دن ان کے ساتھ ہمارا حساب کتاب کر کے آسانی کا معاملہ فرمائیں گے۔

انسانی زندگی کے دو حصے

انسان کی زندگی کے دو حصے ہیں: ایک حصہ شادی سے پہلے کا ہے اور دوسرا حصہ شادی کے بعد کا ہے۔

شادی سے پہلے کے مسائل (Problems) الگ ہوتے ہیں اور شادی کے بعد کے مسائل الگ ہوتے ہیں۔

شادی کے بعد کی زندگی میں جو الجھنیں پیش آتی ہیں اُن کا حل (Solution) حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عملی زندگی (Practically Life) میں اپنی پاک بیویوں کے ساتھ زندگی گزار کر بتلا دیا کہ شادی کے بعد کی زندگی کیسے گزارنی ہے؟

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو زیادہ شادیوں کی اجازت (Permission) دینے کے فائدے

حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے یہ خصوصیت عطا فرمائی تھی کہ آپ چار سے زیادہ شادیاں کر سکتے ہیں اور اس کے بہت سارے فائدے بھی تھے، اس میں سے ایک سب سے بڑا فائدہ یہ تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جو گھر کے باہر کی زندگی تھی اس کے دیکھنے والے تو ہزاروں صحابہ رضی اللہ عنہم تھے، جنھوں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی دیکھی اور امّت تک اس کو پہنچایا؛ لیکن جو گھر کے اندر کی زندگی تھی وہ امّت تک پہنچانے کے لیے صرف ایک ہی ذریعہ تھا اور وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پاک بیویاں تھیں؛ چناں چہ انھوں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے گھریلو زندگی کا دین سکھا اور امّت کو پہنچایا جس کی بنیاد پر اسلام کی اشاعت ہوئی اور بہت سارے لوگ اسلام میں داخل ہوئے اور دوسرے سیاسی (Political) فائدے بھی بہت سارے ہوئے۔

ایک بات آپ کی جانکاری (Knowledge) کے لیے بتاتا ہوں کہ: حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ان گیارہ بیویوں میں سے تین قرآنِ کریم کی مکمل حافظہ تھیں:

(۱) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا (۲) حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا (۳) حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا۔

الحمدللہ! آج بھی بہت سے گھروں میں اس چیز کا ماحول ہے کہ اپنے بچوں اور

بچیوں کو حافظ بناتے ہیں، یہ اچھی بات ہے؛ لیکن اُن کو قرآن کا حافظ بنانے کے ساتھ ساتھ اچھا قرآن پڑھنے والی، تجوید سے پڑھنے والی بنانے کی فکر کرنی چاہیے۔ اللہ تعالیٰ اس کو قبول فرمائے، آمین!

بیوہ عورتوں سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شادی کرنے کی وجوہات

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے سوا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جتنی عورتوں سے نکاح ہوا وہ سب بیوہ تھیں، کسی کے شوہر کا انتقال ہوگیا تھا، کسی کو طلاق ہوگئی تھی۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان بیوہ عورتوں کا دل رکھنے کے لیے اور ان کی دل جوئی کے لیے ان سے نکاح کیا، جس سے ان بیوہ عورتوں کی مدد (help) ہوگئی اور سہارا بھی مل گیا اور ان کے خاندان والوں سے ان کا بوجھ بھی ہلکا ہوگیا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی صاحب زادی حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے شوہر جب جنگِ احد میں شہید ہوگئے اور وہ بیوہ ہوگئیں تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ بہت پریشان ہوئے کہ میری جوان بیٹی بیوہ (વિધવા) ہوگئی، تو اس موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کرلیا جس کی وجہ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بھی اطمینان ہوگیا اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو بھی اطمینان ہوگیا۔

حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا کا واقعہ

اسی طرح حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے شوہر ’’جن کا نام ابوسلمہ تھا‘‘ ان کا بھی انتقال ہوگیا، شوہر کے انتقال کی وجہ سے حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا بہت زیادہ غم میں ڈوبی ہوئی تھی، وہ خود فرماتی ہیں کہ: جب میرے شوہر ابوسلمہ کا انتقال ہوگیا تو میں نے اپنے جی میں کہا

کہ: اب ان سے بہتر اور اچھا کون ہو سکتا ہے؟

لیکن میں نے حضور ﷺ کی سکھلائی ہوئی یہ دعا پڑھی:

إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ، اللّٰهُمَّ أْجُرْنِي فِيْ مُصِيبَتِي هٰذه وَ اَخْلِفْ لِيْ خَيْرًا مِّنْهَا. (المسلم:۲۱۲۷)

ترجمہ: حضرت امِ سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ: اس دعا کی برکت سے میری عدت کے مکمل ہونے کے بعد حضور ﷺ نے سامنے سے مجھے پیغام بھیجا اور میرے ساتھ نکاح کرلیا؛ حالاں کہ میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ ابو سلمہ سے بھی اچھا کوئی شوہر ہو سکتا ہے؛ لیکن اس دعا کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کی شکل میں دنیا کا بہترین شوہر مجھے عطا فرمایا۔

دیکھیے! یہاں پر حضرت امِ سلمہ رضی اللہ عنہا جو کہ بیوہ تھیں اور اپنے شوہر کے انتقال کی وجہ سے حیران و پریشان تھیں اور بے سہارا ہوگئی تھیں، اس موقع پر حضور ﷺ ان کا سہارا بنتے ہیں اور ان سے نکاح کر لیتے ہیں، جس کی وجہ سے ان کو اطمینان ہو گیا۔

آپ کو بھی اس دعا کو پڑھنے کی تاکید کرتا ہوں، کوئی بھی مصیبت آ جاوے؛ چاہے جانی ہو یا مالی، کسی بھی قسم کی مصیبت اور نقصان ہو جائے تو اس موقع پر یہ دعا پڑھ لیجیے، ان شاء اللہ! اللہ تعالیٰ اس کی برکت سے اس سے بہتر اور اچھی چیز عطا فرما دیں گے۔

حضور ﷺ کی طرح امہات المؤمنین بھی امّت کے لیے نمونہ ہے

اللہ تعالیٰ نے حضرت نبئ کریم ﷺ کو امّت کے لیے نمونہ بنا کر بھیجا اور آپ ﷺ کی برکت سے بلا واسطہ فیض حاصل کرنے والی آپ ﷺ کی پاک بیویوں کو بھی امّت کے لیے نمونہ بنایا؛ لہذا ہم ان پاک بیویوں کے قصے اس نیت سے سنیں کہ ان کو

سن کر اس کے مطابق عمل کریں گے۔

ایک روایت کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گیارہ (۱۱) بیویاں تھیں، جن میں سے دو بیویوں کا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات ہی میں انتقال ہو گیا تھا:

(۱) حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا (۲) حضرت زینب بنتِ خزیمہ رضی اللہ عنہا۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پاک بیویوں میں دو زینب تھیں:

(۱) حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا، جن کا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی میں انتقال ہو گیا تھا۔

(۲) حضرت زینب بنتِ جحش رضی اللہ عنہا جو حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پھوپھی زاد بہن (اور بیوی) بھی ہوتی ہے، جن کا قصہ پہلے ''قرآن میں آئے ہوئے خواتین کے واقعات'' کے ضمن میں بیان ہو چکا ہے اور کتاب میں بھی چھپا ہوا موجود ہے۔

قرآنِ کریم میں امہات المومنین کا ذکرِ خیر

وہ عورتیں کتنی خوش نصیب ہوں گی جن کا اللہ تعالیٰ نے خود قرآنِ کریم میں ذکر کیا ہے، کسی جگہ پر ان کی صفات اور خوبیوں کو بیان فرمایا ہے، تو کہیں ان کو مخاطب کر کے امت کو پیغام دینے کے لیے ان کو تنبیہ فرمائی ہے؛ چناں چہ ایک جگہ پر ارشاد فرمایا:

وَالطَّيِّبٰتُ لِلطَّيِّبِيْنَ وَالطَّيِّبُوْنَ لِلطَّيِّبٰتِ ۚ اُولٰٓئِكَ مُبَرَّءُوْنَ مِمَّا يَقُوْلُوْنَ ۭ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ﴿٢٦﴾ (النور)

ترجمہ: اور پاکیزہ عورتیں پاکیزہ مردوں کے لیے مناسب ہیں اور پاکیزہ مرد پاکیزہ عورتوں کے لیے مناسب ہیں، جو (تہمت کی) بات وہ (منافق) لوگ کہتے ہیں وہ (نیک مرد اور عورتیں) اس سے بالکل بری (یعنی بے تعلق) ہیں، ان کے لیے (آخرت میں) مغفرت

ہے اور عزت کی روزی ہے۔

یہ آیتِ کریمہ حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پاک بیویوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے، جس میں اللہ تعالیٰ نے ان کو پاکیزہ اور نیک چلن بتلایا۔

سبحان اللہ! اللہ تعالیٰ جس کو پاکیزہ اور نیک کہہ دے، تو اس سے بڑی خوش نصیبی کیا ہو سکتی ہیں؟

دوسری جگہ ارشاد ہے:

یٰنِسَآءَ النَّبِیِّ لَسْتُنَّ کَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ.

ترجمہ: اے نبی کی عورتو! تم عام عورتوں کی طرح نہیں ہو۔

امہات المؤمنین کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے صبر وقناعت کا حکم

دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے ان امہات المؤمنین کے بارے میں ارشاد فرمایا:

یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَیٰوةَ الدُّنْیَا وَزِیْنَتَهَا فَتَعَالَیْنَ اُمَتِّعْكُنَّ وَاُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِیْلًا ﴿۲۸﴾

ترجمہ: اے نبی! تم اپنی بیویوں سے کہہ دو کہ: اگر تم دنیا کی زندگی اور اس کی رونق چاہتی ہو تو آؤ میں تم کو کچھ مال سامان (تحفہ میں) دے دوں اور میں تم کو اچھی طرح رخصت کر دوں۔

پھر آگے فرمایا:

وَاِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالدَّارَ الْاٰخِرَةَ.

ترجمہ: اور اگر تم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کو اور آخرت کے گھر کو چاہتی ہو۔

حضرت نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیویاں بھی انسان ہی تھیں اور انسان سے غلطی ہوتی

ہے، انھوں نے بھی غلطی سے آپ ﷺ سے کچھ مطالبہ کیا، ان کو معلوم نہیں تھا کہ اس کی وجہ سے آپ ﷺ کو تکلیف ہوگی اور اللہ تعالیٰ ناراض ہوں گے۔

چناں چہ! اللہ تعالیٰ نے آیت نازل فرما کر ازواجِ مطہرات کو خطاب کر کے فرمایا جس کا حاصل یہ ہے: اے نبی کی بیویو! تم زیادہ خرچ کی مانگ کر کے ان کو تکلیف مت پہنچاؤ؛ بلکہ جو کچھ ملے اس پر صبر اور شکر کرو۔

وہ بھی نبی کی بیویاں تھیں، امت کے جیسی عام عورتیں نہیں تھیں، بہت نیک، عبادت گزار، متقی اور دنیا کے عیش وعشرت سے دور رہنے والی تھیں، فوراً سنبھل گئیں اور اپنی غلطی پر معافی مانگ کر کہنے لگیں کہ: ہم نبی کے گھر میں صبر وشکر کے ساتھ رہیں گے اور جو ملے گا اس پر قناعت کریں گے۔

دنیوی عیش وعشرت کو چھوڑنے پر انعام

لیکن اس موقع پر ان نیک عورتوں نے دنیا کے چند دن کے عیش اور عشرت کو چھوڑ کر اللہ اور اس کے رسول کو اپنایا، تو اس کا اللہ تعالیٰ نے ان کو یہ انعام دیا اور فرمایا کہ:

فَإِنَّ اللّٰهَ أَعَدَّ لِلْمُحْسِنٰتِ مِنْكُنَّ أَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۲۹﴾

تو یقیناً اللہ تعالیٰ نے تم میں سے نیک عورتوں کے لیے بڑا ثواب تیار کر رکھا ہے۔

اور اس انعام میں اضافہ فرمایا:

وَمَنْ يَّقْنُتْ مِنْكُنَّ لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتَعْمَلْ صَالِحًا نُّؤْتِهَآ أَجْرَهَا مَرَّتَيْنِ ۙ وَأَعْتَدْنَا لَهَا رِزْقًا كَرِيْمًا ﴿۳۱﴾

ترجمہ: اور جو عورت تم میں سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتی ہے

اور نیک عمل کرتی ہے تو ہم اس کو اس کا ثواب دوگنا دیں گے اور ہم نے اس کے لیے عزت کی روزی تیار کر رکھی ہے۔

امت کی عورتوں کے لیے پیغام

اِن آیات میں اللہ تعالیٰ نے نبی کی بیویوں کو مخاطب کر کے صبر اور شکر کرنے کا حکم دیا ہے؛ لیکن اس میں قیامت تک آنے والی امت کی تمام عورتوں کے لیے پیغام اور سبق ہے۔

میری دینی بہنو! زندگی میں مصیبت اور تکلیف تو سب کو آتی ہے؛ لیکن اس تکلیف اور مصیبت کے موقع پر صبر اور شکر کرنے والے بہت کم لوگ ہوتے ہیں اور اس میں بھی عورتیں تو بہت ہی کم شکر کرنے والی ہوتی ہیں، جیسا کہ حدیث شریف میں ارشاد ہے:

عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبَّاسٍ رضی الله عنهما قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: أُرِيتُ النَّارَ فَلَمْ أَرَ مَنْظَرًا كَالْيَوْمِ قَطُّ أَفْظَعَ وَرَأَيْتُ أَكْثَرَ أَهْلِهَا النِّسَاءَ. قَالُوا: بِمَ يَا رَسُولَ اللهِ؟ قَالَ: بِكُفْرِهِنَّ. قِيلَ: يَكْفُرْنَ بِاللهِ؟ قَالَ: يَكْفُرْنَ الْعَشِيرَ وَيَكْفُرْنَ الإِحْسَانَ لَوْ أَحْسَنْتَ إِلَى إِحْدَاهُنَّ الدَّهْرَ كُلَّهُ ثُمَّ رَأَتْ مِنْكَ شَيْئًا قَالَتْ: مَا رَأَيْتُ مِنْكَ خَيْرًا قَطُّ. (البخاري، باب صلاة الكسوف:۲۰۵۱)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مجھے (معراج میں) جہنم دکھائی گئی، میں نے ایسا خوفناک منظر آج تک کبھی نہیں دیکھا اور میں نے جہنم میں زیادہ تر عورتوں کو دیکھا۔

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! کس وجہ سے (یہ عورتیں جہنم

میں زیادہ تعداد میں ہیں)؟

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اپنی ناشکری کی وجہ سے۔

عرض کیا گیا: کیا یہ اللہ تعالیٰ کی ناشکری کرتی ہیں؟

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یہ اپنے خاوند کی ناشکری کرتی ہیں اور احسان فراموشی بھی کرتی ہیں، اگر تم نے ان عورتوں میں سے کسی ایک کے ساتھ زمانہ بھر احسان کا معاملہ کیا، پھر وہ تم سے کوئی ناگوار بات دیکھے، تو تم سے کہے گی: میں نے تو تم سے کبھی خیر دیکھی ہی نہیں۔

میری بہنو! دیکھو! حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جہنم میں عورتوں کی کثرت کی وجہ ناشکری بتلائی، اللہ تعالیٰ ہم سب کی اس سے حفاظت فرمائے، آمین!

اس لیے زندگی میں جب بھی کوئی مصیبت یا پریشانی آئے تو ہم اس موقع پر صبر اور شکر سے کام لیں، کبھی بھی اپنی زبان سے شکوہ اور شکایت کے الفاظ نہ نکالیں، اس کی برکت سے اللہ تعالیٰ دنیا میں اس مصیبت اور پریشانی سے ان شاء اللہ! چھٹکارا عطا فرمائیں گے اور آخرت میں بہت زیادہ ثواب عطا کریں گے۔

امہات المؤمنین رضی اللہ عنہن کو تنبیہ

آگے امہات المؤمنین رضی اللہ عنہن کو یہ بھی فرمایا کہ:

يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ مَنْ يَّاْتِ مِنْكُنَّ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ يُّضٰعَفْ لَهَا الْعَذَابُ ضِعْفَيْنِ ؕ وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا ﴿۳۰﴾

ترجمہ: اے نبی کی عورتو! جو تم میں سے کھلی بے حیائی کا کام کریں تو ایسی عورت کی

سزا بڑھا کر ڈبل عذاب کر دیا جائے گا اور ایسا کرنا تو اللہ تعالیٰ کے لیے بہت آسان ہے۔

دینی بہنو! غور کرنے کی بات ہے کہ حضور ﷺ کی پاک بیویاں جو کہ بڑی نیک اور متقی تھیں، گناہوں سے دور رہنے والی تھیں، پھر بھی اللہ تعالیٰ اُن کو تنبیہ کے انداز میں ارشاد فرما رہے ہیں تو ہمیں اللہ تعالیٰ سے کتنا ڈرنے کی ضرورت ہے؟ اور ایسے بھی ایک مسلمان کو اللہ تعالیٰ کی شان دیکھتے ہوئے اُس سے بہت ڈرنا چاہیے، خاص طور پر جب کہ وہ خود فرما رہے ہیں:

اِنَّ بَطْشَ رَبِّكَ لَشَدِيْدٌ ﴿١٢﴾ (البروج)

ترجمہ: یقیناً تمھارے رب کی پکڑ بہت سخت ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کی اپنے عذاب اور پکڑ سے پوری پوری حفاظت فرمائے، آمین!

اللہ تعالیٰ کے یہاں معیار تقویٰ ہے، نہ کہ تعلق

آگے اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کی بیویوں کو ایک خاص (Special) حکم دیا اور اُن کے ذریعے سے ساری مسلمان عورتوں کو حکم دیا، ذرا دھیان اور توجہ سے اِس حکم کو سنو!

يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ.

ترجمہ: اے نبی کی عورتو! تم عام عورتوں کی طرح نہیں ہو۔

بلکہ تمھارا مقام اور مرتبہ دوسری عورتوں سے زیادہ ہیں۔ اِس سے حضور ﷺ کی بیویوں کی فضیلت اور مرتبہ ثابت ہوتا ہے، پھر اللہ تعالیٰ آگے فرماتے ہیں:

اِنِ اتَّقَيْتُنَّ.

اگر تم (اللہ تعالیٰ سے) ڈرتی ہو۔

دیکھیے! نبی کی بیویوں کو- جو کہ اِس امت کے سارے ایمان والوں کی مائیں ہیں- اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں کہ: تمھارے اندر اللہ کا ڈر اور خوف ہوگا، تب ہی تم دوسری عورتوں کے مقابلے میں بڑھی ہوئی ہوگی۔

لیکن تمھارے اندر اللہ تعالیٰ کا خوف اور ڈر نہیں ہیں تو یہ مت سوچنا کہ ہم تو نبی کی بیویاں ہیں، اگر ہم عمل نہیں کریں گی یا اُس میں کوتاہی کریں گی تو چلے گا۔

نہیں! بلکہ نبی کی فیملی میں ہونے کی وجہ سے تمھارے اندر تقویٰ اور دین داری دوسروں کے مقابلے میں زیادہ ہونا چاہیے۔

حضرت نوح علیہ السلام اور حضرت لوط علیہ السلام کی بیویاں ایمان والی نہیں تھیں، کافرہ تھیں، تو محض نبی کی بیوی ہونا، ان کو نہیں بچا پایا؛ بلکہ اللہ تعالیٰ نے اُن کو ان کے کفر کی وجہ سے جہنمی بنا دیا۔

لہذا دینی بہنو! ایک نبی کی بیوی کو نافرمانی کرنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ عذاب دیں گے؛ حالاں کہ وہ اللہ کے سب سے نیک بندوں کی بیویاں ہیں تو اگر ہم اللہ تعالیٰ کی نافرمانی اور غلط کام کریں گے اور شریعت کے مطابق زندگی نہیں گزاریں گے، تو کیا اللہ تعالیٰ ہمیں عذاب نہیں دیں گے؟

صرف بڑے خاندان کا ہونا، یا بڑے آدمی کے خاندان سے ہونا ہم کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے نہیں بچا پائے گا؛ بلکہ جو چیز ہم کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچانے والی ہے وہ اللہ تعالیٰ کا خوف اور ڈر ہے اور اس کی نافرمانی سے بچنا ہے۔

ازواجِ مطہرات پوری امت کی مائیں ہیں

ایک اور جگہ قرآنِ کریم میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے امہات المؤمنین کے مقام و مرتبے کو بتانے کے لیے فرمایا:

وَاَزْوَاجُهٗۤ اُمَّهٰتُهُمْ.

ترجمہ: اور اس (نبی) کی بیویاں ان (ایمان والوں) کی مائیں ہیں۔

یعنی جس طرح اپنی حقیقی ماں کا ادب و احترام ضروری ہے اسی طرح ان کا بھی ادب اور احترام ضروری ہے؛ بلکہ اس سے بھی زیادہ ہے اور ان کی شان میں بے ادبی اور گستاخی کرنا ان کو تکلیف پہنچانا اسی طرح حرام اور ناجائز ہے جس طرح اپنی حقیقی ماں کی بے ادبی کرنا اور ان کو تکلیف پہنچانا ناجائز اور حرام ہے۔

کیوں کہ جو آدمی امہات المؤمنین کو تکلیف پہنچاتا ہے گویا وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تکلیف پہنچاتا ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تکلیف پہنچانا حرام ہے۔

اس لیے امہات المؤمنین کی شان میں ادنیٰ سی بھی گستاخی سے ہمیں اپنے آپ کو بچانا چاہیے اور دل سے ان کا ادب واحترام کرنا چاہیے اور اگر اللہ تعالیٰ نے کسی کو وسعت عطا فرمائی ہے تو عید الاضحیٰ کے موقع پر ان تمام بیویوں کے نام پر الگ الگ قربانی کرنی چاہیے اور اتنی وسعت نہیں ہے تو ایک سال ایک بیوی کی، دوسرے سال دوسری بیوی کی، تیسرے سال تیسری بیوی کی کرنی چاہیے یا کم از کم تمام بیویوں کے نام پر ایک ساتھ ایک قربانی کردیں۔

ان شاء اللہ! اس کی برکت سے ان کی روحانی توجہ تمھاری طرف متوجہ ہوگی اور وہ آخرت میں بیٹھ کر آپ کے لیے دعائیں کریں گے۔

امہات المؤمنین کے واسطے سے امت کی ماں بہنوں کو حکم اجنبی مردوں سے نرم لہجے میں بات نہ کریں

آگے اللہ فرماتے ہیں:

فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ الَّذِيْ فِيْ قَلْبِهٖ مَرَضٌ وَّقُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ﴿۳۲﴾

ترجمہ: تو تم نزاکت (یعنی لچک) کے ساتھ بات نہ کیا کرو، سو (اس کی وجہ سے) جس کے دل میں روگ ہوتا ہے وہ لالچ کرنے لگے گا اور بھلائی والی باتیں تم کہا کرو۔

یعنی اگر اجنبی مرد سے بات چیت کرنے کی ضرورت پڑے تو تم نرم بات مت کرنا، نزاکت سے بات مت کرنا، میٹھے (Sweet) لہجے میں بات مت کرنا؛ بلکہ تھوڑے سخت اور کڑک لہجے میں پردے کے پیچھے سے بات کرنا اور ضرورت کے بہ قدر کرنا؛ تاکہ اجنبی مرد کے اندر لالچ، گندا خیال اور گندا ارادہ پیدا نہ ہو۔

سبحان اللہ! کیسی جامع ہماری شریعت ہے کہ زنا کا جو پہلا راستہ (Step) ہے، پرائے اور اجنبی آدمی سے بات کرنا، اُسی پر روک (Break) لگادی۔

اور اسی طرح جتنے بھی زنا کاری کی طرف لے جانے والے راستے ہیں، اُن پر بھی ایسے پہرے (Boundaries) لگادیے کہ آدمی زنا کاری اور بدکاری کرنے کی بات تو دور، اُس کے قریب بھی نہیں جاسکتا۔

میں اپنی جوان بیٹیوں کو خاص کر کے کہوں گا کہ: ہرگز کسی اجنبی مرد سے نرم لہجے میں بات نہ کریں اور اگر بات کرنے کی ضرورت پڑ جائے: مثلاً کسی دکان پر گھر کا سامان خریدنے جائے تو تھوڑا سخت اور کڑک آواز میں بات کریں۔

اجنبی مرد سے بات کرنے کے آداب

میں آپ کو اجنبی مردوں سے بات کرنے کے کچھ آداب بتلاتا ہوں؛ تا کہ کبھی بات کرنے کی ضرورت پڑے تو اِن باتوں کا خیال کرتے ہوئے بات کرو:

① مختصر ہو، ہو سکے تو ''ہاں'' یا ''نا'' سے جواب دیں۔

② سخت اور کڑک لہجے میں ہو۔

③ لہجے میں کشش (Attraction) نہ ہو۔

④ پردے کے پیچھے سے ہو۔

⑤ ضرورت کے بہ قدر ہو۔

⑥ اپنے محرم کی حاضری یا واسطہ ہو۔

سخت لہجے میں بات کرنے کا حکم دینے کی وجہ

بہر حال! اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بیویوں کو نرم و نازک اور میٹھے لہجے میں بات کرنے سے منع کیا اور یہ حکم صرف آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بیویوں کے لیے نہیں ہے؛ بلکہ قیامت تک آنے والی تمام عورتوں کے لیے یہ حکم ہے۔

دراصل مدینہ منورہ میں منافقین کا ایک گروپ (Group) تھا۔

''منافق'' اس کو کہتے ہیں جو زبان سے تو اپنے آپ کو مسلمان کہے؛ لیکن اُس کے دل میں کفر ہو۔

ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ قرآن میں فرماتے ہیں کہ:

اِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ فِی الدَّرْکِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ. (النساء)

ترجمہ: یقینی بات ہے کہ منافق لوگ آگ کے سب سے نچلے طبقے میں ہوں گے۔

تو یہ لوگ مسلمان عورتوں کو چھیڑتے تھے، اُن کو پھنسانے کی کوشش کرتے تھے۔

اس لیے اللہ تعالیٰ نے یہ حکم دیا کہ: نرم لہجے میں ہرگز بات مت کرنا، روکھے انداز میں اور سخت لہجے میں بات کرنا۔

دینی بہنو! مجھے معاف کرنا؛ لیکن جو بات ہے وہ میں کہتا ہوں کہ: آج کل ہماری بہنیں جب کسی پرائے اور اجنبی مرد سے بات کرتی ہیں تو بالکل نرم اور نازک لہجے میں کرتی ہیں اور جب اپنے شوہر سے بات کرتی ہیں، تو لڑنے کے انداز میں بات کرتی ہیں اور بعض مرتبہ تو اِسی لیے گھروں میں جھگڑے پیدا ہوتے ہیں۔

نامحرموں سے سخت اور اپنے شوہروں سے نرمی سے بات کرو

اس لیے آج رمضان کے اِس مبارک مہینے میں، درسِ قرآن کی اِس مبارک مجلس میں، یہ ارادہ کر کے اٹھو کہ، ان شاء اللہ! قرآن کی اِس آیت پر عمل کرتے ہوئے، جب کبھی ضرورت اور مجبوری میں کسی غیر مرد اور نامحرم سے بات کرنے کی نوبت آئے گی تو کڑک لہجے میں بات کریں گے اور اپنے شوہر سے ایسے نرم اور میٹھے لہجے میں بات کریں گے کہ: اُس کا دل کبھی کسی غیر عورت کی طرف مائل نہیں ہوگا۔

دوسرا حکم: عورتوں کے لیے اصل پردہ گھر کی چہار دیواری ہے

آگے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وَقَرۡنَ فِیۡ بُیُوۡتِکُنَّ.

ترجمہ: اور (اے ایمان والی عورتو!) تم اپنے گھروں میں قرار سے رہو۔

دینی بہنو! اصل پردہ تو گھر کی چہار دیواری ہے، جس کو ''حِجَابٌ بِالْبَیْتِ'' کہا جاتا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ:

صَلَاةُ الْمَرْأَةِ فِي بَيْتِهَا أَفْضَلُ مِنْ صَلَاتِهَا فِي حُجْرَتِهَا. (ابو داؤد: ۵۷۰)

یعنی عورت کے لیے بہتر یہ ہے کہ وہ اپنے گھر کی ایک کوٹھری میں نماز پڑھے اور جتنا ہو سکے اُتنا ایسے روم میں نماز پڑھے جو گھر کے خوب اندر ہو۔

تیسرا حکم: بناؤ سنگھار کر کے اجنبی مردوں کے سامنے مت آؤ!

آگے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُولَى.

ترجمہ: اور پہلی جاہلیت کی طرح (پرائے مردوں کو) اپنا بناؤ سنگار (یعنی میک اپ دکھلاتی مت پھرو۔

یعنی پہلی جاہلیت کی عورتوں کی طرح کھلم کھلا (Open) زیب و زینت اور بناؤ سنگار کر کے مردوں کے سامنے گھر سے باہر مت نکلو، تمھارا بناؤ سنگار، تمھارا میک اپ (Make Up)، بدن کی بناوٹ کسی کے سامنے ظاہر نہیں ہونی چاہیے۔

''جاہلیتِ اُولیٰ'' یعنی پہلی جاہلیت، اسلام کے آنے سے پہلے کی جاہلیت کو ''جاہلیتِ اُولیٰ'' کہتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے ''الْجَاهِلِيَّةِ الْأُولَى'' کہہ کر اِس طرف اشارہ کر دیا کہ: ایک اور جاہلیت آنے والی ہے، جس میں پہلی جاہلیت کی طرح عورتیں کھلم کھلا زیب و زینت اور بناؤ سنگار کر کے گھروں سے نکلیں گی۔

ضرورت کے وقت مکمل پردے کے ساتھ گھر سے نکلیں

ہاں! اگر کسی ضرورت کی وجہ سے گھر سے نکلنا پڑے: جیسے اپنے ماں باپ، چچا، ماموں، وغیرہ سے ملنے جانا ہو، یا اُن میں سے کوئی بیمار ہوگیا ہو اور عیادت کے لیے جانا ہو، یا ڈاکٹر کے پاس علاج کے لیے جانا پڑے، یا حج کرنے کے لیے جانا ہو، یا دینی مجلس میں جانا ہو، تو اس موقع پر ہمیں کیا کرنا چاہیے، اِس کی بھی اللہ تعالیٰ نے اپنے بندیوں کو رہنمائی فرما دی ہے: چناں چہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَبَنٰتِكَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِيْنَ يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ ؕ ذٰلِكَ اَدْنٰٓى اَنْ يُّعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۵۹﴾

ترجمہ: اے نبی! تم اپنی بیویوں سے اور اپنی بیٹیوں سے اور (قیامت تک آنے والی تمام) ایمان والی عورتوں سے کہہ دو کہ: وہ اپنی چادریں (تھوڑی سی) اپنے (منہ کے) اوپر جھکا (یعنی لٹکا) لیا کریں، اس طریقے میں اس بات کی زیادہ امید ہے کہ وہ (آزاد عورت ہے یہ) پہچان لی جائیں گی؛ لہذا وہ ستائی نہیں جائیں گی اور اللہ تعالیٰ تو بہت معاف کرنے والے، سب سے زیادہ رحم کرنے والے ہیں۔

آج کل اسی کی ایک شکل برقع ہے۔

مجبور عورت ضرورت کے بہ قدر گھر سے نکلے

یہاں پر ایک مسئلے کی وضاحت کر دیتا ہوں، وہ یہ کہ: کسی عورت کو گھر کے خرچے کے لیے روپیوں، پیسوں کی ضرورت پڑے اور اُس کی کوئی مدد کرنے والا نہ ہو اور گھر میں کوئی مرد کمانے والا بھی نہ ہو، تو یہ عورت مکمل پردہ کر کے گھر سے کمانے کے لیے نکل

سکتی ہے۔

لیکن کوئی عورت ضرورت مند نہیں ہے، پھر بھی وہ زیادہ پیسوں کی لالچ میں گھر سے باہر نکلتی ہے، تو شریعت میں اِس کی بالکل اجازت نہیں ہے۔

پردہ کن سے کرنا ہے اور کن سے نہیں

اسی سورت میں ایک آیت ہے جو عورتوں کے پردے کے احکام کے متعلق ہے کہ: کن سے پردہ کرنا ہے اور کن سے نہیں؟

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اُس کو بھی یہاں پر ذکر کر دوں۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

لَا جُنَاحَ عَلَيْهِنَّ فِيْٓ اٰبَآئِهِنَّ وَلَآ اَبْنَآئِهِنَّ وَلَآ اِخْوَانِهِنَّ وَلَآ اَبْنَآءِ اِخْوَانِهِنَّ وَلَآ اَبْنَآءِ اَخَوٰتِهِنَّ وَلَا نِسَآئِهِنَّ وَلَا مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُنَّ ۚ وَاتَّقِيْنَ اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدًا ﴿۵۵﴾

ترجمہ: ان (نبی کی عورتوں) پر اپنے باپوں کے سامنے اور اپنے بیٹوں کے سامنے اور اپنے بھائیوں کے سامنے اور اپنے بھائیوں کے بیٹوں (یعنی بھتیجوں) کے سامنے (آنے میں) اور اپنی بہنوں کے بیٹوں (یعنی بھانجوں) کے سامنے (آنے میں) اور اپنی عورتوں (جن سے عام طور پر ملنا جلنا رہتا ہے) کے سامنے (آنے میں) اور اپنی باندیوں کے سامنے (بغیر پردہ آنے میں) کوئی گناہ کی بات نہیں ہے اور تم اللہ تعالیٰ سے ڈرتی رہو، یقین رکھو! ہر چیز اللہ تعالیٰ کے سامنے ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پاک بیویوں کو مخاطب کرکے یہ حکم قیامت تک آنے والی تمام

عورتوں کو بتلایا جا رہا ہے کہ: غیر محرم سے پردہ ضروری ہے۔

یہاں پر ایک مسئلہ اور بتلا دوں کہ: ایک مسلمان عورت کو دوسری غیر مسلم عورت سے پردہ کرنا چاہیے۔

آج کل ہماری بہنوں کو یہ مسئلہ معلوم نہیں ہے؛ اِس لیے وہ اُن سے پردہ نہیں کرتی؛ لہذا اگر غیر مسلم ڈاکٹر عورت کے پاس چیک اپ (Check Up) کے لیے جانا پڑے تو اُن سے بھی احتیاط کرنا چاہیے، بدن کا کوئی حصہ دکھانے کی ضرورت پڑے تو اُتنا ہی حصہ کھولے جتنے کی ضرورت ہو۔

ایک مسئلے کی وضاحت

یہاں پر ایک بات اور عرض کردوں کہ: کچھ عورتوں کی یہ غلط شیطانی عادت ہوتی ہے کہ وہ غیر مردوں کو گندی اور شہوت کی نظر سے دیکھتی ہیں۔

یاد رکھو! یہ گناہ کا کام ہے، جو مرد محرم نہ ہو اس کو دیکھنا فتنے کا ذریعہ بن سکتا ہے۔

حضرت عبد اللہ ابنِ ام مکتوم رضی اللہ عنہ ایک نابینا صحابی تھے، ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھر پر آئے، وہاں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دو پاک بیویاں بھی بیٹھی ہوئی تھیں، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو فرمایا کہ: پردہ کرلو۔

وہ کہنے لگیں کہ: یہ تو نابینا ہے؟

حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: وہ نابینا ہے، تم تو نہیں ہو؟

عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ: أَنَّهَا كَانَتْ عِنْدَ رَسُولِ اللهِ ﷺ، وَمَيْمُونَةَ، قَالَتْ: فَبَيْنَا نَحْنُ عِنْدَهُ أَقْبَلَ ابْنُ أُمِّ مَكْتُومٍ فَدَخَلَ عَلَيْهِ- وَذٰلِكَ بَعْدَ مَا أُمِرْنَا بِالْحِجَابِ- فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: احْتَجِبَا مِنْهُ. فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ!

أَلَيْسَ هُوَ أَعْمٰى لَا يُبْصِرُنَا وَلَا يَعْرِفُنَا؟ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: أَفَعَمْيَاوَانِ أَنْتُمَا؟ أَلَسْتُمَا تُبْصِرَانِهِ؟ (الترمذی:۲۷۷۸)

ترجمہ: ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ: میں رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس تھیں اور حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا بھی موجود تھیں، اسی دوران کہ ہم دونوں آپ کے پاس بیٹھی تھیں، حضرت عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ آئے اور آپ کے پاس پہنچ گئے- یہ اس وقت کی بات ہے کہ جب ہمیں پردے کا حکم دیا جا چکا تھا- تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم دونوں اِن سے پردہ کرو۔ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! کیا وہ اندھے نہیں ہیں؟ نہ وہ ہمیں دیکھ سکتے ہیں؟ اور نہ ہمیں پہچان سکتے ہیں؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا تم دونوں بھی اندھی ہو؟ کیا تم دونوں انھیں دیکھتی نہیں ہو؟

اسی طرح قرآنِ کریم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ.

اور (اے نبی!) تم ایمان والی عورتوں کو (بھی) کہو کہ: وہ اپنی نظروں کو نیچے رکھا کریں۔

اس لیے میری دینی بہنو! اس طرح کی گندی اور بری حرکت سے اپنے آپ کو بھی بچاؤ اور کوئی دوسری بہن اس میں مبتلا ہے تو اس کو بھی بچاؤ۔

دین کے مسائل سیکھنے کی سخت ضرورت ہے

آگے اللہ فرماتے ہیں:

وَاَقِمْنَ الصَّلٰوةَ.

اور تم نماز قائم کرتی رہو۔

یعنی نمازوں کو اُن کے اوقات میں تمام فرائض، واجبات، سنتوں اور مستحبات کے ساتھ قائم کرو۔

دینی بہنو! آج کل نمازوں میں بہت کوتاہی پائی جاتی ہے، سب سے پہلے تو ہم نماز ہی نہیں پڑھتے اور اگر کبھی پڑھتے بھی ہیں تو صرف اٹھک بیٹھک ہوتی ہے، ہمیں یہی نہیں پتا کہ نماز کے فرائض، واجبات اور سنتیں کیا ہیں؟

اور اِس سے بھی آگے بتلاؤں کہ: ہمارے بھائیوں اور بہنوں کو وضو اور غسل تک کے فرائض معلوم نہیں، بیچارے ایسے وضو، یا غسل کرتے ہیں کہ اُن کا وضو اور غسل بھی صحیح نہیں ہوتا۔

اب بتلاؤ: اگر ہم اِسی وضو یا غسل کے ساتھ نماز پڑھیں گے، تو کیا ہماری نماز اللہ کے دربار میں قبول ہوگی؟

اِس لیے دینی بہنو! ہمیں دین کے مسائل سیکھنے کی خوب ضرورت ہے۔

ہماری بہنوں کی ایک اور کوتاہی میں بتلاتا ہوں، وہ یہ کہ: نماز ایسے باریک کپڑے پہن کر، یا باریک دوپٹے اوڑھ کر پڑھتی ہیں کہ بدن کے اندر کے حصے (Parts) دکھائی دیتے ہیں، دوپٹے کے پیچھے کے بال نظر آتے ہیں۔

یاد رکھو، دینی بہنو! اگر نماز شروع کرنے سے پہلے ہی ہمارے بدن کا چوتھائی حصہ یا سر کے بالوں کا چوتھائی حصہ دکھائی دے رہا ہے، تو نماز شروع کرنا ہی صحیح نہ ہوگا۔

اِس لیے بڑے درد دِل کے ساتھ یہ درخواست کرتا ہوں کہ: آج سے یہ ارادہ کرلو کہ: ہم إن شاء اللہ! وضو، غسل، نماز، روزے اور زکوۃ کے مسائل کسی نہ کسی عالمہ کے پاس جاکر سیکھیں گی۔

اپنے مالوں کی زکاۃ نکالیے

آگے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وَاٰتِيْنَ الزَّكٰوةَ.

اور تم زکاۃ دیتی رہو۔

اگر کوئی عورت بالغہ اور مال دار ہے اور زکاۃ کے واجب ہونے کے ساری شرطیں پائی جا رہی ہیں، ’’جن کو آپ علما سے معلوم کر سکتی ہو، یہاں اُن کے بیان کرنے کا وقت نہیں ہے‘‘ تو اُس پر خود اپنے مال کی زکاۃ ادا کرنا فرض ہے، اُس کے شوہر پر نہیں۔ ہاں! اگر شوہر خود بیوی کے کہنے سے اپنے مال میں سے ادا کر دے تو الگ بات ہے۔

ہماری بہت ساری بہنوں کے پاس سالوں سال سے سونے اور چاندی کے زیور، گہنے اور نقد (Cash) روپیے پڑے ہیں؛ لیکن آج تک انھوں نے ایک سال کی بھی زکاۃ ادا نہیں کی۔

اب آپ ہی بتاؤ کہ: اللہ تعالیٰ کتنے ناراض ہوں گے؟

اِس لیے ارادہ کرو کہ: بالغ ہونے کے بعد سے ہماری آج تک کی جتنی زکاۃ باقی ہے علما سے معلوم کر کے اسے ادا کریں گے۔

خوب صورتی کیسے آتی ہے؟

آگے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وَاَطِعْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ.

ترجمہ: اور تم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتی رہو۔

اِس کے بعد فرمایا:

اِنَّمَا يُرِيدُ اللّٰهُ لِيُذۡهِبَ عَنۡكُمُ الرِّجۡسَ اَهۡلَ الۡبَيۡتِ وَيُطَهِّرَكُمۡ تَطۡهِيۡرًا ﴿۳۳﴾

ترجمہ: اے نبی کے گھر والو! اللہ تعالیٰ تو یہ چاہتے ہیں کہ (ہر قسم کی) گندگی تم سے دور رکھیں اور تم کو پورا پاک صاف رکھیں۔

یعنی یہ جو احکام بتلائے: جیسے نرم نرم آواز سے بات نہ کرنا، اچھی اور بھلی بات کرنا، اپنے گھروں میں جم کر رہنا، نماز قائم کرنا، اپنے مال کی زکاۃ ادا کرنا اور اللہ اور رسول کا کہنا ماننا، ان سب باتوں کا حکم دے کر تمھیں مشقت اور تکلیف میں ڈالنا مقصد نہیں ہے؛ بلکہ یہ اِس لیے بتلائے جا رہے ہیں؛ تاکہ تم سے شرک، گناہ اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کو دور کر دے اور تم کو ظاہر اور باطن کے اعتبار سے، عقیدے اور اخلاق (Character) کے اعتبار سے بالکل پاک کر دے۔

دینی بہنو! انسان کے اندر خوب صورتی تقویٰ سے، اچھے اخلاق اور اچھے اعمال سے آتی ہے، گورا ہونے سے، میک اپ کرنے سے، اپنے چہرے پر بہت سارا پاؤڈر (Powder) لگانے سے، اپنی Hair Style بدلنے سے نہیں آتی ہے۔

اس لیے اپنے اندر اچھے اخلاق پیدا کرو، تقویٰ والی زندگی گذارو، اپنے آپ کو اچھے اعمال کا پابند بناؤ، یہی چیزیں کام آنے والی ہیں؛ باقی تو سب فنا ہو جانے والا ہے۔

ازواجِ مطہرات سے کسی امتی کا نکاح جائز نہیں

آگے آیتِ کریمہ میں یہ بات بتلائی گئی کہ:

وَلَاۤ اَنۡ تَنۡكِحُوۡۤا اَزۡوَاجَهٗ مِنۡۢ بَعۡدِهٖۤ اَبَدًا ؕ اِنَّ ذٰلِكُمۡ كَانَ عِنۡدَ اللّٰهِ عَظِيۡمًا ﴿۵۳﴾

ترجمہ: اور تمھارے لیے نبی کے بعد کبھی بھی ان کی بیویوں سے نکاح کرنا جائز

نہیں ہے، یہ (ان کی بیویوں سے نکاح کرنا) یقیناً اللہ تعالیٰ کے یہاں بہت بڑا گناہ ہوگا۔

یعنی حضور ﷺ کی وفات کے بعد آپ ﷺ کی بیویوں سے شادی کرنا جائز نہیں؛ کیوں کہ وہ ہماری روحانی مائیں ہیں اور ماں سے احترام اور ادب کی وجہ سے شادی جائز نہیں ہے؛ اِس لیے اِن سے بھی ادب اور احترام (Respect) کی وجہ سے شادی کرنا جائز نہیں۔

ان کے ساتھ شادی کے ناجائز ہونے کی ایک اور وجہ (Reason) علما نے یہ بیان کی کہ: تمام انبیا علیہم السلام اپنی اپنی قبروں میں زندہ ہیں، جیسا کہ حدیثِ پاک میں آتا ہے کہ:

اَلْأَنْبِیَاءُ أَحْیَاءٌ فِيْ قُبُوْرِهِمْ یُصَلُّوْنَ. (مسندِ ابو یعلیٰ، رقم الحدیث: ۳۴۲۵)

ترجمہ: انبیا اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور نماز پڑھتے ہیں۔

اب یہ مسئلہ تو سب کو پتا ہے کہ زندہ آدمی کی بیوی سے شادی کرنا جائز نہیں اور چوں کہ حضور ﷺ بھی اپنی قبر میں زندہ ہیں؛ اس لیے آپ ﷺ کی بیویوں سے بھی شادی کرنا قیامت تک جائز نہیں ہے۔

ازواجِ مطہرات کی چاہت

خود اللہ کے رسول ﷺ کی پاک بیویاں بھی اس بات کو چاہتی تھیں کہ وہ جنت میں بھی آپ ﷺ کے ساتھ رہیں، یہی وجہ ہے کہ آپ ﷺ کی ازواجِ مطہرات میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا جو سب سے کم عمر تھیں اور بہت ہی چھوٹی عمر میں بیوہ ہوگئی تھیں؛ لیکن اس کے باوجود انھوں نے حضور ﷺ کے بعد کسی سے نکاح نہیں کیا۔

امہات المؤمنین کے متعلق امت کو ہدایات

ایک جگہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُیُوْتَ النَّبِیِّ اِلَّاۤ اَنْ یُّؤْذَنَ لَكُمْ اِلٰى طَعَامٍ غَیْرَ نٰظِرِیْنَ اِنٰىهُ ۙ وَ لٰكِنْ اِذَا دُعِیْتُمْ فَادْخُلُوْا فَاِذَا طَعِمْتُمْ فَانْتَشِرُوْا وَ لَا مُسْتَاْنِسِیْنَ لِحَدِیْثٍ ؕ اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ یُؤْذِی النَّبِیَّ فَیَسْتَحْیٖ مِنْكُمْ ۚ وَ اللّٰهُ لَا یَسْتَحْیٖ مِنَ الْحَقِّ ؕ وَ اِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَسْـَٔلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ ؕ ذٰلِكُمْ اَطْهَرُ لِقُلُوْبِكُمْ وَ قُلُوْبِهِنَّ ؕ وَ مَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُؤْذُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَ لَاۤ اَنْ تَنْكِحُوْۤا اَزْوَاجَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖۤ اَبَدًا ؕ اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِیْمًا ﴿۵۳﴾

ترجمہ: اے ایمان والو! تم نبی کے گھروں میں (بغیر اجازت) داخل مت ہوؤ؛ الا یہ کہ تم کو کھانے کے لیے (آنے کی) اجازت دے دی گئی ہو، وہ بھی اِس طرح (آؤ) کہ تم کو اس (کھانے) کے پکنے کے انتظار میں بیٹھے نہ رہنا پڑے؛ لیکن جب تم کو بلایا جاوے تب جاؤ، پس جب تم کھانا کھا چکو تو اٹھ کر چلے جاؤ اور آپس میں باتوں میں جی لگا کر بیٹھے مت رہو، حقیقت میں تمھاری اس بات سے نبی کو تکلیف ہوتی ہے، پس وہ (نبی) تم کو کہتے ہوئے شرماتے ہیں اور اللہ تعالیٰ حق بات کہنے میں (کسی سے) نہیں شرماتے اور جب تم ان (نبی کی بیویوں) سے کوئی سامان مانگنے جاؤ تو ان سے پردے کے پیچھے سے مانگو، یہ طریقہ تمھارے دلوں کو اور ان کے دلوں کو پاک رکھنے کا بہترین ذریعہ ہے اور تمھارے لیے بالکل جائز نہیں ہے کہ تم اللہ کے رسول کو تکلیف دو اور تمھارے لیے نبی کے بعد کبھی بھی ان کی بیویوں سے نکاح کرنا جائز نہیں ہے، یہ (ان کی بیویوں سے نکاح کرنا) یقیناً اللہ تعالیٰ کے یہاں بہت بڑا گناہ ہوگا۔

گھر میں داخل ہونے سے پہلے اجازت

اِس آیت میں اللہ رب العزت نے قیامت تک آنے والے تمام ایمان والوں کو مخاطب کر کے معاشرت اور رہن سہن کے تعلق سے کچھ اہم آداب بیان فرمائے ہیں:

سب سے پہلا ادب یہ بیان فرمایا کہ: اے ایمان والو! تمھیں جب بھی حضرت نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے گھر میں داخل ہونے کی ضرورت پیش آئے تو پہلے ان سے اجازت (Permision) لے لو۔

اور یہ ادب صرف نبی کے گھر میں داخل ہونے کے لیے نہیں ہے؛ بلکہ پوری امت میں کسی کے بھی گھر میں آپ داخل ہونا چاہیں، ہر جگہ اس ادب کا لحاظ رکھنا ضروری ہے، بغیر اجازت کے کسی کے بھی گھر میں داخل نہیں ہونا چاہیے، یہ اللہ تعالیٰ حکم ہے۔

اجازت لینے کے لیے چاہے دروازہ کھٹکھٹائیں، گھنٹی (بیل) بجائیں یا پھر سب سے اچھا طریقہ: سلام کریں۔

ایک حدیث میں حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

كُنْتُ جَالِسًا عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ فَاسْتَأْذَنَ عَمَّارُ بْنُ يَاسِرٍ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: إِئْذَنُوْا لَهُ، مَرْحَبًا بِالطَّيِّبِ الْمُطَيَّبِ. (ترمذی شریف، ابواب المناقب عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم رقم: ۳۷۹۸)

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ نے آنے کی اجازت مانگی، تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: اُنھیں اجازت دے دو، پاک ذات اور پاک صفات کو مرحبا۔

اس حدیث سے بھی پتا چلا کہ ہمیں کسی کے بھی گھر میں بغیر اجازت کے داخل نہیں ہونا چاہیے۔

بن بلائے مہمان مت بنیے

آیتِ کریمہ میں دوسرا ادب یہ بیان فرمایا کہ: نبی کے گھر جس کو دعوت دی جائے وہی جاوے۔

یہ بھی پوری امت کے لیے پیغام ہے کہ: کسی کے یہاں شادی یا کوئی خوشی کا موقع ہو اور وہاں سے آپ کو دعوت دی جائے تو ہی جائیں؛ بغیر دعوت کے بِن بلائے مہمان کی طرح نہیں جانا چاہیے، یہ شریعت کا حکم ہے۔

بہت سے لوگوں کی عادت ہوتی ہے کہ بغیر دعوت کے کھانے پہنچ جاتے ہیں، یہ بالکل غلط بات ہے، دعوت کے بغیر جاکر کھانا کھانا حلال نہیں ہے، جیسا کہ ایک حدیث میں آتا ہے کہ:

اِنَّهُ لَا يَحِلُّ مَالُ امْرِئٍ مُسْلِمٍ إِلَّا بِطِيْبِ نَفْسٍ مِنْهُ. (مسند احمد، رقم:۲۰۶۹۵)

ترجمہ: کسی مسلمان آدمی کا مال اُس کی خوش دلی کے بغیر حلال نہیں۔

دعوت کے بعد محفل بازی نہ کریں

آیتِ کریمہ میں تیسرا ادب یہ بیان کیا گیا ہے کہ: کسی کے یہاں دعوت ہو تو جو وقت دعوت کا دیا گیا ہو اسی وقت پر جانا چاہیے، اس سے پہلے نہیں جانا چاہیے۔

مثال کے طور پر بارہ بجے کھانے کی دعوت دی گئی ہے تو ہم گیارہ بجے سے جاکر وہاں نہ بیٹھ جاویں؛ بلکہ بارہ بجے جائیں۔

آگے ایک اور اہم ادب بیان فرمایا کہ جب کھانا کھانے سے فارغ ہو جاؤ تو وہاں بیٹھ کر گپ شپ نہیں کرنا چاہیے، جیسا کہ بعض لوگوں کی عادت ہوتی ہے؛ بلکہ فوراً

دعا پڑھ کر چلے جانا چاہیے۔

اس لیے کہ ہوسکتا ہے کہ دوسرے لوگوں کا کھانا باقی ہو اور گھر والوں کو دوسرے کام کاج بھی ہو، اب اگر ہم وہیں پر بیٹھے رہیں گے، تو اس سے گھر والوں کو تکلیف ہوگی۔

لہذا دعوت کھانے کے بعد اُسی جگہ بیٹھے نہ رہیں؛ بلکہ اٹھ کر چلے جانا چاہیے۔

آیتِ کریمہ کے نزول کا سبب

دراصل ہوا یہ تھا کہ ۵ سنہ ھ میں حضرت نبیٔ کریم ﷺ کا آپ ﷺ کی پھوپھی زاد بہن ''حضرت زینب بنتِ جحش رضی اللہ عنہا'' کے ساتھ نکاح ہوا، اس موقع پر حضرت نبیٔ کریم ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو ولیمے کی دعوت دی۔

چھوٹا سا کمرہ تھا، آج کی طرح اُس وقت سہولتیں تو تھیں نہیں، حضرت زینب رضی اللہ عنہا بھی اسی کمرے کے ایک کونے میں دیوار کی طرف منہ کر کے بیٹھی ہوئی ہیں اور صحابہ رضی اللہ عنہم بھی اسی کمرے میں بیٹھ کر کھانا کھا رہے ہیں، بعض صحابہ رضی اللہ عنہم کھانے سے فارغ ہو گئے؛ لیکن اس کے باوجود وہیں پر بیٹھے بیٹھے باتوں میں مشغول ہو گئے، اُٹھنے کا نام ہی نہیں لے رہے ہیں۔

خود حضرت نبیٔ کریم ﷺ بھی اسی فکر میں ہیں کہ یہ لوگ اٹھ کر جاویں تو اچھا ہے؛ لیکن وہ لوگ ہیں کہ اٹھنے کا نام ہی نہیں لے رہے ہیں، جب کافی انتظار کے بعد بھی وہ لوگ نہیں اٹھے تو حضرت نبیٔ کریم ﷺ خود گھر سے باہر آ گئے؛ تاکہ ان لوگوں کو کچھ احساس ہو، حضرت نبیٔ کریم ﷺ گھر سے نکل کر اپنی دوسری بیویوں کے گھر کی طرف تشریف لے گئے۔ تمام بیویوں نے حضور ﷺ کو مبارک باد پیش کی۔

حضور ﷺ اپنی تمام ازواج کے پاس جا کر واپس آ گئے؛ لیکن ابھی تک وہ لوگ

وہیں پر بیٹھے ہوئے تھے، کافی دیر گزرنے کے بعد ان کو احساس ہوا کہ ہم نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تکلیف پہنچائی؛ چناں چہ اس کے بعد وہ لوگ وہاں سے اٹھ کر روانہ ہوئے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: جب وہ لوگ چلے گئے تو میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر ان کے جانے کی اطلاع دی؛ چناں چہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میرے اور اپنے درمیان پردہ ڈال دیا؛ چوں کہ میں بھی اسی روم میں موجود تھا اور اسی وقت یہ آیتیں نازل ہوئیں:

فَاِذَا طَعِمْتُمْ فَانْتَشِرُوْا وَلَا مُسْتَاْنِسِيْنَ لِحَدِيْثٍ ؕ اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ يُؤْذِى النَّبِىَّ فَيَسْتَحْىٖ مِنْكُمْ ؗ وَاللّٰهُ لَا يَسْتَحْىٖ مِنَ الْحَقِّ.

ترجمہ: پس جب تم کھانا کھا چکو تو اٹھ کر چلے جاؤ اور آپس میں باتوں میں جی لگا کر بیٹھے مت رہو، حقیقت میں تمھاری اس بات سے نبی کو تکلیف ہوتی ہے، پس وہ (نبی) تم کو کہتے ہوئے شرماتے ہیں اور اللہ تعالیٰ حق بات کہنے میں (کسی سے) نہیں شرماتے۔

اِس لیے ہم کو بھی چاہیے کہ جب ہم بھی کسی کے یہاں دعوت میں جائیں تو وقت پر جائیں اور کھانا کھا کر فوراً وہاں سے واپس چلے آئیں، وہاں پر بیٹھ کر گپ شپ کرنا، مجلس بازی اور محفل بازی لگا کر گھر والوں کو پریشان کرنا ہرگز مناسب نہیں ہے۔

ہاں! اگر کسی جگہ پر دعوت کے بعد بیٹھنے کا رواج ہو اور گھر والے بھی خود چاہتے ہو، ان کو تکلیف نہ ہو، یا دعوت کے نام پر کوئی دینی مجلس (Meeting) ہو تو پھر بیٹھنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

دیکھیے! حضراتِ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم بھی انسان تھے، یہ ادب ان کو معلوم نہیں تھا، چوک ہوئی؛ لیکن اس کی برکت سے پوری امت کو ایک اہم بات اور ادب سیکھنے کو مل گیا۔

دعوت کی دعا کا اہتمام کریں

دیکھو! کوئی بے چارہ اتنے سارے پیسے خرچ کر کے دعوت دے تو اُس کا شکریہ ادا کرنا چاہیے؛اس لیے کہ حدیث شریف میں آتا ہے کہ:

مَنْ لَمْ يَشْكُرِ النَّاسَ لَمْ يَشْكُرِ اللّٰهَ.(سنن الترمذي:۱۹۹۵)

ترجمہ: جو لوگوں کا شکریہ ادا نہیں کرتا وہ اللہ تعالیٰ کا بھی شکر ادا نہیں کرتا۔

اس لیے ہمیں چاہیے کہ میزبان کا شکریہ ادا کریں اور حدیث شریف سے جو دعائیں دعوت کے موقع سے ثابت ہیں وہ اس کو دیں۔

دعوت کھانے کے بعد کی دعائیں

حدیثِ پاک میں میزبان کے لیے کچھ دعائیں ملتی ہیں:

①أَللّٰهُمَّ أَطْعِمْ مَنْ أَطْعَمَنِيْ وَاسْقِ مَنْ سَقَانِيْ.(المسلم:۲۰۵۵)

ترجمہ: اے اللہ! جس نے مجھے کھلایا آپ بھی اسے کھلایئے اور جس نے مجھے پلایا آپ بھی اسے پلایئے۔

②أَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَهُمْ فِيمَا رَزَقْتَهُمْ وَاغْفِرْ لَهُمْ وَارْحَمْهُمْ.(المسلم:۲۰۴۲)

ترجمہ: اے اللہ: ان کی روزی میں برکت عطا فرمایئے، ان کی مغفرت فرمایئے اور ان پر رحم فرمایئے۔

③أَفْطَرَ عِنْدَكُمُ الصَّائِمُوْنَ وَأَكَلَ طَعَامَكُمُ الْأَبْرَارُ وَصَلَّتْ عَلَيْكُمُ الْمَلَائِكَةُ. (ابو داؤد:۳۸۵۴)

ترجمہ: تمھارا کھانا نیک لوگ کھاویں، فرشتے تمھارے لیے رحمت کی دعا کریں

اور روزے دار تمھارے یہاں روزہ افطار کریں۔

لہٰذا ان دعاؤں کے ذریعے شکریہ ادا کریں، اگر دعا دی اور شکریہ ادا کیا تو بہت اچھا اور اگر دعا نہیں دی تو یہ بندوں کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ کی بھی ناشکری ہے۔

آج کل تو بعض لوگوں کا یہ مزاج بن گیا ہے کہ دعا دینے اور شکریہ ادا کرنے کی بات تو دور، اُلٹا کھانے میں عیب نکالتے ہیں کہ گوشت کچا تھا، مرچ زیادہ تھی، نمک کم تھا، وغیرہ وغیرہ، یہ بہت بری عادت ہے؛ اس لیے آج سے یہ طے کرلو کہ آئندہ جب بھی دعوت کھائیں گے تو میزبان کو دعا ضرور دیں گے اور شکریہ ادا کریں گے۔

آیتِ مبارکہ کا ایک اور سبق

اِس آیتِ کریمہ میں ایک اور درس اور مسئلہ ہے:

وَإِذَا سَأَلْتُمُوهُنَّ مَتَاعًا فَسْئَلُوهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ.

ترجمہ: اور جب تم ان (نبی کی بیویوں) سے کوئی سامان مانگنے جاؤ تو ان سے پردے کے پیچھے سے مانگو۔

دراصل اِس آیتِ کریمہ میں ازواجِ مطہرات کو خطاب فرما کر اللہ تعالیٰ پوری امت کی ماں، بہنوں کو یہ نصیحت فرمانا چاہتے ہیں کہ چاہے اللہ کے نبی کا گھر ہو یا کسی اور شخص کا گھر ہو، چیزوں کے لین دین کے وقت بھی پردے کا اہتمام ولحاظ رکھنا سخت ضروری ہے۔

اس لیے کہ جہاں اپنے محارم ہیں وہاں تو بغیر پردے کے بھی چیزوں کی لین دین کر سکتے ہیں؛ لیکن جہاں غیر محرم ہو وہاں ضرور پردے کا اہتمام کریں؛ کیوں کی ایسے موقع پر اجنبیوں کے ساتھ حرام کام وجود میں آسکتے ہیں۔

فتنے سے بچنے کا ایک بہترین نسخہ

ان شروراور فتنے سے بچنے کی ایک بہترین ترتیب یہ ہے کہ جب بھی کسی اجنبی مرد سے لین دین کا کوئی موقع ہوتو اس سے کہا جائے کہ: میری جو چیز ہے، اس کو دروازے پر رکھ دو، میں خود اس کو لے لوں گی، ایسا نہ کہے کہ: لاؤ! میرے ہاتھ میں دے دو! کیوں کہ اس میں سامنے والا آپ کو غلط نیت وارادے سے چھو(Touch) بھی سکتا ہے!

پردے کا اہتمام دل کو پاکیزہ بناتا ہے

اِس آیتِ کریمہ میں اللہ تعالیٰ فرمارہے ہیں کہ: پردے کے اہتمام سے دل پاکیزہ رہتا ہے، حالاں کہ یہ خطاب امت کی پاکیزہ ماؤں سے کیا جارہا ہے اور جوان کے گھر سامان لینے جانے والے لوگ ہیں، وہ صحابہ ہیں، جو امت کے سب سے بڑے ولی ہیں، قطب وابدال سے بھی اونچا واعلیٰ ان کا مقام ہے، اس کے باوجود ان کو حکم دیا جارہا ہے کہ کسی بھی چیز کی لین دین کرنا ہوتو پردے کے ساتھ کرو۔

اللہ تعالیٰ ہمیں ان مسائل پر پورے طور پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرماوے، آمین!

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کمال

بہر حال! آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نو بیویاں تھیں، سب بیویوں کی عمر(Age) الگ الگ، تمام کی پسند(Choice) الگ الگ، سب کا مزاج الگ الگ، کوئی کسی یہودی سردار کی بیٹی تو کوئی کسی مشرک سردار کی بیٹی، کوئی بہت زیادہ حسین وجمیل تو کوئی کم حسن والی، ان تمام چیزوں کے باوجود آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب کے ساتھ ایک جیسا برتاؤ

(نعوذ باللہ) کیا، کسی کے ساتھ بھی ظلم اور زیادتی نہیں ہونے دی، خود حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:

خَيْرُكُمْ خَيْرُكُمْ لِأَهْلِهِ وَ أَنَا خَيْرُكُمْ لِأَهْلِي. (ابن ماجة:۱۹۷۷)

ترجمہ: تم میں بہترین شخص وہ ہے جو اپنے اہل وعیال کے حق میں بہتر ہو اور میں اپنے اہل وعیال کے حق میں تم میں سب سے بہتر ہوں۔

یہ صرف اور صرف میرے اور آپ کے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کا کمال تھا کہ ایک وقت میں ایک ساتھ نو بیویاں ہونے کے باوجود سب کے ساتھ برابر برابر کا معاملہ کیا اور سب کے ساتھ اچھے طریقے سے زندگی گزار کر دکھائی۔

اس میں رہتی دنیا تک کے شوہروں کے لیے ایک سبق اور نصیحت ہے۔

خدمت سے اللہ ملتے ہیں

میری دینی بہنو! ایک آخری بات عرض کرتا ہوں کہ اپنے اندر مخلوق کی خدمت کا جذبہ پیدا کرو اور خاص کر کے غریب، بیوہ اور بے سہارا لوگوں کی خدمت کرو؛ اس لیے کہ غریب، بیوہ اور بے سہارا لوگوں کی خدمت کرنے سے اللہ تعالیٰ کا قرب ملتا ہے اور یہ جنت میں لے جانے والی چیز ہے، خدمت کو اپنے لیے عار اور شرم محسوس مت کرو، ازواجِ مطہرات کے اندر بھی خدمت کا جذبہ بہت زیادہ تھا۔

چناں چہ جب جنگِ احد میں کچھ صحابہ رضی اللہ عنہم زخمی ہوئے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان کو پانی پلایا اور ان کی دوا کی، اُس وقت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ نہیں سوچا کہ میں نبی کی بیوی ہوں، ابو بکر کی بیٹی ہوں؛ بلکہ دل وجان سے ان کی خدمت کی۔

اسی طرح بدر کی لڑائی میں جب کوئی جھنڈا نہیں ملا تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنی چادر مبارک دے دی جس سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جھنڈا بنایا۔

کل رات مجھے یہ سن کر بہت خوشی ہوئی کہ: جس وقت کورونا (COVID19) کی وبا چلی تو آپ دینی بہنوں نے بیماروں کے گھروں میں اور ہسپتالوں میں کھانا پہنچا کر ان کی خدمت کی۔ سبحان اللہ! اللہ مزید خدمت کا جذبہ عطا فرمائے، آمین۔

ایک واقعہ برائے نصیحت

میری ایک بڑی بہن تھی جو لندن میں رہتی تھی، ان کا انتقال ہو گیا۔

ایک مرتبہ وہ کہنے لگی کہ: ایک مولانا صاحب- جو آلِ رسول اور سادات میں سے تھے- لندن میں انتہائی ٹھنڈی کے زمانے میں چندے کے لیے آئے، اس وقت برف باری بھی ہو رہی تھی اور مسجد میں گرم ہیٹر کا انتظام بھی نہیں تھا۔

جب مجھے پتا چلا تو میں نے اپنے شوہر سے کہا کہ: مولانا کو اپنے گھر لے کر آ جاؤ۔

حالاں کہ اس وقت میری بہن کا گھر بہت ہی چھوٹا تھا، بعد میں اللہ تعالیٰ نے بہت نوازا۔

تو میرے شوہر ان کو بلا کر گھر لے آئے۔

ہم نے ان کو اپنے بیڈ روم میں سلا دیا اور ہم دونوں مطبخ (kitchen) میں سو گئے، رات کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خواب میں زیارت ہوئی۔

سبحان اللہ! دیکھیے! ایک پریشان مسافر کی خدمت کا اللہ نے یہ بدلہ دیا کہ خواب میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت نصیب ہو گئی۔

میری دینی بہنو! اس لیے اپنے اندر خدمت کا جذبہ پیدا کرو، یہی چیز کام آنے والی ہے اور یہی سب چیزیں جنت میں لے جانے والی ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے روحانی باپ اور آپ کی ازواجِ مطہرات روحانی مائیں ہیں

دینی بہنو! ادب کا ایک تقاضا یہ ہے کہ ہمیں حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پاک بیویوں کی سیرت اور حالات معلوم ہونے چاہییں؛ کیوں کہ ہم حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اُمتی ہیں اور ایک نبی کے امتی ہونے کی حیثیت سے ہمیں ان کی اور ان کے گھر والوں کی سیرت کا علم ہونا چاہیے۔

نیز اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم امت کے روحانی باپ اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیاری ازواجِ مطہرات امت کی روحانی مائیں ہیں؛ اس لیے جس طرح آدمی کو اپنے حقیقی ماں باپ کی عزت وتکریم کرنی چاہیے، اسی طرح اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کی پیاری ازواجِ مطہرات کی بھی عزت وتکریم کرنی چاہیے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اور پوری امت کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھر والوں کی سیرت اور حالات جان کر ان کے مطابق اپنی زندگی کی صبح وشام گذارنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

اللہ تعالیٰ ہم تمام کو ازواجِ مطہرات کی سچی پکی محبت عطا فرمائے، ان کی پاکیزہ زندگی کی طرح زندگی گزارنے کی توفیق عطا فرمائے اور قیامت کے دن ان کے ساتھ ہمارا حشر فرماوے، آمین۔

ام المؤمنین حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا

مختصر تعارف

نام: سودہ۔

والد صاحب کا نام: زَمعہ بن قیس۔

والدہ کا نام: شَموس بنتِ قیس، جو انصار کے قبیلہ بنونجّار سے تھیں۔

پیدائش: سیرت کی کتابوں میں اس کے بارے میں کچھ لکھا نہیں ہے؛ البتہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نبی بنائے جانے کے وقت ان کی عمر زیادہ تھی اور تقریباً عمر میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پانچ سال بڑی تھیں۔

نکاح: حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے انتقال کے بعد نبوت کے دسویں سال ان سے نکاح کیا۔

نکاح کے وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر ۵۰ رسال تھی، اور حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کی عمر ۵۵ رسال کی تھی۔

جنازے کی نماز: حضرت عمر رضی اللہ نے پڑھائی اور آپ کو بقیع میں دفن کیا گیا۔

عمر مبارک: ۷۳ یا ۸۰ سال۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّاٰتِ اَعْمَالِنَا، مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَاھَادِیَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنْ لَّآاِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَاشَرِیْکَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَشَفِیْعَنَا وَحَبِیْبَنَا وَاِمَامَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّداً عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ، صَلَوَاتُ اللّٰہِ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَذُرِّیَّاتِہٖ وَاَھْلِ بَیْتِہٖ وَاَھْلِ طَاعَتِہٖ، وَبَارَکَ وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْراً کَثِیْراً، اَمَّا بَعْدُ!

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ، بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِھِمْ وَاَزْوَاجُہٗٓ اُمَّھٰتُھُمْ. (الاحزاب)

ترجمہ: نبی ایمان والوں کے ساتھ (خود) ان کی جان (اور ذات) سے بھی زیادہ تعلق رکھتے ہیں اور اس (نبی) کی بیویاں ان (ایمان والوں) کی مائیں ہیں۔

یہ انتخاب من جانب اللہ تھا

حضرت مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلویؒ نے اپنی کتاب ''سیرت المصطفیٰ'' میں ایک روایت نقل کی ہے کہ: اللہ تعالیٰ نے جس عورت سے بھی حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نکاح کروایا، حضرت جبریل امین علیہ السلام کے ذریعے باقاعدہ اجازت اور اطلاع دے کر کروایا تھا؛ اس لیے حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جتنی بھی ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن ہیں، سب کی سب قیامت تک آنے والے انسانوں کے لیے اسوہ اور نمونہ ہیں۔

پاکیزہ عورتوں کا بہت بڑا احسان

ان مبارک اور پاکیزہ عورتوں کا امت کے سر پر بہت بڑا احسان یہ ہے کہ انھوں

نے حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گھریلو زندگی امت تک پہنچائی، ان امہات المؤمنین رضی اللہ عنہن نے تمام لوگوں کو اِس بات کا درس اور سبق دیا کہ ایک انسان کی گھریلو زندگی (Family life) کیسی ہونی چاہیے، اس میں کن کن امور کا خیال رکھنا چاہیے!

واقعہ یہ ہے کہ حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ پاک بیویاں، جن کا تذکرہ قرآنِ کریم کی کئی آیتوں میں ہیں، کئی حدیثوں میں ہیں، ان کا ذکرِ خیر سننا بھی ہمارے لیے روحانی ترقی کا ذریعہ ہے، نیز اہلِ بیتِ کے ساتھ عشق ومحبت کے بڑھنے کا بھی بہترین سامان ہے۔

ام المؤمنین حضرت سودہ بنتِ زَمعہ رضی اللہ عنہا

حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پاک بیویوں میں سے ایک ''حضرت سودہ رضی اللہ عنہا'' نامی بیوی بھی تھی۔ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا اُن لوگوں میں سے تھیں جو شروع شروع میں اسلام لے آئے تھے۔ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کا قد مبارک لمبا تھا، جسم بھاری تھا۔

ان کے پہلے شوہر ''سَکرَ ان بن عَمرو'' تھے، جن سے ایک صاحب زادے: ''عبد الرحمن'' پیدا ہوئے، جو ''جنگِ جلولا'' میں شہید ہو گئے تھے۔

ان کے والد کا نام ''زَمعَہ بن قیس'' اور والدہ کا نام ''شموس'' تھا اور ان کا ایک بھائی ''عبداللہ بن زمعہ'' تھے۔

حضرت سودہ رضی اللہ عنہا نے اپنے شوہر کے ساتھ حبشہ (Ethiopia) کی طرف ہجرت کی، پھر مکہ مکرمہ واپس آ گئیں، جہاں پر ان کے شوہر کا انتقال ہو گیا اور حضرت سودہ رضی اللہ عنہا بیوہ ہو گئیں۔

حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کی ایک خوبی

لُوئ بن غالب نام کے دادا پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا خاندان حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کے خاندان سے مل جاتا ہے۔

حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کے ننھیالی (نانا کا خاندان) حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے دادا حضرت عبدالمطلب کے ننھیالی تھے، اس طرح حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کے نانا کا خاندان بھی ایک ہی ہو جاتا ہے۔ گویا دادا اور نانا دونوں طرف سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کی رشتے داری ہوتی ہے۔

خواب کے ذریعے نکاح کی خوش خبری

حضرت سودہ رضی اللہ عنہا جب حضرت سکران رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھیں، تو انھوں نے خواب دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم آئے اور ان کی گردن کو چھوا، انھوں نے یہ خواب اپنے شوہر حضرت سکران رضی اللہ عنہ کو بتایا۔

حضرت سکران رضی اللہ عنہ نے کہا کہ: اگر یہ خواب سچا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ: میں مر جاؤں گا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا تمھارے ساتھ نکاح ہوگا۔

ایک رات پھر حضرت سودہ رضی اللہ عنہا نے خواب دیکھا کہ: وہ لیٹی ہوئی ہیں اور چاند ان پر آگرا ہے، انھوں نے یہ خواب بھی اپنے شوہر کو بتایا۔

حضرت سکران رضی اللہ عنہ نے پھر تعبیر میں وہی بات کہی کہ: میں بہت جلد فوت ہو جاؤں گا اور میرے بعد تم ایک اور نکاح کروگی۔

چناں چہ اللہ تعالیٰ کا کرنا ایسا ہوا کہ حضرت سکران رضی اللہ عنہ اسی دن بیمار ہوئے اور

تھوڑے عرصے بعد ہی فوت ہو گئے، اس کے بعد حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے شادی ہوئی۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حضرت سودہ رضی اللہ عنہا سے شادی کا پس منظر

مسندِ احمد کی ایک لمبی روایت ہے:

قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو سَلَمَةَ وَيَحْيَى، قَالَا: لَمَّا هَلَكَتْ خَدِيجَةُ جَاءَتْ خَوْلَةُ بِنْتُ حَكِيمٍ- امْرَأَةُ عُثْمَانَ بْنِ مَظْعُونٍ- قَالَتْ: يَا رَسُولَ اللهِ! أَلَا تَزَوَّجُ؟ قَالَ: مَنْ؟ قَالَتْ: إِنْ شِئْتَ بِكْرًا، وَإِنْ شِئْتَ ثَيِّبًا. قَالَ: فَمَنِ الْبِكْرُ؟ قَالَتْ: اِبْنَةُ أَحَبِّ خَلْقِ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ إِلَيْكَ: عَائِشَةُ بِنْتُ أَبِي بَكْرٍ. قَالَ: وَمَنِ الثَّيِّبُ؟ قَالَتْ: سَوْدَةُ بِنْتُ زَمْعَةَ، آمَنَتْ بِكَ، وَاتَّبَعَتْكَ عَلَى مَا تَقُولُ. قَالَ: فَاذْهَبِي فَاذْكُرِيهِمَا عَلَيَّ..............

ثُمَّ خَرَجَتْ فَدَخَلَتْ عَلَى سَوْدَةَ بِنْتِ زَمْعَةَ، فَقَالَتْ: مَاذَا أَدْخَلَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ عَلَيْكِ مِنَ الْخَيْرِ وَالْبَرَكَةِ؟ قَالَتْ: وَمَا ذَاكِ؟ قَالَتْ: أَرْسَلَنِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخْطُبُكِ عَلَيْهِ. قَالَتْ: وَدِدْتُ، ادْخُلِي إِلَى أَبِي فَاذْكُرِي ذَاكَ لَهُ- وَكَانَ شَيْخًا كَبِيرًا قَدْ أَدْرَكَتْهُ السِّنُّ، قَدْ تَخَلَّفَ عَنِ الْحَجِّ- فَدَخَلَتْ عَلَيْهِ فَحَيَّتْهُ بِتَحِيَّةِ الْجَاهِلِيَّةِ، فَقَالَ: مَنْ هَذِهِ؟ فَقَالَتْ: خَوْلَةُ بِنْتُ حَكِيمٍ. قَالَ: فَمَا شَأْنُكِ؟ قَالَتْ: أَرْسَلَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ أَخْطُبُ عَلَيْهِ سَوْدَةَ. قَالَ: كُفْءٌ كَرِيمٌ، مَاذَا تَقُولُ صَاحِبَتُكِ؟ قَالَتْ: تُحِبُّ ذَاكَ. قَالَ: ادْعُهَا لِي، فَدَعَتْهَا. فَقَالَ: أَيْ بُنَيَّةُ! إِنَّ هَذِهِ تَزْعُمُ أَنَّ مُحَمَّدَ بْنَ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ قَدْ أَرْسَلَ يَخْطُبُكِ، وَهُوَ كُفْءٌ كَرِيمٌ، أَتُحِبِّينَ أَنْ أُزَوِّجَكِ بِهِ؟ قَالَتْ: نَعَمْ. قَالَ: ادْعِيهِ لِي. فَجَاءَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَيْهِ

فَزَوَّجَهَا إِيَّاهُ، فَجَاءَهَا أَخُوهَا عَبْدُ بْنُ زَمْعَةَ مِنَ الْحَجِّ، فَجَعَلَ يَحْثِي عَلَى رَأْسِهِ التُّرَابَ، فَقَالَ بَعْدَ أَنْ أَسْلَمَ: لَعَمْرُكَ، إِنِّي لَسَفِيهٌ يَوْمَ أَحْثِي فِي رَأْسِي التُّرَابَ، أَنْ تَزَوَّجَ رَسُولُ اللهِ ﷺ سَوْدَةَ بِنْتَ زَمْعَةَ. (مسند احمد:۲۵۷۶۹)

ترجمہ: حضرت ابوسلمہ رحمہ اللہ اور یحییٰ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ: جب حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا انتقال ہو گیا تو حضرت خولہ بنتِ حکیم رضی اللہ عنہا- جو حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کی اہلیہ تھیں- حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور کہنے لگیں: یا رسول اللہ! آپ نکاح کیوں نہیں کر لیتے ؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کس سے؟

انھوں نے عرض کیا: اگر آپ چاہیں تو کنواری لڑکی بھی موجود ہے اور بیوہ بھی موجود ہے۔ حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا: کنواری لڑکی کون ہے؟

انھوں نے عرض کیا کہ: اللہ کی مخلوق میں آپ کو سب سے محبوب آدمی کی بیٹی؛ یعنی عائشہ بنت ابی بکر۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا: بیوہ کون ہے۔ انھوں نے عرض کیا: سودہ بنت زمعہ، جو آپ پر ایمان رکھتی ہے اور آپ کی شریعت کی پیروی کرتی ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جاؤ! اور دونوں کے یہاں میرے نکاح کا پیغام دو۔

پھر حضرت خولہ رضی اللہ عنہا وہاں سے نکل کر حضرت سودہ بنتِ زمعہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئیں اور ان سے کہا کہ: اللہ تمھارے گھر میں کتنی بڑی خیر و برکت داخل کرنے والا ہے!

حضرت سودہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا: وہ کیسے؟ حضرت خولہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ: حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے تمھارے پاس اپنی جانب سے نکاح کا پیغام دے کر بھیجا ہے۔

حضرت سودہ رضی اللہ عنہا نے کہا: بہتر ہے کہ میرے والد کے پاس جا کر اس کا ذکر کرو۔

حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کے والد بہت بوڑھے ہو چکے تھے اور ان کی عمر اتنی زیادہ ہو چکی تھی کہ وہ حج نہیں کر سکتے تھے، حضرت خولہ رضی اللہ عنہا ان کے پاس گئیں اور زمانۂ جاہلیت کے طریقے کے مطابق انھیں آداب کہا، انھوں نے پوچھا: کون ہے؟

بتایا کہ: میں خولہ بنت حکیم ہوں۔

انھوں نے پوچھا: کیا بات ہے؟ حضرت خولہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ: مجھے محمد بن عبداللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے سودہ سے اپنے نکاح کا پیغام لے کر بھیجا ہے۔

زمعہ نے کہا کہ: وہ تو بہترین جوڑ ہے، تمھاری سہیلی کی کیا رائے ہے؟

حضرت خولہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ: اسے یہ رشتہ پسند ہے۔

زمعہ نے کہا کہ: اسے میرے پاس بلاؤ! حضرت خولہ رضی اللہ عنہا نے انھیں بلایا تو زمعہ نے ان سے پوچھا: پیاری بیٹی! اِن کا کہنا ہے کہ محمد بن عبداللہ نے اسے تم سے اپنا پیغامِ نکاح دے کر بھیجا ہے اور وہ بہترین جوڑ ہے تو کیا تم چاہتی ہو کہ میں ان سے تمھارا نکاح کر دوں؟ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا نے ہاں کہا۔

زمعہ نے مجھ سے کہا کہ: ان (آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو میرے پاس بلا کر لے آؤ!

چناں چہ حضرت نبئ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لے آئے اور زمعہ نے ان سے حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کا نکاح کر دیا، چند دنوں کے بعد حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کا بھائی عبد بن زمعہ حج سے واپس آیا، اسے اِس رشتے کا علم ہوا تو وہ اپنے سر پر مٹی ڈالنے لگا، اسلام قبول کرنے کے بعد وہ افسوس کرتے ہوئے کہتے: تیری عمر کی قسم! میں اس دن بڑا بے وقوف تھا جب میں اپنے سر پر مٹی ڈال رہا تھا صرف اس وجہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میری بہن سودہ سے نکاح کیا تھا۔

پریشانی کا حل بتائیں

یہ وہ زمانہ تھا جب حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے وفات پائی تھی، جن سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی چار بیٹیاں اور دو بیٹے تھے۔ بغیر ماں کے بچوں کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ٹینشن میں رہتے تھے۔

جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ حال ''حضرت خولہ بنتِ حکیم رضی اللہ عنہا'' نے دیکھا، تو آ کر عرض کرنے لگیں کہ: میں آپ کو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد سے پریشان دیکھ رہی ہوں، آخر کیا بات ہے؟

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ: مجھے اِن چھوٹے چھوٹے بچوں کی فکر ہو رہی ہے کہ یہ بغیر ماں کے کیسے رہیں گے۔ حضرت خولہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ: آپ دوسری شادی کر لیجیے، یہ مسئلہ حل ہو جائے گا۔

یہاں ہمارے لیے ایک بہت بڑا سبق ہے کہ جب ہم کسی کو پریشانی اور مشکل میں دیکھیں تو اُسے نظر انداز (Ignore) نہ کریں؛ بلکہ اُس کی پریشانی اور مشکل کو دور کرنے میں اُس کی مدد کریں۔

دیکھیے! حضرت خولہ رضی اللہ عنہا نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پریشان دیکھا تو جا کر ان سے پریشانی کی وجہ پوچھی اور پھر اس پریشانی سے نکلنے کا راستہ بھی بتلایا، جس کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذہن کا بوجھ ہلکا ہو گیا۔

ضرورت کے وقت دوسرا نکاح کرنا-کرانا چاہیے

یہاں ہمارے لیے ایک اور سبق ہے کہ اگر کسی کو دوسرا نکاح کرنے کی ضرورت

پڑے تو بڑوں اور سرپرستوں کو چاہیے کہ اُس کا نکاح کرادے۔قرآنِ پاک میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وَاَنۡكِحُوا الۡاَيَامٰى مِنۡكُمۡ وَالصّٰلِحِيۡنَ مِنۡ عِبَادِكُمۡ وَاِمَآئِكُمۡ. (النور)

ترجمہ:تم میں سے جن (آزاد مردوں اور عورتوں) کا نکاح نہ ہو ان کا نکاح کراؤ اور تمھارے غلاموں اور باندیوں میں سے جو نیک ہوں ان کا بھی (نکاح کراؤ)۔

دوسری شادی کرنا عیب کی بات نہیں

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

لَوْ لَمْ يَبْقَ مِنَ الدُّنْيَا اِلَّا لَيْلَةٌ وَلَمْ يَكُنْ لِي فيها زَوْجَةٌ،اَحَبُّ اَنْ يَكُوْنَ لِي فيها زَوْجَةٌ.

ترجمہ:اگر مجھے علم ہو جائے کہ زندگی ختم ہونے میں صرف ایک رات باقی ہے اور میری کوئی بیوی نہ ہو تو میں یہ چاہوں گا کہ وہ رات بھی بیوی کے بغیر نہ گزرے۔(یعنی زندگی میں اتنی مدت بھی بیوی کے بغیر رہنا مجھے پسند نہیں)۔

زندگی (Life) میں نکاح کتنا اہم اور ضروری (Important) ہے ،اس کا اندازہ قرآنِ کریم کی اِس آیت اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے اِس فرمان سے لگایا جا سکتا ہے۔

لیکن آج پرانے خیالات اور معاشرے کی غلط رسومات کی وجہ سے دوسری شادی کرنے کو عیب سمجھا جاتا ہے؛ حالاں کہ یہ بالکل عیب کی بات نہیں ہے۔اگر یہ عیب کی بات ہوتی تو قرآنِ کریم میں اللہ تعالیٰ ایک سے زائد عورتوں سے نکاح کرنے کی اجازت کیوں دیتے؟ قرآن میں ہے:

فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ. (النساء)

ترجمہ: عورتوں میں سے جو تم کو پسند آویں دو-دو اور تین-تین اور چار-چار (عورتوں) سے نکاح کرلو۔

اسی طرح حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ جیسے مضبوط اور کامل ایمان والے صحابی یہ کیوں فرماتے کہ:

زندگی کا ایک سیکنڈ بھی بغیر بیوی کے گزارنا مجھے پسند نہیں۔

اور وہ بھی ایسے زمانے میں یہ بات فرمارہے ہیں جس زمانے کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

خَيْرُكم قَرْنِيْ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ. (البخاری: ۲۶۵۱)

ترجمہ: سب سے اچھا زمانہ میرا زمانہ ہے، پھر میرے بعد کا، پھر اُس کے بعد کے بعد کا۔

جب ایسے خیر سے بھرے زمانے میں دوسرے نکاح کی اتنی زیادہ اہمیت تھی تو فتنوں سے بھرے اِس دور میں تو نکاح کتنی زیادہ اہم چیز ہونی چاہیے، جہاں ہر جگہ اور ہر وقت ننگا پن، بے پردگی، بے ایمانی، بددیانتی، خیانت، جھوٹ، گالی گلوچ اور بے دینی پائی جارہی ہیں؟

بہرحال! یہ ایک اہم بات تھی؛ اِس لیے اس کی تھوڑی وضاحت کردی۔

حضرت خولہ رضی اللہ عنہا کی عقل مندی

بات یہ چل رہی تھی کہ: حضرت خولہ رضی اللہ عنہا نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دوسرا نکاح کرنے کا مشورہ دیا؛ تاکہ آپ کے بچوں کی پرورش بھی ہو اور گھر کا نظام بھی برابر چلے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ: کس سے نکاح کروں؟

حضرت خولہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ:

إِنْ شِئْتَ بِكْرًا، وَ إِنْ شِئْتَ ثَيِّبًا.

یعنی کنواری بھی ہے اور شادی شدہ بھی۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا کہ:

وَمَنِ الْبِكْرِ؟

کنواری کون ہے؟

حضرت خولہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ:

اِبْنَةُ اَحَبِّ خَلْقِ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ اِلَيْكَ: عَائِشَةُ بِنْتُ أَبِي بَكْرٍ.

اللہ کی مخلوق میں آپ کو جو سب سے زیادہ محبوب ہے اُن کی؛ یعنی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ صاحب زادی: ''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا''۔

پھر پوچھا کہ:

وَمَنِ الثَّيِّبِ؟

شادی شدہ کون ہے؟

تو کہا کہ: حضرت سودہ بنتِ زمعہ رضی اللہ عنہا۔

چناں چہ! حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت خولہ رضی اللہ عنہا کو اجازت دے دی اور فرمایا: ٹھیک ہے آپ پہلے ان دونوں سے ان کی رائے معلوم کرلیں۔

جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اجازت دے دی تو حضرت خولہ رضی اللہ عنہا حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لے گئیں اور اُن سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی چاہت ظاہر کی۔

بڑوں سے مشورہ

حضرت سودہ رضی اللہ عنہا نے جو جواب دیا اُس کو بہت ہی زیادہ دھیان اور توجہ سے سنیے، فرمایا کہ:

وَدِدْتُ اُدْخُلِي إِلَى أَبِي فَاذْكُرِي ذَاكَ لَهُ.

یعنی میرا یہ نصیب! مجھے اور کیا چاہیے، مجھے تو منظور ہے؛ لیکن میرے بابا جان سے پہلے بات کرلو!

دینی بہنو! یہ بات اپنے دماغ میں اچھی طرح بٹھالو کہ جو نکاح اپنی پسند سے کیا جاتا ہے وہ بہت سی مرتبہ ناکام ہوجاتا ہے، جلدی ٹوٹ جاتا ہے اور جو نکاح ماں باپ اور بڑوں کے مشورے سے کیا جاتا ہے، وہ خوب برکت والا اور عام طور پر زندگی بھر تک باقی رہنے والا ہوتا ہے؛ اس لیے اپنے ماں باپ اور بڑوں کی مرضی سے نکاح کرو۔

نکاح سے پہلے استخارہ اور مشورہ

حدیثِ پاک میں حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ:

مَا تَزَوَّجْتُ شَيْئًا مِنْ نِسَائِيْ، وَلَا تَزَوَّجْتُ شَيْئًا مِنْ بَنَاتِيْ إِلَّا جَائَنِيْ (بِهِ) جِبْرِيْلُ عَنْ رَبِّي عَزَّوَجَلَّ. (کامل ابن عدی: ۱/ ۴۹۵)

ترجمہ: میں نے اپنا یا اپنی بیٹیوں کا نکاح اس وقت تک نہیں کیا، جب تک حضرت جبریل علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی لے کر تشریف نہیں لائے۔

اِس حدیث شریف سے معلوم ہوتا ہے کہ: حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا اور اپنی بیٹیوں کا نکاح خود اپنی مرضی سے نہیں کیا؛ بلکہ اللہ تعالیٰ کے حکم، اجازت اور مشورے سے کیا۔

اِس لیے ہمیں بھی نکاح اور شادی کرنے سے پہلے استخارہ اور مشورہ کرلینا چاہیے؛ خواہ کتنا ہی اچھا لڑکا اور لڑکی کیوں نہ ہو؟ اِس سے، ان شاء اللہ! کبھی ناکامی اور شرمندگی نہیں ہوگی، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ:

مَا خَابَ مَنِ اسْتَخَارَ، وَلَا نَدِمَ مَنِ اسْتَشَارَ. (المعجم الاوسط للطبرانی:۶۸۱۶)

جس نے استخارہ کیا وہ ناکام نہیں ہوا اور جس نے مشورہ کیا وہ شرمندہ نہیں ہوا۔

اسی طرح ایک اور حدیث میں ہے کہ:

اَلْمَشْوَرَةُ حِصْنٌ مِنَ النَّدَامَةِ وَ اَمْنٌ مِنَ الْمَلَامَةِ.(ادب الدنیا والدین)

ترجمہ: مشورہ شرمندگی سے بچاؤ کا قلعہ ہے اور ملامت سے مامون رہنے کا ذریعہ ہے۔

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضراتِ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو ہر کام سے پہلے اہمیت کے ساتھ استخارہ سکھاتے تھے، حدیث کے الفاظ پر غور فرمائیے، حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو تمام کاموں میں ایسے استخارہ (اتنی اہمیت سے) سکھاتے تھے جیسے قرآنِ مجید کی سورت کی تعلیم دیتے تھے۔(ترمذی شریف)

استخارے کا سنت طریقہ

استخارے کا سنت طریقہ یہ ہے کہ دن رات میں کسی بھی وقت (جب کہ نماز کا مکروہ وقت نہ ہو) دو رکعت نفل استخارہ کی نیت سے پڑھیں، نیت یہ ہو کہ میرے سامنے یہ معاملہ یا مسئلہ ہے، اس میں جو راستہ میرے حق میں بہتر ہو اللہ تعالیٰ اس کا فیصلہ فرمادیں، نماز کے بعد استخارہ کی مسنون دعا مانگیں جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سکھلائی ہے:

اَللّٰهُمَّ إِنِّيْ أَسْتَخِيْرُكَ بِعِلْمِكَ، وَأَسْتَقْدِرُكَ بِقُدْرَتِكَ، وَأَسْأَلُكَ مِنْ

فَضْلِكَ الْعَظِيْمِ، فَإِنَّكَ تَقْدِرُ وَلَاأَقْدِرُ، وَتَعْلَمُ وَلَاأَعْلَمُ، وَأَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ، أَللّٰهُمَّ إِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنَّ هٰذَا الْاَمْرَ خَيْرٌ لِّيْ فِيْ دِيْنِيْ وَمَعَاشِيْ وَعَاقِبَةِ أَمْرِيْ فَاقْدِرْهُ لِيْ، وَيَسِّرْهُ لِيْ، ثُمَّ بَارِكْ لِيْ فِيْهِ وَإِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنَّ هٰذَا الْاَمْرَ شَرٌّ لِّيْ فِيْ دِيْنِيْ وَمَعَاشِيْ وَعَاقِبَةِ أَمْرِيْ فَاصْرِفْهُ عَنِّيْ وَاصْرِفْنِيْ عَنْهُ، وَاقْدِرْ لِيَ الْخَيْرَ حَيْثُ كَانَ ثُمَّ أَرْضِنِيْ بِهٖ. (ترمذی)

ترجمہ: اے اللہ! میں آپ کے علم کے ذریعے بھلائی چاہتا ہوں اور آپ کی قدرت سے طاقت حاصل کرنا چاہتا ہوں اور آپ کے بڑے فضل کا سوال کرتا ہوں، یقیناً آپ قدرت رکھنے والے ہیں اور میں قدرت نہیں رکھتا اور آپ جانتے ہیں اور میں نہیں جانتا ہوں اور آپ چھپی ہوئی باتوں کو خوب جاننے والے ہیں۔ اے اللہ! اگر آپ جانتے ہیں کہ یہ کام (یہاں مطلوبہ کام کا تصور کرے) میرے حق میں دین، دنیا اور آخرت کے اعتبار سے بہتر ہے تو اسے میرے لیے مقدر فرمایئے اور اسے میرے لیے آسان کر کے اس میں مجھے برکت عطا فرمایئے اور آپ جانتے ہیں کہ یہ کام میرے لیے دین، دنیا اور آخرت کے اعتبار سے برا ہے تو اس کو مجھ سے اور مجھے اس سے ہٹا دیجیے اور جس میں بھلائی ہو وہی میرے لیے مقدر فرمایئے، پھر مجھے اس پر راضی کر دیجیے۔

دعا کرتے وقت جب ''ھذا الامر'' پر پہنچے تو اگر عربی جانتا ہے تو اس جگہ اپنی ضرورت بولے؛ یعنی ''ھذا الامر'' کی جگہ اپنے اُس کام کا نام لے، مثلاً: ''ھذا السفر''، ''ھذا النکاح'' وغیرہ اور اگر عربی نہیں جانتا تو ''ھذا الامر'' کہہ کر دل میں اپنے کام کے بارے میں سوچے جس کے لیے استخارہ کر رہا ہے، استخارہ کے بعد خواب

آنا ضروری نہیں؛ بلکہ جس طرف دل کا رجحان ہو وہ کرے، اگر ایک مرتبہ میں دل کو اطمینان حاصل نہ ہو تو سات یا اس سے زیادہ دن تک یہی عمل کرے، ان شاء اللہ! خیر حاصل ہوگی۔

اگر لمبی دعا یاد نہ ہو یا وقت کم ہو تو!

اگر استخارے کی یہ لمبی دعا یاد نہ ہو یا اچانک کوئی کام آگیا اور فوراً اس کے کرنے یا نہ کرنے کا فیصلہ کرنا ہے اور اتنا وقت بھی نہیں کہ دو رکعت نفل پڑھ کر استخارہ کیا جائے تو ایسے موقع کے لیے خود حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعا سکھلائی ہے، وہ یہ ہے:

اَللّٰهُمَّ خِرْلِيْ وَاخْتَرْلِيْ. (ترمذی شریف، رقم الحدیث: ۳۵۱۶)

اے اللہ! میرے لیے آپ پسند فرما دیجیے کہ مجھے کون سا راستہ اختیار کرنا ہے۔

دوسری دعا:

اَللّٰهُمَّ اهْدِنِيْ وَسَدِّدْنِيْ. (مسلم)

ترجمہ: اے اللہ! میری صحیح ہدایت فرمایئے اور مجھے سیدھے راستے پر رکھیے۔

تیسری دعا:

اَللّٰهُمَّ أَلْهِمْنِيْ رُشْدِيْ وَأَعِذْنِيْ مِنْ شَرِّ نَفْسِيْ. (ترمذی)

ترجمہ: اے اللہ! جو صحیح راستہ ہے وہ میرے دل میں ڈال دیجیے اور مجھے اپنے نفس کی برائی سے بچایئے۔

شریعت کی خوب صورت تعلیم

بہر حال! جب حضرت خولہ رضی اللہ عنہا نے حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کے والد صاحب سے

اجازت مانگی تو اُنھوں نے کہا کہ: میری نظر میں بہت مناسب رشتہ ہے؛ لیکن پہلے اپنی سہیلی (حضرت سودہ رضی اللہ عنہا) سے بھی پوچھ لو۔

حضرت خولہ رضی اللہ عنہا نے کہا: میں نے اس سے پوچھ لیا ہے۔

اُن کے والد صاحب نے کہا: ٹھیک ہے؛ اگر بیٹی راضی ہے تو میں بھی خوش ہوں۔

دیکھیے! شریعت نے کتنی خوب صورت تعلیم دی ہے کہ: جب نکاح کا پیغام آوے تو اولاد کو کہا کہ: ماں باپ کی مرضی کے بغیر قدم نہ بڑھائیں اور اِدھر ماں باپ کو بھی یہ ہدایت دی کہ: اپنی اولاد کی مرضی بھی جان لیں۔

لیکن آج کل یہ بات عام ہوگئی ہے کہ جب رشتے کی کوئی بات آتی ہے تو ماں-باپ، لڑکا یا لڑکی کی مرضی جانے بغیر ''ہاں'' کر دیتے ہیں، زبردستی اُن کا نکاح کرادیتے ہیں؛ لیکن نکاح کے بعد نہ لڑکی کو لڑکا پسند اور نہ لڑکے کو لڑکی پسند: بالآخر یہ ازدواجی زندگی شروع ہونے سے پہلے ہی ختم ہوجاتی ہے۔ کتنے ہی رشتے صرف اور صرف اِسی بنیاد پر ٹوٹ گئے کہ نکاح سے پہلے اُن کی مرضی معلوم نہ کی گئی۔

حضرت مغیث رضی اللہ عنہ اور حضرت بَریرہ رضی اللہ عنہا کا واقعہ

حدیث کی کتابوں میں یہ واقعہ ملتا ہے کہ حضرت مُغیث رضی اللہ عنہ اور حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کا جس وقت نکاح ہوا، اُس وقت دونوں غلام تھے۔

بعد میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کو خرید کر آزاد کر دیا تھا اور شریعت میں یہ مسئلہ ہے کہ جب غلام باندی آزاد ہوجائے تو باندی کو شریعت یہ اختیار دیتی ہے کہ چاہے تو وہ اپنے اسی خاوند کے نکاح میں باقی رہے اور اگر چاہے تو اُس سے جدا ہوجائے، جس کو شریعت کی زبان میں ''خیارِ عتق'' کہا جاتا ہے۔

جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اُنھیں خرید کر آزاد کر دیا تو حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کو ''خیارِ عتق'' مل گیا؛ چناں چہ انھوں نے یہ حق استعمال کر کے اپنے خاوند ''مغیث'' سے جدائی اختیار کر لی، جس کی وجہ سے حضرت مغیث رضی اللہ عنہ کو بہت زیادہ صدمہ پہنچا۔

حدیث شریف میں آتا ہے کہ اِس صدمے کی وجہ سے حضرت مغیث رضی اللہ عنہ گلیوں میں روتے پھرتے تھے اور لوگوں سے کہتے تھے کہ: کوئی بریرہ سے میری سفارش کر دے اور بریرہ کو مجھ سے راضی کرا دے۔

جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک یہ بات پہنچی تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا سے حضرت مغیث رضی اللہ عنہ کی سفارش کی اور فرمایا: اگر تم اُن کے پاس واپس چلی جاؤ تو بہتر ہے۔

اس پر حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا کہ:

تَأْمُرُنِیْ؟

کیا یہ آپ کا حکم ہے یا پھر مشورہ؟ اگر یہ آپ کا حکم ہے تو مجھے قبول ہے اور اگر مشورہ ہے تو مجھے ان کی ضرورت نہیں ہے۔

سبحان اللہ! بڑوں سے بات کرنے کا کتنا اچھا تعظیم اور ادب والا انداز ہے!

اللہ تعالیٰ ہمیں بھی بات کرنے طریقہ اور سلیقہ عطا فرما دے، آمین۔

اِدھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تواضع اور عاجزی دیکھیے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ذرا بھی اس جواب پر ناگواری و ناراضگی ظاہر نہیں کی اور یہ بھی نہیں فرمایا کہ: تم میری بات کیوں نہیں مانتی ہو؟

بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

إِنَّمَا أَنَا أَشْفَعُ. (البخاری:۵۲۸۳)

میں تو صرف سفارش کر رہا ہوں۔

بڑوں کو چھوٹوں پر ناحق دباؤ نہیں ڈالنا چاہیے

اللہ اکبر! حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کے حق کا کتنا خیال رکھا کہ اُن پر ذرا بھی دباؤ (Pressure) نہیں ڈالا، اُن پر اپنے بڑے ہونے کا حق نہیں جتلایا؛ بلکہ فرمایا کہ: یہ تو میں صرف سفارش کر رہا ہوں۔

اس میں ماں-باپ، استاد، مہتمم، پرنسپل اور مسجد و مدرسے کے منتظمین کے لیے بڑا اور اہم سبق ہے کہ اپنے بڑے پن اور سرپرستی کی بنیاد پر اپنی اولاد، شاگرد، استاذ، ٹیچر، امام اور مؤذن پر ناحق دباؤ ہرگز نہیں ڈالنا چاہیے؛ بلکہ اُنھیں اُن کے جائز اختیارات اور حقوق استعمال کرنے دینا چاہیے۔

الغرض! یہ ساری بات اِسی پر چلی کہ رشتہ جوڑنے سے پہلے ماں باپ کو چاہیے کہ اولاد کی مرضی بھی جان لیں اور اُن کے اختیار اور پسند کا بھی لحاظ رکھیں؛ جیسا کہ حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کی مرضی اور اختیار کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے باقی رکھا۔

نکاح میں مہر

جب حضرت سودہ رضی اللہ عنہا بھی راضی ہوگئیں اور ان کے والد بھی راضی ہو گئے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لے گئے اور حضرت سکران رضی اللہ عنہ کے دو بھائی ''حضرت سلیط رضی اللہ عنہ اور حضرت حاطب'' کی موجودگی میں ان سے نکاح کر لیا۔

حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کے والد نے چار سو درہم مہر کے عوض میں یہ نکاح پڑھایا۔

حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کے بھائی کا اظہارِ افسوس

نکاح کے وقت حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کے بھائی ''عبداللہ بن زمعہ'' گھر پر نہیں تھے،

سفر میں تھے، جب وہ سفر سے واپس آئے اور اُنہیں نکاح کی خبر ملی تو انھوں نے اس کو افسوس ناک واقعہ سمجھ کر اپنے سر پر مٹی ڈالی، جیسا کہ عربوں کی عادت تھی کہ: وہ افسوس ناک واقعہ پر اپنے سروں پر مٹی ڈالا کرتے تھے۔

چوں کہ! وہ اُس وقت تک ایمان نہیں لائے تھے؛ لیکن بعد میں جب اللہ تعالیٰ نے ان کو ایمان کی دولت سے نوازا تو وہ ہمیشہ اپنی اِس حرکت پر افسوس کیا کرتے تھے۔

اس زمانے کے عربوں کی ایک اچھی عادت

اوپر گزر چکا کہ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کا نکاح جب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ہوا، اس وقت ان کے بھائی زمعہ موجود نہیں تھے، اس وقت وہ سفر میں تھے، اِس سے معلوم ہوا کہ اس جہالت سے بھرے زمانے میں بھی ایک اچھی بات یہ تھی کہ وہ سادگی کے ساتھ، بغیر تکلف کے نکاح انجام دیتے تھے۔

بھائی سفر میں ہو، بیرون ملک میں ہو تو اس کے آنے کا انتظار کرنے کی کوئی ضرورت نہیں، اس کے بغیر بھی نکاح ہو جائے گا۔

نیز ان کے بھائی کے رویے سے یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ آدمی کی کبھی اپنے بہنوئی کے ساتھ ''تو تو میں میں'' ہو جاوے، تو غصہ ٹھنڈا ہونے کے بعد آپس میں صلح اور معافی تلافی کر لینی چاہیے۔

حضرت سودہ رضی اللہ عنہا سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نکاح کی حکمت

جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ نکاح کو پسند فرمالیا تو قریشِ مکہ حیرانی کا شکار تھے اور آپس میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اِس شادی کے بارے میں باتیں

کرنے لگیں کہ: حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا جیسی سردار، مال دار اور منظورِ نظر خاتون کے بعد پھر اس عورت سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کیسے شادی کرلی؟

دراصل وہ قریش، دنیوی نقطۂ نظر سے دیکھ رہے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دینی مقاصد و مصالح کے پیشِ نظر نکاح فرمایا تھا، یہ سوچ کر کے کہ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا ایمان والی، صبر والی اور مجاہدہ کرنے والی خاتون ہیں؛ اس لیے کہ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا نے اپنے گھر والوں کو اور وطن کو اپنے دین کی حفاظت کے لیے قربان کردیا تھا، وہ اپنا وطن چھوڑ کر حبشہ کی طرف ہجرت کرگئیں اور کئی سال وہیں گزار دیے۔

اس کے علاوہ ان کے ساتھ شادی کرنے میں اور بھی کئی دینی حکمتیں اور مصلحتیں تھیں مثلاً: ایک ایمان والی عورت کی دل جوئی کرنا، شوہر کے انتقال پر تسلی کا سامان مہیا کرنا، وغیرہ وغیرہ۔

حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کی خوش مزاجی کا ایک واقعہ

حضرت سودہ رضی اللہ عنہا بڑی خوش مزاج عورت تھیں، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو وقتاً فوقتاً ہنسایا کرتی تھیں۔ ایک دن اُنھوں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! کل رات میں نے آپ کے پیچھے نفل نماز پڑھی تھی، جب آپ رکوع میں گئے اور کافی دیر تک رکوع میں رہے تو مجھے رکوع میں یوں محسوس ہوا کہ ابھی میری ناک سے نکسیر پھوٹ نکلے گی، میں نے اِس اندیشے سے کہ کہیں خون کے قطرے نیچے گرنے شروع نہ ہوجائیں، اپنی ناک کو مضبوطی سے پکڑلیا، اِس پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بے ساختہ ہنس پڑے۔ (طبقات الکبریٰ: ۸/ ۴۴)

اسی طرح کبھی کبھی اِس انداز سے چلتی تھیں کہ: آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُنھیں دیکھ کر ہنس پڑتے تھے۔ (طبقات الکبریٰ: ۸/ ۴۴)

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پورے گھرانے کو سنبھالا

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جب حضرت سودہ رضی اللہ عنہا سے نکاح ہوا، اُس وقت اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تمام اولاد چھوٹی عمر کی تھی، گھر کے انتظام میں بڑی دقتیں اور پریشانیاں لاحق ہوتی تھیں؛ لیکن جب حضرت سودہ رضی اللہ عنہا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نکاح میں آئی تو انھوں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تمام اولاد اور آپ کے گھر کی تمام ذمے داریاں اپنے سر لے لیں۔

دجال سے بہت ڈرنے والی

حضرت سودہ رضی اللہ عنہا دجال سے بہت ڈرتی تھیں اور کیوں نہ ڈرتیں؟ جب کہ اس کی سنگینی سے ہر ایک نبی نے اپنی اپنی امت کو ڈرایا تھا۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی اپنی امت کو اِس سے آگاہ کیا اور اس کی علامتیں بھی بتلائیں، جن کا ذکر بندے کی کتاب ''قیامت کی نشانیاں'' میں ہے۔

دجال سے حفاظت کے اعمال

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس سے بچنے کی دعا بھی کیا کرتے تھے:

أَللّٰهُمَّ إِنِّیْ أَعُوْذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَسِیْحِ الدَّجَّالِ.(المسلم)

اے اللہ! میں دجال کے فتنے سے آپ کی حفاظت میں آتا ہوں۔

اِس سے اندازہ لگائیے کہ دجال کا فتنہ کتنا خطرناک ہوگا؟

حدیثِ پاک میں آتا ہے کہ:

مَنْ حَفِظَ عَشْرَ اٰیَاتٍ مِنْ أَوَّلِ سُوْرَةِ الْكَهْفِ عُصِمَ مِنَ الدَّجَّالِ (المسلم:۸۰۹)

و فی روایةٍ: الْعَشْرَ الْأَوَاخِرَ.

اسی طرح ایک اور حدیث میں ہے کہ:

مَنْ قَرَأَ ثَلَاثَ آيَاتٍ مِنْ أَوَّلِ الْكَهْفِ عُصِمَ مِنْ فِتْنَةِ الدَّجَّالِ. (الترمذي:٢٨٨٦)

اِن حدیثوں کا خلاصہ یہ ہے کہ جو بھی سورۂ کہف کی شروع کی دس آیتیں یا تین آیتیں یا آخری دس آیتیں یا تین آیتیں پڑھے وہ دجال کے فتنے سے محفوظ ہو جائے گا۔

حضرت سودہ رضی اللہ عنہا دجال سے بہت ڈرتی تھیں، ایک مرتبہ وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس آ رہی تھیں، تو دونوں نے مذاق کے لہجے میں ان سے کہا:

تم نے کچھ سنا؟ وہ کہنے لگیں: کیا؟

ان دونوں نے کہا کہ: دجال نکل آیا ہے، یہ سن کر حضرت سودہ رضی اللہ عنہا گھبرا گئیں اور جلدی جلدی قریب والے ایک خیمے میں، جہاں پر کچھ لوگ آگ جلا رہے تھے، فوراً اُس کے اندر داخل ہو گئیں۔

یہ دیکھ کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا ہنستی ہوئی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس پہنچیں اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس واقعے کی خبر دی، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے اور خیمے کے دروازے پر کھڑے ہو کر فرمایا کہ: سودہ! باہر آ جاؤ، دجال ابھی نہیں نکلا ہے، یہ سن کر حضرت سودہ رضی اللہ عنہا باہر نکل آئیں۔ (الاصابة فی تمییز الصحابة)

حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کی برکت سے پردے کے حکم میں نرمی کا واقعہ

بخاری شریف کی روایت ہے:

عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا أَنَّ أَزْوَاجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُنَّ يَخْرُجْنَ بِاللَّيْلِ إِذَا تَبَرَّزْنَ إِلَى الْمَنَاصِعِ- وَهُوَ صَعِيدٌ أَفْيَحُ- فَكَانَ عُمَرُ يَقُولُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: احْجُبْ نِسَاءَكَ. فَلَمْ يَكُنْ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ يَفْعَلُ، فَخَرَجَتْ سَوْدَةُ بِنْتُ زَمْعَةَ زَوْجُ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةً مِنَ اللَّيَالِي عِشَاءً، وَكَانَتِ امْرَأَةً طَوِيلَةً، فَنَادَاهَا عُمَرُ: أَلَا قَدْ عَرَفْنَاكِ يَا سَوْدَةُ! -حِرْصًا عَلَى أَنْ يَنْزِلَ الْحِجَابُ، فَأَنْزَلَ اللهُ آيَةَ الْحِجَابِ. (البخاری، کتاب الوضو)

ترجمہ: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن رات میں جب استنجے کی ضرورت محسوس کرتیں مناصع کی طرف نکلتیں، (یہ مناصع، بقیع قبرستان کے قریب ایک لمبا چوڑا میدان تھا) حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا کرتے تھے کہ آپ ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کو گھروں میں روک لیں (ضرورت کے وقت بھی گھر سے نہ نکلنے دیں) مگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایسا نہیں کرتے تھے۔

ایک رات عشا کے قریب حضرت سودہ رضی اللہ عنہا قضائے حاجت کے لیے نکلیں اور وہ لمبے قد والی تھیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو پہچان لیا اور- اِس حرص میں کہ پردے کا حکم نازل ہو- پکار کر کہا: سودہ! ہم نے آپ کو پہچان لیا، سو اللہ نے حجاب کے احکام نازل فرمائے۔

بخاری ''کتاب التفسیر'' میں یہ روایت اِس طرح ہے:

عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ: خَرَجَتْ سَوْدَةُ بَعْدَمَا ضُرِبَ الْحِجَابُ لِحَاجَتِهَا وَكَانَتِ امْرَأَةً جَسِيمَةً، لَا تَخْفَى عَلَى مَنْ يَعْرِفُهَا، فَرَآهَا عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ، فَقَالَ: يَا سَوْدَةُ، أَمَا وَاللهِ! مَا تَخْفَيْنَ عَلَيْنَا فَانْظُرِي كَيْفَ تَخْرُجِينَ. قَالَتْ: فَانْكَفَأَتْ رَاجِعَةً وَرَسُولُ اللهِ ﷺ فِي بَيْتِي وَإِنَّهُ لَيَتَعَشَّى، وَفِي يَدِهِ عَرْقٌ. فَدَخَلَتْ، فَقَالَتْ: يَا رَسُولَ اللهِ! إِنِّي خَرَجْتُ لِبَعْضِ حَاجَتِي، فَقَالَ لِي عُمَرُ كَذَا وَكَذَا. قَالَتْ: فَأَوْحَى اللهُ إِلَيْهِ، ثُمَّ رُفِعَ عَنْهُ وَإِنَّ الْعَرْقَ فِي يَدِهِ مَا وَضَعَهُ، فَقَالَ: إِنَّهُ قَدْ أُذِنَ لَكُنَّ أَنْ تَخْرُجْنَ لِحَاجَتِكُنَّ. (البخاري، كتاب التفسير)

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مبارک زمانے میں غربت کی وجہ سے استنجا اور غسل خانوں کا انتظام نہیں تھا؛ اس لیے عورتیں عام طور پر رات میں مدینہ منورہ میں بقیع قبرستان کے پاس ''مناصع'' نامی ایک میدان تھا، وہاں اپنی حاجات سے فارغ ہونے کے لیے جایا کرتی تھیں؛ تاکہ کسی کی نظر نہ پڑنے پاوے اور پردے کا اہتمام بھی ہوجاوے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی چاہت

ایک مرتبہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ عرض کرنے لگے: اے اللہ کے رسول! آپ کی ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن امت کی مائیں ہیں، ان کے لیے پردے کا انتظام بہت سخت ہونا چاہیے؛ تاکہ ان پر کسی کی نظر نہ پڑنے پاوے۔

ایک مرتبہ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا رات کے وقت قضائے حاجت کے لیے جارہی تھیں؛ چوں کہ ان کا بدن ذرا بھاری تھا؛ اس لیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو پہچان لیا کہ یہ سودہ ہے؛ لہٰذا انھوں نے -اِس امید پر کہ میرے اس طرزِ عمل سے ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کے پردے کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی سخت حکم نازل ہوجاوے- زور سے آواز لگائی کہ: اے سودہ! میں نے آپ کو پہچان لیا، آپ مجھ سے اپنے آپ کو چھپا نہیں سکتی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس طرزِ عمل پر حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کا رویہ

حضرت سودہ رضی اللہ عنہا نے جب یہ سنا تو بہت زیادہ شرمندہ ہوئی اور دوڑی دوڑی اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی، اس وقت اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں تشریف فرما تھے اور ان کے ساتھ دسترخوان پر بیٹھ کر کھانا تناول

فرمارہے تھے، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مبارک ہاتھ میں گوشت کی ہڈی تھی، حضرت سودہ رضی اللہ عنہا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس پہنچی اورآکر واقعہ بیان کیا تو اسی حال میں وحی کے آثار شروع ہوئے۔ جب وحی پوری ہوئی تو آپ نے فرمایا:

إِنَّهُ قَدْ أُذِنَ لَكُنَّ اَنْ تَخْرُجْنَ لِحَاجَتِكُنَّ.

تمھیں ضرورت کے لیے گھر سے نکلنے کی اجازت دی گئی، سوتم ضرورت کے لیے جنگل جاسکتی ہو۔

بہت سے احکام میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے کے مطابق وحی نازل ہوئی ہے؛ مگر ازواجِ مطہرات کے سلسلے میں جس خصوصی حکم کے وہ خواہش مند تھے اس کے مطابق وحی نازل نہیں ہوئی؛ کیوں کہ اس میں مشقت تھی، گھروں میں بیت الخلا بنے ہوئے نہیں تھے۔

عورت کے لیے ضرورت کے وقت گھر سے باہر نکلنے کی اجازت ہے

مذکورہ واقعہ پردے کا حکم نازل ہونے کے بعد کا ہے۔ پردے کی آیت نازل ہونے کے بعد بھی ازواجِ مطہرات بڑے استنجے کے لیے گھر سے نکلتی تھیں اور رات میں جاتی تھیں؛ اس لیے کہ گھروں میں بیت الخلا نہیں تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خواہش تھی کہ ازواجِ مطہرات کا پردہ دوسری عورتوں سے سخت ہو، وہ بڑے استنجا کے لیے بھی گھر سے نہ نکلیں؛ تاکہ کسی شخص کی ان پر نظر نہ پڑے؛ مگر آں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایسا نہیں کرتے تھے؛ اس لیے کہ قرآنِ کریم میں اللہ تعالیٰ نے عورتوں کو ضرورت کے وقت گھر سے نکلنے کی اجازت دی ہے، ارشادِ پاک ہے:

یٰٓاَیُّهَا النَّبِیُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَبَنٰتِكَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِیْنَ یُدْنِیْنَ عَلَیْهِنَّ مِنْ جَلَابِیْبِهِنَّ ؕ ذٰلِكَ اَدْنٰۤى اَنْ یُّعْرَفْنَ فَلَا یُؤْذَیْنَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا ﴿۵۹﴾ (الاحزاب:۵۹)

ترجمہ: اے نبی! تم اپنی بیویوں سے اور اپنی بیٹیوں سے اور (قیامت تک آنے والی تمام) ایمان والی عورتوں سے کہہ دو کہ: وہ اپنی چادریں (تھوڑی سی) اپنے (منہ کے) اوپر جھکا (یعنی لٹکا) لیا کریں، اِس طریقے میں اس بات کی زیادہ امید ہے کہ وہ (آزاد عورت ہے یہ) پہچان لی جائیں گی؛ لہذا وہ ستائی نہیں جائیں گی اور اللہ تعالیٰ تو بہت معاف کرنے والے، سب سے زیادہ رحم کرنے والے ہیں۔

اِس آیت کے اشارے سے معلوم ہوا کہ ضرورت کے وقت عورتیں پردے کے ساتھ گھر سے نکل سکتی ہیں اور یہ اجازت ازواجِ مطہرات کے لیے بھی تھی۔(از: تحفۃ القاری، کتاب الوضوء، ج۱ص ۶۶۴/۶۷)

اللہ تعالیٰ کی اپنی بندیوں پر شفقت

اِس طرح پردے کی اس آیتِ کریمہ کے نازل ہونے کے بعد بھی اللہ تعالیٰ نے اپنی بندیوں پر زیادہ سختی کا معاملہ نہیں فرمایا؛ بلکہ ان پر شفقت کا معاملہ فرمایا اور ضرورت کے وقت ان کو گھر سے نکلنے کی اجازت مرحمت فرمادی۔

چناں چہ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کی برکت سے پوری امت کی مستورات کے لیے پردے کے حکم میں ایک آسانی والا حکم نازل ہوا، اللہ تعالیٰ ان کو پوری امت کی طرف سے بہترین بدلہ عطا فرماوے اور جنت میں ان کے درجات میں ترقی عطا فرماوے، آمین۔

حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کے خصوصیات

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب حج ادا فرمایا تھا، اس وقت تمام ازواجِ مطہرات آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھیں، حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کو بھی اِس سفر میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہمرکابی کا شرف حاصل تھا، عرفات سے واپسی پر مزدلفہ میں حضرت سودہ رضی اللہ عنہا نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اِس بات کی اجازت مانگی کہ باقی لوگ تو کل صبح منیٰ کی طرف روانہ ہوں گے، آپ آسانی کے لیے (کیوں کہ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کا جسم مبارک بھاری تھا) مجھے اِس بات کی اجازت دے دیں کہ میں آج رات ہی دوسرے لوگوں سے پہلے منیٰ روانہ ہوجاؤں؛ کیوں کہ کل صبح لوگوں کے ساتھ چلنا میرے لیے دشوار ہوگا۔

چناں چہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کمالِ شفقت فرماتے ہوئے ان کو اجازت مرحمت فرمادی؛ لٰہذا وہ رات ہی کو مزدلفہ سے منیٰ روانہ ہوگئیں، جب کہ لوگ ابھی مزدلفہ میں ہی تھے۔

کاش کہ ان کے جسم میں میری روح ہوتی!

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کی شان بیان کرتے ہوئے فرماتی ہیں کہ:

حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کے علاوہ کسی عورت کو دیکھ کر مجھے یہ خیال پیدا نہیں ہوا کہ اُس کے قالب (جسم) میں میری روح ہوتی۔

فائدہ: ازواجِ مطہرات کے دلوں کی پاکیزگی کا اندازہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے اس قول سے بہ خوبی لگایا جا سکتا ہے کہ وہ اِس میں اپنے چھوٹے پن، اپنی سوکن کی عظمت اور ان سے اپنی عقیدت ومحبت کا اظہار کتنے اچھے انداز میں کر رہی ہیں کہ کاش! ان کے جسم میں میری روح ہوتی تو میری زندگی بھی خوب صورت ہوجاتی!

مال سے بے رغبتی اور سخاوت

ایک مرتبہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں دراہم کی ایک تھیلی بھیجی، تھیلی دیکھ کر حضرت سودہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا کہ: یہ کیا ہے؟

بتایا گیا: دراہم ہیں۔

فرمایا: دراہم جو کھجور کی طرح تھیلی میں بھرے ہوئے ہیں، یہ کہہ کر وہ سب درہم اللہ تعالیٰ کے نام پر تقسیم فرمادیے۔

زہد و تقویٰ اور کمالِ اطاعت

حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کو اللہ تعالیٰ نے عبادت، دنیا سے بے رغبتی اور خوفِ الٰہی میں بلند مقام عطا فرمایا تھا، چناں چہ ان کے بارے میں لکھا ہے:

وَكَانَتْ ذَاتَ عِبَادَةٍ وَوَرَعٍ وَزَهَادَةٍ.

ترجمہ: حضرت سودہ رضی اللہ عنہا عبادت گزار، تقویٰ والی اور دنیا سے بے رغبت خاتون تھیں۔

اِس عبادت اور زہد و تقویٰ کے ساتھ ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مکمل تابع داری اور فرماں برداری کا یہ عالَم تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ''حجۃ الوداع'' میں ایک مرتبہ ازواجِ مطہرات کو فرمایا تھا کہ: میرے بعد تم گھر میں بیٹھی رہنا۔

چناں چہ اِس فرمانِ نبوی پر آپ رضی اللہ عنہا نے اتنا اہتمام سے عمل کیا کہ اس کے بعد پھر کبھی حج کو بھی نہیں گئیں، وہ فرماتی تھیں کہ: میں حج اور عمرہ دونوں کر چکی ہوں، اب میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم کی فرماں برداری میں اپنے گھر ہی بیٹھی رہوں گی۔

آخری عمر میں اپنی باری کا دن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو دے دیا تھا

جب حضرت سودہ رضی اللہ عنہا بوڑھی ہوگئیں تو اُن کے دل میں خیال آیا کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیوی بنے رہنے کا شرف دنیا و آخرت میں باقی رہنا چاہیے، تب اُنھوں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا کہ: میں اپنی شب گزاری کی باری عائشہ کو دیتی ہوں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اِس پر راضی ہوئے اور ان کو اپنے نکاح میں ہی رکھا اور آخر تک ان کا خرچ وغیرہ بھی جاری رکھا۔

وفات

اِن کی وفات حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے آخری زمانے ۲۲ھ میں اسّی سال کی عمر میں ہوئی، مدینۂ منورہ میں جنّت البقیع میں دفن ہوئیں۔

اللہ تعالیٰ ان کی قبر مبارک پر اپنی رحمتوں کی بارش برسائے، جنت الفردوس میں ان کو اعلیٰ مقام عطا فرماوے آمین۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین.

ام المؤمنین حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا

مختصر تعارف

نام: زینب۔

لقب: ام المساکین۔

والد کا نام: خزیمہ بن عبد اللہ۔

والدہ کا نام: ہند بنت عوف۔

پیدائش: آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نبی بنائے جانے سے تقریباً ۱۳ر سال پہلے۔

پیدائش کی جگہ: مکہ مکرمہ۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نکاح: رمضان المبارک سنہ ۳ھ میں تیس سال کی عمر میں ہوا۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ رہنے کی مدت: تین یا آٹھ مہینے۔

وفات: ربیع الثانی سنہ ۴ھ میں۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود جنازے کی نماز پڑھائی اور ''بقیع'' میں دفن کیا گیا۔

عمر مبارک: تیس سال۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّاٰتِ اَعْمَالِنَا، مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَاھَادِیَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَشَفِیْعَنَا وَحَبِیْبَنَا وَاِمَامَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّداً عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ، صَلَوَاتُ اللّٰہِ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَذُرِّیَّاتِہٖ وَاَھْلِ بَیْتِہٖ وَاَھْلِ طَاعَتِہٖ، وَبَارَکَ وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْراً کَثِیْراً، اَمَّا بَعْدُ!

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ، بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ.

اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِھِمْ وَاَزْوَاجُہٗٓ اُمَّھٰتُھُمْ. (الاحزاب)

ترجمہ: نبی ایمان والوں کے ساتھ (خود) ان کی جان (اور ذات) سے بھی زیادہ تعلق رکھتے ہیں اور اس (نبی) کی بیویاں ان (ایمان والوں) کی مائیں ہیں (یعنی تعظیم وتکریم میں ماؤں کی طرح ہیں)۔ (از: تیسیر القرآن)

بڑوں کے حالات عبرت کا سامان

پچھلے چند دنوں سے حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پاک اور مبارک بیویوں کے حالات اور سیرت بیان ہو رہی ہیں، ہم سب کو ہمارے بڑوں کے حالات اور ان کی سیرت پڑھتے رہنا چاہیے؛ کیوں کہ اِس میں عبرت کا سامان ہوتا ہے۔ خود اللہ تعالیٰ قرآنِ کریم میں ارشاد فرماتے ہیں:

لَقَدْ کَانَ فِیْ قَصَصِھِمْ عِبْرَۃٌ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ.

ترجمہ: پکی بات یہ ہے کہ ان کے واقعات میں عقل والوں کے لیے عبرت کا بڑا سامان ہے۔

بڑوں کے حالات پڑھنے کے فائدے

اکابر اور بزرگوں کے حالات پڑھنے میں بہت سے فائدے ہیں:

① اُن کے حالات پڑھنے سے ایمان میں مضبوطی پیدا ہوتی ہے۔

② عبادت کرنے کا شوق پیدا ہوتا ہے۔

③ انسان کے اندر اچھے اخلاق آتے ہیں۔

④ گناہوں سے نفرت پیدا ہوتی ہے اور اُن سے بچنے کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔

⑤ اللہ تعالیٰ سے دوستی کرنے کو جی چاہتا ہے۔

⑥ اللہ تعالیٰ کا خوف پیدا ہوتا ہے۔

⑦ ہر کسی کے ساتھ ہمدردی کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔

الغرض! اِس کے بہت سارے فائدے ہیں؛ اِس لیے اکابر اور بزرگوں کے حالات ہمیں خوب پڑھنے چاہییے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں عمل کی توفیق عطا فرمائے، آمین!

حضرت زینب بنتِ خزیمہ رضی اللہ عنہا کے احوال

حضرت نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک پاک بیوی کا نام ”حضرت زینب بنتِ خزیمہ رضی اللہ عنہا“ ہے۔

حضرت زینب بنتِ خزیمہ رضی اللہ عنہا کی پیدائش حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نبی بنائے جانے

سے ۱۳۰ ر سال پہلے مکۂ مکرمہ میں ہوئی۔

حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے والد کا نام: خزیمہ بن عبداللہ بن عمر بن عبدِ مناف بن ہِلال بن عامر بن صَعصَعہ تھا

اور والدہ کا نام: ہند بنتِ عوف تھا۔

کہتے ہیں کہ: حضرت زینب بنتِ خزیمہ اور حضرت میمونہ ہلالیہ رضی اللہ عنہا دونوں ماں شریک بہن تھیں۔ (سیر الصحابہ، ج:۶ ص:۵۵)

نوٹ: شریعت میں ایک ہی وقت میں دو بہنوں کے ساتھ نکاح نہیں ہوسکتا، قرآن میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

وَاَنۡ تَجۡمَعُوۡا بَيۡنَ الۡاُخۡتَيۡنِ اِلَّا مَا قَدۡ سَلَفَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوۡرًا رَّحِيۡمًا ﴿۲۳﴾ (النساء:۲۳)

ترجمہ: اور یہ بھی (حرام ہے) کہ تم دو بہنوں کو ایک ساتھ (نکاح میں) جمع کرو؛ مگر جو کچھ پہلے ہو چکا (وہ معاف ہے) یقین رکھو اللہ تعالیٰ تو بڑے معاف کرنے والے ہیں بڑے رحم کرنے والے ہیں۔

لیکن یہاں دونوں بہنوں کا نکاح الگ الگ سال میں ہوا ہے۔

حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی کنیت وغیرت

حضرت زینب رضی اللہ عنہا میں سخاوت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی، غریبوں، مسکینوں کو نہایت فراخ دلی کے ساتھ کھانا کھلایا کرتی تھیں، فقیروں اور مسکینوں سے بہت شفقت سے پیش آتیں، صدقات کے ذریعے ان کی مدد کیا کرتیں تھیں۔

اُن کی اِن ہی صفات اور خوبیوں کا یہ ثمرہ تھا کہ آپ زمانۂ جاہلیت میں ہی ''ام المساکین'' (یعنی مسکینوں کی ماں) کے معزز لقب سے مشہور ہوگئی تھیں؛ یہاں تک کہ جب آپ رضی اللہ عنہا حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے نکاح میں آئیں، اس وقت بھی آپ ''ام المساکین'' سے ہی مشہور تھیں:

كانت تدعىٰ في الجاهلية امُّ المساكين لإطعامهم إياهم. (الطبقات الكبرىٰ لابن سعد: ۸/۱۱۵)

حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے اِس خوب صورت لقب کی وجہ اِس کے علاوہ اور کوئی نہیں تھی کہ وہ مسکین وغریب لوگوں کو کثرت سے کھانا کھلاتی تھیں۔

چناں چہ یہ عظیم لقب آپ رضی اللہ عنہا کی ذات کے ساتھ اس حد تک مخصوص ہوگیا کہ سیرت وتاریخ کی جس کتاب میں بھی آپ رضی اللہ عنہا کا نام ذکر کیا گیا ہے، وہاں اِس لقب کا تذکرہ بھی ضرور کیا گیا ہے۔

حضرت زینب رضی اللہ عنہا حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے نکاح میں آنے کے بعد بھی اپنی اس سخاوت وفیاضی اور یتیموں وبے سہاراؤں کی مدد میں پیش پیش رہیں؛ یہاں تک کہ آپ اِس وصف میں باقی تمام ازواجِ مطہرات سے ممتاز اور منفرد نظر آتی تھیں۔

نیز آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی یہ پاک بیوی بہت زیادہ ''غیور'' بھی تھی۔

آخرت کے لیے سرمایہ جمع کرنا عقل مندی ہے

پیاری دینی بہنو! دراصل ہمیں آخرت کی فکر کرنی چاہیے، آخرت کے لیے سرمایہ جمع کرنا چاہیے، یہی ایک انسان کے لیے عقل مندی کی بات ہے؛ کیوں کہ ہمیں ہمیشہ تو

اس جگہ رہنا ہے، اِس دنیا کو تو ہمیں ایک دن چھوڑ کر جانا ہے، ہم تو صرف یہاں کے مسافر ہیں! پھر کیوں ہم یہاں کے بارے میں لمبے زمانے کی منصوبہ بندی میں مشغول رہتے ہیں؟

''ابھی کورونا'' کے زمانے میں ہم نے دیکھ لیا کہ کیسے کیسے لوگ اپنے سب مال و دولت اور جائداد چھوڑ کر اس فانی دنیا کو الوداع کر گئے؛ اس لیے ہمیں صدقہ وخیرات کے ذریعے آخرت کا سرمایہ جمع کرنے کی فکر کرنی چاہیے۔

وقتِ اجل کچھ کام نہ آوے گا

کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ موقع ہمارے ہاتھ سے چلا جاوے اور جب عبرت کی آنکھیں کھلیں، اس وقت ہم افسوس کرتے رہ جاویں اور فرشتوں سے کہنے لگیں:

اے فرشتو! ذرا مجھے مہلت دو کہ: میں نماز پڑھ لوں، زکاۃ وصدقات ادا کرلوں، حج ادا کرلوں؛ لیکن اس وقت کا گڑ گڑانا کچھ کام نہ آوے گا، اس وقت کی پکار ہوا میں اڑ جاوے گی! قرآنِ پاک میں ایسے لوگوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وَاَنْفِقُوْا مِنْ مَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ فَيَقُوْلَ رَبِّ لَوْلَآ اَخَّرْتَنِيْٓ اِلٰٓى اَجَلٍ قَرِيْبٍ ۙ فَاَصَّدَّقَ وَاَكُنْ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝ وَلَنْ يُّؤَخِّرَ اللّٰهُ نَفْسًا اِذَا جَآءَ اَجَلُهَا ۭ وَاللّٰهُ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ۝ (التغابن:۱۱)

ترجمہ: اور جو رزق ہم نے تم کو دیا ہے اس میں سے (اللہ تعالیٰ کے قانون کے مطابق) خرچ کرواِس سے پہلے کہ تم میں سے کسی کو موت آجائے تو وہ (موت کے آثار دیکھ کر) کہنے لگے: اے میرے رب! آپ نے مجھے تھوڑے دنوں کی مہلت کیوں

نہیں دی کہ میں خوب صدقہ کرتا اور نیک لوگوں میں شامل ہو جاتا؟ ﴿۱۰﴾ اور کسی بھی نفس (یعنی جان دار) کا مقررہ وقت جب آجاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو ہرگز مہلت نہیں دیتے اور جو کام تم کرتے ہو اللہ تعالیٰ اس کی پوری خبر رکھتے ہیں۔

تین زینب

یہاں پر ایک بات یاد رکھیں کہ: زینب نام کی تین عورتیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھر میں تھیں: ایک بیٹی اور دو بیویاں۔

بیویوں میں ایک ''حضرت زینب بنتِ جحش رضی اللہ عنہا تھیں، جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پھوپھی کی لڑکی ہوتی ہیں، قرآنِ کریم میں اُن کا ذکر آیا ہے، جن کے تفصیلی احوال میں پہلے بتا چکا ہوں اور دوسری بیوی ''حضرت زینب بنتِ خزیمہ رضی اللہ عنہا'' ہیں۔

گھر میں ایک ہی نام کے الگ الگ افراد

اِس سے معلوم ہوا کہ ایک ہی گھر یا ایک ہی خاندان میں چند افراد کا ایک ہی نام رکھنے میں کوئی حرج نہیں۔

بعض مرتبہ جب لوگ ہم سے نام پوچھتے ہیں تو ہم مثال کے طور پر ''فاطمہ'' بتاتے ہیں تو جواب میں کہتے ہیں کہ: یہ نام پہلے سے ہمارے گھر یا خاندان میں ہے، کوئی اَور نام بتاؤ۔

حالاں کہ یہ کوئی عیب اور برائی کی بات نہیں ہے۔

دیکھو! حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خود کے گھر میں ایک ہی نام کی تین زینب ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نکاح

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نکاح میں آنے سے پہلے حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا کی دو شادیاں ہوچکی تھیں:

پہلی ''طفیل بن حارث'' سے ہوئی؛ لیکن اُنھوں اُن کو طلاق دے دی۔

اُس کے بعد طفیل ہی کے بھائی ''حضرت عبیدہ بن حارث رضی اللہ عنہ'' نے اُن سے نکاح کیا، جن کی غزوۂ بدر میں شہادت ہوگئی تھی۔

بعض سیرت لکھنے والے کہتے ہیں کہ: پہلے اُن کی شادی ''حضرت عبد اللہ بن جحش رضی اللہ عنہ'' سے ہوئی تھی، جن کی ۳ھ غزوۂ احد میں شہادت ہوئی۔

جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو معلوم ہوا کہ اُن کے شوہر کا انتقال ہوگیا ہے اور وہ بیوہ بن کر زندگی گزار رہی ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے نکاح کا پیغام بھیجا، جس کو انھوں نے قبول کرلیا اور ۳ھ میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ۳۰/سال کی عمر میں نکاح ہوا۔

معلوم ہوا کہ عورت بیوہ بیٹھی نہ رہے، نکاح کرلے، اسی میں بھلائی ہے۔

دنیا سے رخصتی

ایک روایت کے مطابق حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ چار مہینے گزارے اور دوسری روایت کے مطابق آٹھ مہینے گزارے اور تیس سال کی عمر پا کر مدینۂ منورہ میں انتقال ہوگیا۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بعد یہ دوسری بیوی ہیں، جن کا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی ہی میں انتقال ہوا۔

جنازے کی نماز

چوں کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے وقت جنازے کی نماز کا حکم نہیں آیا تھا؛ اِس لیے اُن کی جنازے کی نماز نہیں ہوئی تھی؛ لیکن حضرت زینب بنتِ خزیمہ رضی اللہ عنہا کے انتقال کے وقت جنازے کی نماز کا حکم آچکا تھا؛ اس لیے یہ پہلی بیوی تھی جن کے جنازے کی نماز پڑھی گئی اور وہ خود آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پڑھائی، بقیع میں ان کو دفنایا گیا۔

اللہ تعالیٰ کی کروڑوں رحمتیں اُن کی قبر پر نازل ہوں، آمین!

نوٹ: چوں کہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نکاح میں صرف چند ہی مہینے رہیں؛ اس لیے آپ رضی اللہ عنہا کی سیرت وفضائل کی روایات کتبِ سیر وتاریخ میں بہت ہی کم ملتی ہیں، اسی وجہ سے یہاں بھی ان کا تذکرہ اختصار کے ساتھ ہوا ہے۔

ام المؤمنین حضرت ام سلمہ بنت ابو امیہ رضی اللہ عنہا

مختصر تعارف

نام: ہند۔

لقب: ام سلمہ۔

والد کا نام: سہل یا سہیل (کنیت: ابوامیہ)۔

والدہ کا نام: عاتکہ بنت عامر۔

پیدائش: آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نبی بنائے جانے سے ۱۵/سال پہلے۔

پیدائش کی جگہ: مکہ مکرمہ۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نکاح: شوال سنہ ۴ھ میں۔

نکاح کے وقت عمر: آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر ۵۶/سال اور حضرت امِ سلمہ کی عمر ۶۵/سال تھی۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ رہنے کی مدت: تقریباً سات سال۔

وفات: سنہ ۶۳ھ میں۔

دفن: بقیع میں۔

کل عمر مبارک: ۸۴/سال۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّاٰتِ اَعْمَالِنَا، مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَاھَادِیَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَشَفِیْعَنَا وَحَبِیْبَنَا وَاِمَامَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّداً عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ، صَلَوَاتُ اللّٰہِ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَذُرِّیَّاتِہٖ وَاَھْلِ بَیْتِہٖ وَاَھْلِ طَاعَتِہٖ، وَبَارَکَ وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْراً کَثِیْراً، اَمَّا بَعْدُ!

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ، بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

یٰۤاَیُّھَا النَّبِیُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِکَ وَبَنٰتِکَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِیْنَ یُدْنِیْنَ عَلَیْھِنَّ مِنْ جَلَابِیْبِھِنَّ ؕ ذٰلِکَ اَدْنٰۤی اَنْ یُّعْرَفْنَ فَلَا یُؤْذَیْنَ. (الاحزاب:۵۹)

ترجمہ: اے نبی! تم اپنی بیویوں سے اور اپنی بیٹیوں سے اور (قیامت تک آنے والی تمام) ایمان والی عورتوں سے کہہ دو کہ: وہ اپنی چادریں (تھوڑی سی) اپنے (منہ کے) اوپر جھکا (یعنی لٹکا) لیا کریں، اِس طریقے میں اس بات کی زیادہ امید ہے کہ وہ (آزاد عورت ہے یہ) پہچان لی جائیں گی؛ لہذا وہ ستائی نہیں جائیں گی۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنے آخری نبی: حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نکاح اور شادی کے لیے جن خوش نصیب عورتوں کو چنا تھا اور پسند کیا تھا، ان خوش نصیب عورتوں میں ایک نام ''حضرت امِ سلمہ رضی اللہ عنہا'' کا ہے۔

حضرت امِ سلمہ رضی اللہ عنہا کا مختصر تعارف

حضرت امِ سلمہ رضی اللہ عنہا کا نام: ''ہند'' تھا۔

ان کی کنیت: امِ سلمہ تھی۔ اس زمانے میں عرب کا یہ عام رواج تھا کہ ان کے نام سے زیادہ مشہوران کی کنیت ہوا کرتی تھی۔

حضرت امِ سلمہ رضی اللہ عنہا کے والد کا نام: ''سہل'' یا ''سہیل'' تھا۔

ان کی والدہ کا نام: ''عاتکہ بنتِ عامر'' تھا۔

حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مدینۂ پاک ہجرت کرنے سے اٹھائیس سال پہلے حضرت امِ سلمہ رضی اللہ عنہا کی پیدائش ہوئی تھی۔

ان کا نکاح عرب کے ایک بڑے آدمی: ''عبداللہ بن عبدالاسد'' کے ساتھ ہوا تھا، یہ حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رضاعی بھائی ہوتے تھے، یہ بھی اپنی کنیت: ابوسلمہ سے مشہور ہوئے۔

خوش نصیب میاں بیوی

یہ دونوں میاں بیوی بہت ہی خوش نصیب تھے، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کے شروع زمانے ہی میں اسلام کی سعادت سے مالا مال ہو چکے تھے، پھر ابتدائی زمانے میں کمزور مسلمانوں پر جب کافروں اور مشرکوں کے ظلم کی آندھیاں چلنی لگیں، اس وقت اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کمزور اور بے بس مسلمانوں کو یہ حکم دیا تھا کہ: ملکِ حبشہ کا بادشاہ: نجاشی انصاف کرنے والا اور اچھے مزاج کا آدمی ہے، وہاں جا کر ایک اللہ کی عبادت میں مشغول ہو جاؤ۔

تین مرتبہ ہجرت کی سعادت

چناں چہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اِس فرمان کی وجہ سے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک بڑی تعداد

ہجرت کر کے ملکِ حبشہ چلی گئی تھی، وہاں کچھ زمانہ گزرنے کے بعد کسی نے یہ خبر اڑائی تھی کہ مکۂ مکرمہ میں تمام لوگ ایمان لا چکے ہیں اور امن وامان قائم ہو چکا ہے، اس کی وجہ سے ہجرت کرنے والے واپس مکۂ مکرمہ آ گئے؛ لیکن یہاں آ کر پتا چلا کہ یہ خبر جھوٹی تھی، پھر انھوں نے واپس مکۂ مکرمہ سے حبشہ کی جانب ہجرت کی تھی۔ ان دونوں ہجرتوں میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا اور ان کے شوہر شامل تھے۔

اس کے بعد جب اللہ رب العزت کا حکم آیا کہ تمھاری ہجرت کی جگہ مدینۂ منورہ ہے، تو ان دونوں خوش نصیب میاں بیوی نے مدینۂ منورہ کی ہجرت بھی کی، اس طرح ان دونوں کو تین مرتبہ ہجرت کرنے کی سعادت حاصل ہوئی۔

مسلمانوں کا چین وسکون کافروں کو گوارا نہ تھا

جب اللہ رب العزت کی طرف سے مدینۂ منورہ ہجرت کرنے کا حکم ہوا، اس زمانے میں بھی حالات بہت ہی خطرناک تھے، ظلم وستم کی تمام حدیں پار کی جا چکی تھیں، مردوں کے ساتھ ساتھ ایمان والی عورتوں کو بھی نشانہ بنایا جا رہا تھا۔

نیز اِن مکہ کے مشرکوں کو یہ بات گوارا نہیں تھی کہ مسلمان مدینہ ہجرت کر کے جائیں اور وہاں ایک اللہ کی عبادت کریں، چین وسکون کے ساتھ رہیں؛ اس لیے یہ لوگ حتیٰ الامکان اس بات کی کوشش میں لگے رہتے تھے کہ کوئی مسلمان ہجرت کر کے مدینۂ منورہ نہ جانے پاویں اور جس کے متعلق ان کو پتا چل جاتا تھا کہ یہ مکۂ مکرمہ کو چھوڑ کر مدینۂ منورہ ہجرت کرے جا رہا ہے تو اس کے پیچھے پڑ جاتے تھے، اس کو گھیر لیتے تھے اور طرح طرح سے ستایا کرتے تھے۔

”امِ سلمہ“ نام کی وجہ

اوپر گزر چکا ہے کہ عرب میں نام سے زیادہ کنیت کا رواج تھا، لوگ اپنی کنیت سے زیادہ مشہور ہوا کرتے تھے، حضرت امِ سلمہ رضی اللہ عنہا اوران کے شوہر: ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کو اللہ تعالیٰ نے اِس شادی کے نتیجے میں ایک بیٹا عطا فرمایا تھا، جن کا نام ”سلمہ“ تھا؛ اس لیے اِس بچے کے والد کی کنیت: ابوسلمہ (سلمہ کے باپ) اور ماں کی کنیت: امِ سلمہ (سلمہ کی ماں) پڑگئی۔

حضرت امِ سلمہ رضی اللہ عنہا کی ہجرت کا دردناک واقعہ

ہجرت کے لیے مدینہ کی طرف روانگی

جب صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک بڑی تعداد مکۂ مکرمہ سے مدینۂ منورہ ہجرت کر کے جا چکی تو ان دونوں میاں بیوی (couple) نے بھی یہ طے کیا کہ ہم بھی ہجرت کر کے مدینۂ منورہ چلے جاویں۔

چناں چہ یہ دونوں اپنے معصوم بچے کو لے کر مدینۂ منورہ کی طرف چل پڑے، حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ اونٹ کی رسی پکڑ کر آگے آگے چل رہے تھے اور حضرت امِ سلمہ رضی اللہ عنہا اور بیٹا: سلمہ دونوں اونٹ پر سوار تھے، ابھی یہ قافلہ مکۂ مکرمہ سے باہر نہیں نکل پایا تھا کہ مکۂ مکرمہ میں ایک شور مچ گیا کہ ابوسلمہ اپنے بیوی، بچے کے ساتھ مدینہ جا رہے ہیں۔

خاندان کے لوگ رکاوٹ بن گئے

جب حضرت امِ سلمہ رضی اللہ عنہا کے خاندان والوں کو اس بات کا پتا چلا تو وہ لوگ

دوڑے دوڑے آئے اور آ کر ابوسلمہ سے کہنے لگے: تم کو اکیلا مدینہ جانا ہو تو جا سکتے ہو؛ لیکن ہم ہماری بچی: ام سلمہ کو آپ کے ساتھ ہرگز مدینہ نہیں جانے دیں گے!

حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ نے ان کو بہت زیادہ سمجھایا کہ: یہ میری بیوی ہے، میں نے ان کے ساتھ شادی کر رکھی ہے، میں اپنے اختیار سے انھیں جہاں چاہوں لے جا سکتا ہوں؛ لیکن وہ عرب کے ضدی و جاہل لوگ ان کی ایک بات سننے کو تیار نہیں تھے، آخرکار انھوں نے زبردستی ابوسلمہ رضی اللہ عنہ سے اونٹ کی رسی چھین کر حضرت اِم سلمہ رضی اللہ عنہا کو اتارا اور وہاں سے پکڑ کر ان کو اپنے گھر لے گئے۔

انسانی شکل میں خونخوار بھیڑیے

پیاری دینی بہنو! اِس مقام پر میں آپ لوگوں سے خاص طور پر ایک بات عرض کرنا چاہتا ہوں کہ بہت سی مرتبہ میاں بیوی (Husband-Wife) میں بہت محبت ہوتی ہے، پیار ہوتا ہے؛ لیکن کبھی شوہر کے خاندان میں، تو کبھی بیوی کے خاندان میں کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں جن سے یہ سب باتیں دیکھی نہیں جاتی ہیں، وہ دل ہی دل میں جلتے بھنتے رہتے ہیں اور موقع دیکھ کر دونوں میاں بیوی میں لڑائی، جھگڑا کروانے کی کوشش میں لگ جاتے ہیں، ایسے لوگ بہت ہی خطرناک ہوتے ہیں، ان سے اپنے آپ کو بچانا چاہیے۔

نیز ہمیں اِس طرح کی بری عادت سے بھی اپنے آپ کو بچانے کی کوشش کرنا چاہیے، دوسروں کو پریشان کرنے سے بچنا چاہیے اور ان کو خوشی سے زندگی گزارنے کا موقع دینا چاہیے۔

یہ جادوگروں اور شیطانوں کا عمل ہے

بندہ جب ۲۰۰۷ء میں ہمارے حضرت: شیخ المشائخ حضرت مفتی احمد صاحب خانپوری دامت برکاتہم العالیہ کے ساتھ ایک مسجد کے افتتاح کے لیے نیوزی لینڈ گیا تھا تو ہمارے وہاں جانے سے پہلے عالمِ اسلام کے ایک مشہور ونامور بزرگ اپنی اہلیہ کے ساتھ نیوزی لینڈ تشریف لائے، اب جیسے بہت سے لوگوں کا مزاج ہوتا ہے کہ مرد اور عورت کے لیے الگ الگ کمرے کا انتظام کیا کرتے ہیں؛ چناں چہ انھوں نے وہاں بھی اسی طرح کا رویہ اختیار کیا۔

اس کے بعد انھوں نے ایئرپورٹ پر ان کے استقبال لیے بھی یہی طرزِ عمل اپنایا کہ چند مردوں کا مجمع الگ گاڑی لے کر اس بزرگ اور چند عورتوں کا مجمع الگ گاڑی کا انتظام کر کے ان کی اہلیہ کے استقبال کے لیے کھڑے ہو گئے، اس کے بعد وہ بزرگ جب ایئرپورٹ سے باہر نکلے اور انھوں نے اس طرح کا منظر اور ترتیب دیکھی تو ہمارے گجراتی مولانا صاحب- جو منتظم تھے- ان کا ہاتھ پکڑ کر فرمانے لگے:

''مولانا صاحب! مَا يُفَرِّقُونَ بِهِ بَيْنَ الْمَرْءِ وَزَوْجِهِ.'' والا کام کیوں کرتے ہو؟ ہم تو یہاں بیوی کے ساتھ رہیں گے، صبح ہماری تفریح ساتھ ہوگی، تیز چلنے کے لیے ہم کو ساحل پر پہنچا دیا کرو، پھر وقت پر لینے آ جاؤ۔

یہ جاہلوں کا شیوہ ہے

اِس واقعے کو سنانے کے پیچھے میرا مقصد بس یہی ہے کہ بہت سے گھرانوں میں میاں بیوی محبت بھری زندگی گزارنا چاہتے ہیں؛ لیکن دونوں کے خاندان میں کچھ لوگ

ایسے ہوتے ہیں جن کو یہ بات کانٹے کی طرح چبھتی ہے اور وہ دونوں کے درمیان فتنے پیدا کر کے لڑائی جھگڑا کرواتے ہیں، جس کی وجہ سے ان کی ہری بھری ازدواجی زندگی تلخی کا شکار بن جاتی ہے، اس طرح کے اعمال جاہلوں کا شیوہ ہے۔

حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہ کی درد بھری نصیحت

بہر حال! ام المؤمنین حضرت امِ سلمہ رضی اللہ عنہا اپنے شوہر حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہجرت کر کے مدینۂ منورہ جانا چاہتی تھی؛ لیکن ان کے خاندان والوں نے بیچ میں رکاوٹ ڈال دی، جب حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ عرب کے یہ ضدی اور جاہل لوگ بات ماننے کے لیے تیار نہیں ہے تو انھوں نے جاتے جاتے اپنی بیوی: حضرت امِ سلمہ رضی اللہ عنہا سے نصیحت کرتے ہوئے فرمایا:

اے ام سلمہ! اللہ تعالیٰ نے ہمیں دینِ اسلام کی عظیم الشان دولت عطا فرمائی ہے، اس پر مضبوطی سے قائم رہنا، اس سے کبھی بھی پیٹھ مت پھیرنا، چاہے اس کی وجہ سے تمھاری جان چلی جاوے!

حضرت امِ سلمہ رضی اللہ عنہا کے جذبے کو سلام

بعض مرتبہ ایک انسان کے گھر کا ماحول نا مناسب ہونے کی وجہ سے اس کے لیے ایمانیات واخلاقیات پر باقی رہنا مشکل ہو جاتا ہے؛ لیکن اللہ تعالیٰ کی کروڑوں رحمتیں نازل ہوں ام المؤمنین حضرت امِ سلمہ رضی اللہ عنہا پر جنھوں نے اپنے شوہر کی اِس درد بھری قیمتی نصیحت کو سن کر جواب دیا کہ: آپ بالکل مطمئن رہیے، میں جان قربان کر دوں گی؛ مگر دینِ اسلام نہیں چھوڑوں گی!

واقعے کا دوسرا رخ

اِدھر ایک طرف تو یہ منظر تھا، ادھر دوسری طرف حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہ کے خاندان والوں کو جب اس بات کا پتا چلا کہ ہمارے لڑکے کو اس کی بیوی بچے کے ساتھ مدینہ ہجرت کرنے سے روکا گیا ہے۔

چناں چہ وہ لوگ آئے اور حضرت امِ سلمہ رضی اللہ عنہا کے خاندان والوں سے کہنے لگے کہ: تم نے جب ہمارے لڑکے کے ساتھ اپنی بیٹی کو نہیں جانے دیا اور میاں بیوی کے درمیان تفریق کردی تو ہم بھی یہ بچہ تمھیں نہیں لے جانے دیں گے۔

ماں- باپ اور بیٹا ایک دوسرے سے بچھڑ گئے

حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہ کے خاندان کے لوگوں نے حضرت امِ سلمہ رضی اللہ عنہا کی گود سے بچہ چھین لیا، اس طرح تینوں: ماں، باپ اور معصوم بچے کے درمیان جدائی ہوگئی۔

پیاری بہنو! اندازہ لگاؤ! اُس وقت اس عورت پر کیا گزری ہوگی کہ تھوڑی دیر پہلے اس کے شوہر سے جدائی ہوئی تھی، اب اس کے بعد چھوٹا سا معصوم بچہ بھی اس کے ہاتھوں سے چلا گیا!

معصوم بچے پر بھی ترس نہ کھایا

جب لڑکی اور لڑکے والے دونوں خاندانوں کے بیچ بچے کی خاطر چھینا جھپٹی ہوئی، اس کھینچ تان میں معصوم بچے کا ہاتھ اتر گیا، ساتھ ہی اس کی ماں حضرت امِ سلمہ رضی اللہ عنہا کا ہاتھ بھی اتر گیا اور وہ بچہ چلا چلا کر رو رہا تھا؛ لیکن عرب کے ان پتھر دل جاہلوں پر کوئی اثر نہیں ہو رہا تھا۔

باپ ہجرت کر کے مدینۂ منورہ جا رہا تھا، ماں بے چین تھی اور بچہ آہ وزاری کر رہا تھا، اس کے باوجود ان جاہلوں کے دل اِس لیے نہیں پگھلے کہ ان کا صرف ایک مقصد تھا: ہماری ناک اونچی رہے، ہماری عزت نہ چلی جاوے۔

حکم صرف اللہ ہی کا چلتا ہے

دینی بہنو! یاد رکھو! قرآنِ مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ. (الانعام:۵۷)

ترجمہ: حکم تو اللہ تعالیٰ ہی کا چلتا ہے۔

ہمارے حکم کی کوئی حیثیت نہیں ہے، جیسے ہم انسان کمزور ہیں، اسی طرح ہمارا حکم بھی کمزور ہے، دیکھیے! اس دل دِہلا دینے والے واقعے کے بعد بھی حضرت امِ سلمہ رضی اللہ عنہا جب اپنے گھر آئی تو صبر واستقامت کا دامن تھام لیا، اسے اس بات کا یقین تھا کہ اللہ تعالیٰ ہماری قربانی ضائع نہیں فرمائیں گے، پورے خاندان میں کفر وشرک کا گندا ماحول تھا، اس کے باوجود حضرت امِ سلمہ رضی اللہ عنہا اللہ تعالیٰ کی مدد اور اس کی توفیق سے اپنے ایمان پر جمی رہی۔

حضرت امِ سلمہ رضی اللہ عنہا کا پیغام امت کے نام

دینی بہنو! حضرت امِ سلمہ رضی اللہ عنہا کا یہ طرزِ عمل ہم سب کے لیے ایک درسِ عبرت ہے، آج ہر طرف بے شرمی و بے حیائی کا گندا ماحول ہے، اِس گندے ماحول میں اپنے دین اور ایمان پر ہمیں کیسے جمے رہنا ہے؟ حضرت امِ سلمہ رضی اللہ عنہا کے اس عمل سے ہمیں سیکھنا ہے۔

اس بے حیائی اور بے شرمی کی آندھی میں ہم سب کو حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے اپنے دین وایمان اور عفت وعصمت کی حفاظت کرنی ہے تو اللہ تعالیٰ ہم سب کی محنت اور قربانیوں کو ان شاء اللہ! ضائع نہیں کریں گے۔

نیز اس کی برکت سے اللہ تعالیٰ ہمارے معاشرے میں ایمان واسلام کی روح و فضا قائم فرمادیں گے۔

حضرت اِم سلمہ رضی اللہ عنہا کا غم

اِس واقعے کے بعد حضرت امِ سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس کھونے کے لیے کچھ بھی نہیں تھا؛ اس لیے کہ سب کچھ چلا گیا تھا؛ لیکن ایمان کی عظیم دولت ساتھ تھی جس کے لیے یہ سب قربانی دی جارہی تھی۔

حضرت امِ سلمہ رضی اللہ عنہا خود فرماتی ہیں کہ: مجھ پر اتنا زیادہ غم سوار تھا اور مجھے اتنی زیادہ اپنے بچے وشوہر کی یاد ستارہی تھی کہ مکہ مکرمہ کی جس جگہ سے ہم آخری مرتبہ جدا ہوئے تھے، میں روزانہ اس جگہ جایا کرتی تھی اور اپنے شوہر کو یاد کیا کرتی تھی کہ یہ وہی جگہ ہے جہاں میری اور میرے شوہر کی آخری ملاقات ہوئی تھی، وہ دن بھر وہاں بیٹھ کر روتی رہتی اور شام کو واپس اپنے گھر چلی جاتی تھی؛ اس لیے کہ ان کو اپنے شوہر سے بھی بے انتہا محبت تھی۔

اچانک ایک امید کی کرن پھوٹ نکلی

حضرت امِ سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ: ایک مدت تک معاملہ اسی طرح چلتا رہا؛ لیکن جس جگہ جاکر میں دن بھر بیٹھ کر رویا کرتی تھی، اچانک اس جگہ سے ایک دن میرے چچا

زاد بھائی کا گزر ہوا، میری یہ حالت دیکھ کر ان کو مجھ پر ترس آ گیا۔

چناں چہ میرے چچازاد بھائی نے ہمت کر کے تمام خاندان والوں کو جمع کر کے کہا کہ: اس بے چاری کمزور عورت پر کیوں ظلم وستم کر رہے ہو؟ اس کو اس کے شوہر اور اس کے معصوم بچے سے کیوں کر جدا کر رکھا ہے؟ تمھیں یہ سب کر کے کیا حاصل ہو رہا ہے؟

اللہ اکبر! ان کا چچازاد بھائی بھی کافر تھا؛ لیکن اس نے دیکھا کہ اِس عورت پر سراسر ظلم ہو رہا ہے؛ تو اس نے ظلم کے خلاف آواز اٹھائی۔

ظلم کے خلاف آواز اٹھانا ثواب کا کام ہے

یہ بات دھیان میں رہے کہ اگر کسی جگہ، کسی پر ظلم وستم ہو رہا ہے، تو مظلوم کی مدد کرنا اور ظلم کے خلاف آواز اٹھانا ثواب کا کام ہے، حدیث شریف میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پاک ارشاد ہے:

أُنْصُرْ أَخَاكَ ظَالِمًا أَوْ مَظْلُومًا. (البخاری، رقم الحدیث: ۲۴۴۳)

ترجمہ: تمھارے بھائی کی مدد کرو، چاہے ظالم ہو یا مظلوم۔

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا سوال

اِس حدیث شریف میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو جملہ ارشاد فرمایا وہ زمانۂ جاہلیت میں بہت زیادہ رائج تھا؛ چوں کہ ان میں خاندانی حمیت وغیرت بہت زیادہ تھی؛ اس لیے وہ کہا کرتے تھے کہ: اپنے خاندان کا آدمی چاہے ظالم ہو یا مظلوم اس کی ضرور مدد کیا کرو!

چناں چہ جب یہی بات اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نورانی زبان سے صادر ہوئی تو

حضراتِ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم حیرت میں پڑ گئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا بات ارشاد فرما رہے ہیں؟ یہ تو زمانۂ جاہلیت والا جملہ ہے! لہٰذا انھوں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فوراً سوال کیا کہ: حضور! مظلوم کی مدد کرنا تو سمجھ میں آتا ہے؛ لیکن ظالم کی مدد کرنے کا کیا مطلب؟

ظالم کی مدد کرنے کا مطلب

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ: ظالم کی مدد یہ ہے کہ کسی پر ظلم کرنے سے اس کے ہاتھوں کو روک لیا جاوے۔ اس طرح جواب ارشاد فرما کر اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک جاہلیت والے جملے کا صحیح مفہوم قیامت تک آنے والی امت کے سامنے پیش کر دیا۔

لہٰذا ہمیں بھی چاہیے کہ ایک انسان دوسرے انسان پر ظلم کر رہا ہو تو ہمیں مظلوم کے ساتھ ساتھ ظالم کی بھی مدد کرنی چاہیے، اس کے ظلم کو ہاتھ سے یا کم از کم زبان سے روکنے کی کوشش کرنی چاہیے۔

حضرت امِ سلمہ رضی اللہ عنہا کو ہجرت کی اجازت مل گئی

بہر حال! جب حضرت امِ سلمہ رضی اللہ عنہا کے چچازاد بھائی نے سب خاندان والوں کے سامنے ان کی سفارش کی اور ان کی حالت کا تذکرہ کیا تو خاندان والوں کو ان کی حالت پر ترس آ گیا اور آپس میں یہ طے کیا کہ: ویسے بھی یہ یہاں حزن وغم میں مبتلا رہتی ہے، اس سے بہتر تو یہ ہے کہ اس کو مدینۂ منورہ جانے کی اجازت دے دی جاوے۔

دوسری طرف ان کے شوہر کے خاندان والوں کو اس بات کا پتا چلا کہ حضرت امِ سلمہ رضی اللہ عنہا کو ان کے خاندان والوں کی طرف سے مدینہ جانے کی اجازت مل گئی تو وہ

لوگ بھی ان کا بچہ دینے کے لیے تیار ہو گئے۔

چناں چہ دونوں خاندان والوں کی طرف سے اجازت ملتے ہی حضرت امِ سلمہ رضی اللہ عنہا بہت خوش ہوگئی اور وہ جلدی جلدی اپنے بیٹے کو لے کر مدینۂ منورہ ہجرت کر جانے کے لیے تیار ہوگئی؛ چوں کہ ان کو اللہ تعالیٰ کی ذات پر مکمل بھروسہ تھا؛ اس لیے اللہ تعالیٰ نے دیر ہی سے سہی؛ ان کے لیے یہ مراحل آسان فرما دیے۔

ہمیں اللہ ہی پر بھروسہ کرنا چاہیے

دینی بہنو! ہمیں ہر وقت، ہر حالت میں اللہ تعالیٰ ہی پر بھروسہ رکھنا چاہیے؛ کیوں کہ جس کو اللہ تعالیٰ پر بھروسہ ہوتا ہے، اس کی قدرت پر یقین ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے لیے کافی ہو جاتے ہیں، اپنے پیارے کلامِ پاک میں اللہ رب العزت خود ارشاد فرماتے ہیں:

وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بَالِغُ اَمْرِهٖ ؕ قَدْ جَعَلَ اللّٰهُ لِكُلِّ شَیْءٍ قَدْرًا ③ (الطلاق:۳)

ترجمہ: اور جو آدمی اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرتا ہے تو وہ (اللہ تعالیٰ) اس (کا کام بنانے) کے لیے کافی ہے، یقیناً اللہ تعالیٰ اپنا کام (جس طرح چاہتے ہیں) پورا کر کے ہی رہتے ہیں، پکی بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کا ایک اندازہ مقرر کر رکھا ہے۔

معصوم بچے کے ساتھ مدینہ کی طرف

اللہ رب العزت نے حضرت امِ سلمہ رضی اللہ عنہا کی تقدیر میں دیر سے ہی سہی؛ لیکن ہجرت لکھی ہوئی تھی؛ اس لیے وہ اپنے چھوٹے سے معصوم بچے کو لے کر اکیلی ہی مدینۂ

منورہ جانے کے لیے تیار ہوگئی، ان کو اپنے رب کی نصرت و مدد پر پورا بھروسہ تھا؛ اس لیے وہ اکیلی اپنے بچے کے ساتھ اونٹ پر سوار ہوکر مدینہ کی جانب نکل پڑی۔ اس سے اندازہ لگاؤ کہ ان کے دل میں اسلام کی کتنی زیادہ محبت ہوگی!

عثمان بن ابی طلحہ کا سوال

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا چلتے چلتے ابھی مکۂ مکرمہ سے تین چار میل کے فاصلے پر پہنچی تھی کہ مکۂ مکرمہ کے ایک شریف شخص: عثمان بن ابی طلحہ نے ان کو دیکھ لیا کہ یہ اکیلی عورت: امِ سلمہ اپنے چھوٹے سے بچے کے ساتھ اونٹ پر سوار ہوکر کہیں جا رہی ہے، انھوں نے حضرت امِ سلمہ رضی اللہ عنہا کو دیکھ کر آواز لگائی کہ: کہاں جا رہی ہو؟

جواب دیا: ہجرت کر کے اپنے شوہر کے پاس مدینۂ منورہ جا رہی ہوں!

پھر پوچھا: ساتھ میں کون ہے؟

حضرت امِ سلمہ رضی اللہ عنہا کا جواب

حضرت امِ سلمہ رضی اللہ عنہا نے عثمان بن ابی طلحہ کو جو جواب دیا وہ سننے جیسا ہے، اللہ تعالیٰ اس طرح کے جواب دینے کی ہمیں بھی توفیق عطا فرماوے! کہنے لگی: میرے ساتھ میرے رب: اللہ ہیں اور ظاہری دنیا میں یہ چھوٹا سا بچہ میرے ساتھ ہے، اس کو لے کر میں مدینۂ منورہ جا رہی ہوں۔

اس زمانے میں آج کی طرح کوئی پکی سڑکیں اور راستے تو تھے نہیں، ٹرین، بس، ہوائی جہاز نہیں ہوا کرتے تھے، ساتھ ہی راستے بھی بڑے خطرے والے ہوا کرتے تھے، ہر وقت چوروں اور ڈاکوؤں کا خوف لگا رہتا تھا۔

اس جواب کو سن کر عثمان بن ابی طلحہ کے دل میں رحم آ گیا، وہ کہنے لگے: چلو! میں تم کو مدینۂ منورہ تک پہنچانے کے لیے آتا ہوں!

عجیب بات یہ کہ عثمان بن ابی طلحہ اس وقت تک ایمان بھی نہیں لائے تھے، وہ تو فتحِ مکہ کے وقت ایمان لائے۔

عثمان بن ابی طلحہ کے خاندان کا شرف

یہ عثمان بن طلحہ وہی شخصیت ہے، جن کے خاندان کے پاس کعبۃ اللہ کی چابی رہا کرتی تھی اور آج بھی انھیں کے خاندان کے لوگوں کے پاس کعبۃ اللہ کی چابی موجود ہے، سعودیہ کے بادشاہ (king) کو بھی جب کعبۃ اللہ کے اندر داخل ہونا ہو تو وہ بھی ان کے خاندان والوں کے پاس چابی مانگ کر کعبۃ اللہ میں داخل ہوتے ہیں۔

دراصل زمانۂ جاہلیت سے ہی کعبۃ اللہ کی چابی کی ذمّے داری حضرت عثمان بن ابی طلحہ رضی اللہ عنہ کے خاندان میں چلی آ رہی تھی اور فتحِ مکہ تک یہ چابی انھیں کے پاس تھی، جب مکہ فتح ہوا، اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے پاس یہ چابی منگوائی؛ چناں چہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چابی منگواتے ہی اس چابی کی حفاظت کے لیے بہت سارے امیدوار کھڑے ہو گئے۔

اللہ تعالیٰ کے حکم کی تابع داری

لیکن اللہ تعالیٰ کو کچھ اور ہی منظور تھا، اللہ تعالیٰ چاہتے تھے کہ چابی کی یہ ذمّے داری پہلے جن کے ہاتھ میں تھی، ان ہی کے ہاتھ میں رہے؛ چناں چہ اللہ تعالیٰ نے قرآنِ پاک کی یہ آیتِ کریمہ نازل فرمائی:

اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُکُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰٓی اَھْلِھَا.

ترجمہ: (اے مسلمانو! یاد رکھو) یقیناً اللہ تعالیٰ تم کو حکم دیتے ہیں کہ تم امانتوں کو اس (امانت) کے حق داروں تک پہنچاؤ۔

اس آیتِ کریمہ کے نازل ہونے کے بعد اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عثمان بن ابی طلحہ رضی اللہ عنہ کو بلا کر وہ چابی ان کے حوالے کردی اور ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کہ: یہ چابی قیامت تک آپ کے خاندان میں رہے گی، جو ظالم و جابر ہوگا وہ اس چابی کو آپ کے خاندان والوں سے چھینے گا۔

عثمان جیسا شریف انسان میں نے نہیں دیکھا

حضرت امِ سلمہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ: عثمان بن ابی طلحہ جیسا شریف انسان میں نے کبھی نہیں دیکھا، انھوں نے ہم: ماں، بیٹے کو اونٹ پر سوار کردیا اور خود اونٹ کی رسی پکڑ کر آگے آگے چلنے لگے، یہ ہماری اللہ تعالیٰ کی طرف سے کھلم کھلا مدد تھی۔

حضرت امِ سلمہ رضی اللہ عنہا آگے مزید فرماتی ہیں کہ: جب کبھی راستے میں رکنے کا موقع آتا تو عثمان بن ابی طلحہ اونٹ کو ایک طرف بٹھا کر دور کسی درخت کی آڑ میں جا کر کھڑے ہوجاتے تھے، اس کے بعد میں نیچے اترتی اور اپنے بچے کے ساتھ اپنی ضروریات پوری کرلیتی تھی، پھر جب آگے چلنے کا وقت ہوتا تھا تو عثمان بن ابی طلحہ اونٹ لا کر میرے پاس بٹھا دیتے تھے اور خود آڑ میں چلے جاتے تھے، جب میں اپنے بچے کے ساتھ اس پر سوار ہوجاتی تھی، تو وہ لگام پکڑ کر آگے چل دیتے۔ اِس طریقے سے آٹھ دن میں ہمارا مکۂ مکرمہ سے مدینہ کا سفر پورا ہوا۔

ساتھ ہی مخلص بھی تھے

پھر جب مدینۂ منورہ بالکل قریب آ گیا اور بنو عمرو بن عوف کا محلہ نظر آنے لگا تو عثمان بن ابی طلحہ مجھ سے کہنے لگے: دیکھو! یہ رہا مدینہ! جو ہمیں نظر آ رہا ہے! وہاں تمھارے شوہر موجود ہیں، بس! اب میں یہاں سے مکہ واپس چلا جاتا ہوں، تم اپنے شوہر کے پاس چلی جاؤ اور ان کے ساتھ خوشی سے زندگی گزارو۔

سبحان اللہ! عثمان بن ابی طلحہ اللہ کے کیسے مخلص بندے تھے! اگر وہ چاہتے تو حضرت امِ سلمہ رضی اللہ عنہا کے شوہر: حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کے پاس جا کر اس بات کی پیش کش کر سکتے تھے کہ دیکھو! میں نے بڑی محنت اور مشقت کے ساتھ آپ کی بیوی اور بچے کو مدینۂ منورہ پہنچا دیا ہے؛ اس لیے آپ کو بہ طورِ اجرت مجھے کچھ رقم ادا کرنی ہوگی! انھوں نے ایسا کچھ نہیں کیا اور ماں بیٹے کو صحیح سالم چھوڑ کر مکہ کی جانب روانہ ہو گئے۔

جیسا کہ معلوم ہوا کہ حضرت امِ سلمہ رضی اللہ عنہا کی شادی ان کے چچا زاد بھائی: حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ سے ہوئی تھی اور ان دونوں میاں بیوی میں آپس میں بہت زیادہ محبت تھی؛ لیکن احد کی لڑائی میں زخمی ہو جانے کی وجہ سے کچھ مدت بعد ۸/ جمادی الاخریٰ ۴ ھ میں ان کا انتقال ہو گیا تھا، اس کے بعد وہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نکاح میں آئی تھی۔ اس کی تفصیل بھی آپ کو سناتا ہوں۔

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی نظر میں دین کی باتوں سے قیمتی کوئی چیز نہ تھی

حضرت امِ سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ: ایک مرتبہ میرے شوہر: ابوسلمہ رضی اللہ عنہ گھر آئے، جب وہ گھر آئے اس وقت بہت خوش تھے، مجھ سے کہنے لگے: میں آج حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے

پاس سے ایک حدیث شریف سن کر آیا ہوں، جو میری نظر میں دنیا و مافیہا سے بہتر ہے۔

اِس سے یہ بات معلوم ہوئی کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم دین کی جو باتیں سنتے اور سیکھتے تھے یا ان کو دین کی کوئی بات معلوم ہوتی تھی تو گھر جا کر اپنے گھر والوں کے سامنے بھی اس بات کا تذکرہ کرتے تھے، ان کو سکھلایا کرتے تھے؛ کیوں کہ ان کی نظر میں دین کی باتوں سے بڑھ کر کسی چیز کی بھی اہمیت نہیں تھی۔

نیز ان کا یہ فیصلہ بڑا عقل مندی والا تھا؛ کیوں کہ دنیا کی ہر چیز فنا ہونے والی ہے، چاہے سونا ہو، چاندی ہو یا کوئی اور قیمتی سے قیمتی چیز ہو، بس! صرف باقی رہنے والی چیز اللہ کی ذات اور اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے!

گھر والوں کو دین کی بات سکھانا چاہیے

حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہ اور تمام صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے طرزِ عمل سے ہمیں یہ بات سیکھنے کو ملتی ہے کہ ہم بھی کوئی دینی مجلس میں جا کر یا کسی جگہ دین کی باتیں سیکھیں تو اپنے گھر جا کر اپنے ماں-باپ، بیٹا-بیٹی، سب کو دین کی وہ باتیں بتلانی چاہیے، سکھلانی چاہیے اور اس پر چلنے اور عمل کرنے کے لیے ان کو ابھارنا چاہیے۔

اس کی برکت یہ ہوگی کہ دوسروں کو دین کی بات پہنچانے اور بتلانے کا جو ثواب ہے، اس کے ہم مستحق ہو جائیں گے، ساتھ ساتھ وہ دین کی باتیں ہمارے دل و دماغ میں بھی محفوظ ہو جائیں گی! اور گھر والوں کو دین سکھانے کی ذمّے داری بھی ادا ہو جائے گی۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کیا سن کر آئے ہو؟

بہر حال! جب حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہ نے گھر آ کر حضرت امِ سلمہ رضی اللہ عنہا سے اس

طرح کی بات کہی تو حضرت امِ سلمہ رضی اللہ عنہا جلدی سے پوچھنے لگی: اچھا بتاؤ! وہ کونسی چیز ہے جو تم سن کر آئے ہو اور جو دنیا و ما فیہا سے بہتر ہے؟

حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہ ان کو جواب دیتے ہوئے فرمانے لگے: میں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے کہ:

إِذَا أَصَابَ أَحَدَكُمْ مُصِيبَةٌ، فَلْيَقُلْ: إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ، عِنْدَكَ أَحْتَسِبُ مُصِيبَتِي فَأْجُرْنِي فِيهَا، وَأَبْدِلْنِي مَا هُوَ خَيْرٌ مِنْهَا. (مسندِ احمد، مسند النساء، رقم الحدیث: ۲۶۶۶۹)

ترجمہ: جب تم میں سے کسی کو کوئی مصیبت آ پہنچے تو اس وقت وہ یہ دعا کیا کرے: ہم سب تو اللہ تعالیٰ ہی کی ملکیت میں ہیں اور ہم سب اسی (اللہ تعالیٰ) کی طرف واپس جانے والے ہیں، اے اللہ! میں آپ سے میری اس مصیبت میں اجر و ثواب کی امید رکھتا ہوں، آپ مجھے اجر و ثواب عطا فرمایئے اور جس چیز کے گم ہو جانے سے مجھ پر یہ مصیبت آ پڑی ہے، اس کا نعم البدل مجھے عطا فرمایئے۔

ہمیں بھی اس دعا کا اہتمام کرنا چاہیے

یہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سکھلائی ہوئی بہت ہی پیاری دعا ہے، جب کسی وقت ہمارے سر پر کوئی مصیبت آ پڑے، کسی چیز کا غم سوار ہو جائے، کوئی چیز ہمارے ہاتھوں سے نکل جاوے، ہمارے ہاتھ نہ لگے، اس وقت ہمیں بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سکھلائی ہوئی یہ دعا پڑھ لینی چاہیے، جس کی وجہ سے ان شاء اللہ! اللہ تعالیٰ اس مصیبت اور غم کو دور فرما دیں گے اور اس کا نعم البدل عطا فرمائیں گے۔

اِس دعا کے فائدے

پہلا فائدہ

دینی بہنو! اس دعا کا پہلا فائدہ یہ ہے کہ اِس کے پڑھنے سے ہمارے دل کو تسلی اور سکون مل جاوے گا کہ اللہ تعالیٰ نے پہلے سے ہی میری تقدیر میں یہ تکلیف اور مصیبت لکھی ہوئی تھی؛ اس لیے یہ تکلیف مجھے پیش آ گئی۔

دوسرا فائدہ

اِس دعا کا دوسرا فائدہ یہ ہے کہ بندہ جب مصیبت کے وقت یہ دعا پڑھتا ہے تو چوں کہ اس میں اجر وثواب کی امید کا بھی تذکرہ ہے؛ اس لیے اس کو اِس مصیبت پر صبر کرنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اجر وثواب عطا فرمائیں گے۔

تیسرا فائدہ

اس دعا کے پڑھنے کا تیسرا فائدہ یہ ہے کہ جس چیز کے گم ہونے کی وجہ سے انسان کو رنج وغم پہنچا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے بدلے میں اس چیز سے بہتر چیز عطا فرمائیں گے۔

مثال کے طور پر کسی آدمی کی گھڑی چوری ہوگئی، اس وقت اس نے یہ دعا پڑھی تو اولاً اس کو اس بات کی تسلی ہو جاوے گی کہ اس گھڑی کا چوری ہونا میری تقدیر میں لکھا ہوا تھا؛ اس لیے چوری ہوگئی، پھر اس نے اِس بات پر صبر کیا تو اللہ تعالیٰ اس کے اِس صبر کرنے کی بنا پر اس کو اجر وثواب دیں گے، نیز اِس گھڑی کے چوری ہو جانے کی وجہ سے اس سے بہتر گھڑی اللہ تعالیٰ اس کو عطا فرمائیں گے۔

ہماری سوچ بہت محدود ہے

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ: جب میرے شوہر کا انتقال ہو گیا تو مجھ پر بڑی مصیبت آ گئی، اس وقت مجھے میرے شوہر کی بتلائی ہوئی یہ حدیث شریف یاد آ گئی، میں نے فوراً یہ دعا پڑھ لی؛ لیکن اس دعا کو پڑھتے وقت مجھے دل میں ایک خیال آیا کہ میں یہ دعا تو مانگ رہی ہوں کہ: اے اللہ! جس چیز کے چلے جانے کی وجہ سے مجھے نقصان ہوا ہے، اس کا نعم البدل یعنی اس سے بہتر چیز عطا فرمائیے!

لیکن میرے شوہر: ابوسلمہ تو بہت عمدہ اخلاق والے تھے، تمام حقوق ادا کرنے والے تھے، میری تمام ضروریات پوری کرنے والے تھے! ان کے جیسا شوہر اب مجھے کہاں ملے گا؟

ایک عورت کے لیے خوبی اور کمال کی بات

دیکھو! حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا وہ دعا پڑھتے پڑھتے یہ سوچ رہی ہے کہ میرے شوہر کتنے بہترین انسان تھے، ان سے بہتر انسان دنیا میں کوئی ہو ہی نہیں سکتا ہے! ان کی اس سوچ اور رویے سے ہمیں اس بات کا سبق لینا ہے کہ ایک عورت کے لیے خوبی اور بہتری کی بات یہ ہے کہ وہ اپنے شوہر کو ہی سب کچھ سمجھے، اس کے دل و دماغ میں اپنے شوہر سے اچھا اور عمدہ دنیا میں کوئی دوسرا نہیں ہونا چاہیے۔

اس کی برکت یہ ہوگی کہ دونوں میاں بیوی خوش حال زندگی گزار پائیں گے، چین وسکون سے رہیں گے، ساتھ ہی لڑائی، جھگڑے اور آپس کی ناچاکی اور نا اتفاقی سے محفوظ رہیں گے۔

حدیث شریف کی برکت کا نتیجہ

بہر حال! حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو دعا پڑھتے وقت اِس طرح کا خیال تو آیا؛ لیکن انھوں نے حدیث شریف کی عظمت اور اس کی محبت کی خاطر یہ دعا پڑھ لی، بس! حدیث شریف کے اس اکرام، محبت اور یقین کا نتیجہ یوں ظاہر ہوا کہ جیسے ہی حضرت اِم سلمہ رضی اللہ عنہا کی عدت پوری ہوئی، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے پاس نکاح کا پیغام بھیجا۔

یہ عجیب بات ہے کہ ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر اس وقت ۵۶ ر سال تھی اور حضرت اِم سلمہ کی عمر ۶۵ ر سال تھی؛ گویا حضرت اِم سلمہ رضی اللہ عنہا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ۹ ر سال بڑی تھی، اس کے باوجود آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عمر کے تفاوت کا لحاظ نہیں فرمایا اور ان سے نکاح کرلیا۔

اب ظاہر بات ہے کہ اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بہترین انسان کیا کوئی ہوسکتا ہے؟

نکاح کی درخواست پر حضرت اِم سلمہ رضی اللہ عنہا کا جواب

جب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو نکاح کا پیغام بھیجا تو انھوں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے کچھ عذر پیش کیے:

① اے اللہ کے حبیب! پہلی بات تو یہ ہے کہ میں عمر میں آپ سے بڑی ہوں۔

② دوسری بات یہ ہے کہ میرے شوہر: ابوسلمہ سے میرے یتیم بچے ہیں، اگر میں دوسری شادی کرلوں گی تو ان بچوں کا کیا ہوگا؟ کون ان کی پرورش کرے گا؟

③ تیسری بات یہ ہے کہ مجھے غیرت بہت زیادہ آتی ہے، اگر میں آپ کے نکاح میں آگئی اور مجھ سے کوئی نامناسب بات سرزد ہوگئی تو اس کی وجہ سے مجھے بہت زیادہ شرمندگی ہوگی!

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دریا دلی

حضرت امِ سلمہ رضی اللہ عنہا کی اس بات کو سن کر اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو جواب دیا، اس جواب کو اپنے دل ودماغ میں ہمیشہ کے لیے محفوظ کر لینا چاہیے۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمانے لگے: اے امِ سلمہ! تمھارے بچے میرے بچے ہیں، ان کی پرورش میں کروں گا، ان کی دیکھ بھال میں کروں گا۔

جب وہ اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نکاح میں آئیں تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے سب بچوں کو اپنے بچوں کی طرح پالا، ان کو کبھی اس بات کا احساس نہیں ہونے دیا کہ ہمارا باپ کوئی دوسرا تھا۔

دو جہاں کے سردار حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تربیت کا انداز

ایک مرتبہ حضرت امِ سلمہ رضی اللہ عنہا کے بیٹے: عمر بن ابی سلمہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ایک ہی پلیٹ میں بیٹھ کر کھانا کھا رہے تھے، بہت سے چھوٹے بچوں کی یہ عادت ہوتی ہے کہ وہ ''بسم اللہ'' پڑھے بغیر کھانا شروع کردیتے ہیں، ساتھ ہی پلیٹ میں ادھر ادھر ہاتھ گھماتے رہتے ہیں، یہ چھوٹا سا بچہ بھی ٹھیک اسی طرح کرنے لگا۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نظر جب اس پر پڑی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بہت پیار و محبت سے سمجھاتے ہوئے فرمایا:

يَا غُلَامُ، سَمِّ اللهَ، وَكُلْ بِيَمِينِكَ، وَكُلْ مِمَّا يَلِيكَ. (البخاري، كتاب الاطعمة، رقم الحديث: ۵۳۷۶)

ترجمہ: اے لڑکے! بسم اللہ پڑھ کر کھانا کھاؤ! اپنے سامنے سے کھاؤ! داہنے ہاتھ

سے کھانا کھاؤ! پھر اس کے بعد میں زندگی بھر اِس ارشاد پر عمل کرتا رہا۔

بچپن کی باتیں ہمیشہ یاد رہتی ہیں

اِس حدیث شریف میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت امِ سلمہ رضی اللہ عنہا کے بیٹے: عمر بن ابی سلمہ کو جو درس اور سبق سکھایا، یہی سبق ہمیں اپنی اولاد کو بھی سکھانا چاہیے؛ چناں چہ ہم جس وقت کھانے کے لیے دسترخوان پر بیٹھیں، اس وقت اپنے بچوں سے کہنا چاہیے کہ: بیٹا! پہلے تمھارے استاذ نے کھانے کی جو دعا تم کو سکھلائی ہے اس کو پڑھ لو، اپنے سامنے سے کھاؤ، پھر کھانے کے دوران اناج کا کوئی دانہ زمین پر گر جاوے تو اس وقت اس سے کہو: بیٹا! یہ دانہ اٹھا کر کھالو! کیوں کہ شیطان برکتی دانہ زمین پر گرادیتا ہے۔

اگر ہم کھانا کھاتے وقت بھی اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ان سنتوں کو زندہ کریں گے تو ہمارا کھانا بھی عبادت بن جاوے گا۔

اسی طرح یہ بات جب بچوں نے بچپن میں ہی سیکھ لی تو پوری زندگی وہ اس پر عمل کریں گے؛ اس لیے کہ بچپن کی باتیں ہمیشہ یاد رہا کرتی ہیں، اس کا اجر وثواب بھی ان کے ماں باپ کو ملے گا۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعا کی برکت

حضرت امِ سلمہ رضی اللہ عنہا نے جو تیسرا عذر پیش کیا تھا کہ مجھے غیرت بہت آتی ہے، مجھے ڈر ہے کہ کہیں مجھ سے آپ کے سامنے کوئی نامناسب حرکت سرزد نہ ہو جاوے، اس کے جواب میں حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ: میں تمھارے واسطے اللہ تعالیٰ سے دعا کروں گا کہ اللہ تعالیٰ تمھارے مزاج کو بدل دے۔

چناں چہ حضرت نبئ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے لیے دعا فرمائی، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دعا فرماتے ہی ان کے مزاج میں (مناسب) مکمل تبدیلی آگئی۔

حضرت امِ سلمہ رضی اللہ عنہا کی خوب صورتی

حضرت امِ سلمہ رضی اللہ عنہا بہت زیادہ خوب صورت عورت تھی، ان کے بارے میں ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ: امِ سلمہ رضی اللہ عنہا جب نکاح کر کے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھر آئی تو میں نے دیکھا کہ وہ ایک نہایت حسین وجمیل عورت ہے؛ حالاں کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا تو ایک مرتبہ بیوہ ہو چکی تھی، نیز عمر میں بھی بڑی تھی!

ساتھ ہی حضرت امِ سلمہ رضی اللہ عنہا نہایت عقل مند عورت تھیں، وہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی بہت سی مرتبہ قیمتی مشورے دیا کرتی تھی، جس کا پتا اس واقعے سے چلتا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خواب

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے جاں نثار صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو ہجرت کر کے مدینۂ منورہ آئے ایک لمبا عرصہ گزر چکا تھا، جس کی وجہ سے ان کو وطن کی محبت اور اس کی یاد ستا رہی تھی اور کیوں نہ ستاتی؟ جب کہ ان کے وطن میں کعبۃ اللہ جیسا اللہ تعالیٰ کا معظم ومبارک گھر تھا، جہاں ہر سال دنیا بھر سے لاکھوں کی تعداد میں لوگ حج وعمرے کے واسطے کھینچے چلے آتے ہیں۔

اسی درمیان حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک خواب بھی دیکھا کہ ہم لوگ مسجدِ حرام میں داخل ہو رہے ہیں، اپنے بالوں کا حلق اور قصر کروا رہے ہیں، اسی کے متعلق قرآنِ مجید میں اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

لَقَدْ صَدَقَ اللّٰهُ رَسُوْلَهُ الرُّءْيَا بِالْحَقِّ ۚ لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِيْنَ ۙ مُحَلِّقِيْنَ رُءُوْسَكُمْ وَمُقَصِّرِيْنَ ۙ لَا تَخَافُوْنَ ؕ فَعَلِمَ مَا لَمْ تَعْلَمُوْا فَجَعَلَ مِنْ دُوْنِ ذٰلِكَ فَتْحًا قَرِيْبًا ﴿۲۷﴾

ترجمہ: پکی بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو سچا خواب دکھلایا جو حقیقت کے بالکل مطابق ہوا کہ تم ضرور ان شاء اللہ! مسجدِ حرام میں امن وامان کے ساتھ داخل ہوں گے (اِس طرح کہ تم میں سے بعض حضرات) اپنے سر منڈواتے اور (کچھ حضرات) بال کٹواتے ہوں گے (اور) تم کو (کسی طرح کا) خوف نہیں ہوگا، سووہ (اللہ تعالیٰ) ان باتوں کو جانتے ہیں جو تم نہیں جانتے، پھر اللہ تعالیٰ نے اس (مسجدِ حرام میں داخل ہونے کے خواب کو پورا ہونے) سے پہلے ایک بہت قریب کی (یعنی خیبر کی) فتح عنایت کردی۔

مکہ کی طرف روانگی اور مکہ میں داخل ہونے پر روک

حضرت نبئ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اِس خواب کی بنیاد پر ۱۴۰۰ سو صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی جماعت تیار ہوگئی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ مکہ کی طرف روانہ ہوئے، اس وقت ازواجِ مطہرات میں سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ حضرت امِ سلمہ رضی اللہ عنہا تھیں۔

لیکن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جیسے مکۂ مکرمہ کے قریب پہنچے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کو مکہ کے مشرکوں نے مکہ میں داخل ہونے سے روک دیا، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو سمجھانے کی کوشش کی کہ ہمارا مقصد لڑائی اور جنگ کا نہیں ہے؛ بلکہ ہم تو صرف عمرہ کرنے آئے ہیں؛ لیکن ان کافروں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک بات نہ سنی اور عمرے کی

اجازت نہیں دی، اس کے بعد صلح ہوئی، جس میں انھوں نے کہا کہ: ابھی تم چلے جاؤ! آئندہ سال ہم تم کو عمرے کی اجازت دیں گے۔

یہ سب مان کیوں نہیں رہے ہیں؟

اس کے بعد اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ میں اعلان کیا کہ: جو لوگ اپنے ساتھ جانور لائے ہیں، وہ سب کے سب اپنے جانور ذبح کر دیویں، اس کے بعد اپنے سر کا حلق کروالیں؛ لیکن حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اِس بات کی طرف کسی نے توجہ نہیں دی، دوسری بار اعلان کیا؛ مگر کوئی سننے لیے تیار نہیں، تیسری بار اعلان کیا؛ مگر کوئی اٹھ ہی نہیں رہا تھا، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی اِس بات سے بڑا تعجب ہو رہا تھا کہ یہ لوگ اس طرح کیوں کر رہے ہیں؟ میرے ارشاد کی تعمیل کیوں نہیں کر رہے ہیں؟

حضرت امِ سلمہ رضی اللہ عنہا کا تاریخی مشورہ

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اِس بات سے بہت زیادہ رنج ہوا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے خیمے میں تشریف لے گئے، امّ المؤمنین حضرت امِ سلمہ رضی اللہ عنہا نے محسوس کرلیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرۂ مبارک پر رنج کے آثار ہیں، کہنے لگیں: کونسی بات آپ کو ناگوار گزری ہے؟

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوری تفصیل بتلائی، کہنے لگیں: تمام صحابہ رضی اللہ عنہم کو کعبۃ اللہ کی زیارت کرنے اور عمرہ کرنے کی تمنّا تھی، وہ پوری نہیں ہوئی، اِس وجہ سے یہ لوگ غم اور صدمے میں ڈوبے ہوئے ہیں۔

اس کے بعد حضرت امِ سلمہ رضی اللہ عنہا نے حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بڑا حکیمانہ مشورہ دیا کہ آپ ان صحابہ رضی اللہ عنہم کو جو اس وقت غم کی حالت میں ہیں کوئی حکم نہ دیں؛ بلکہ آپ خود

پہلے حلق اور قربانی کروائیے، آپ کو دیکھ کر وہ خود بہ خود عمل کریں گے۔

چناں چہ حضرت نبئ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم خیمے سے باہر تشریف لائے اور لوگ دیکھ سکے ایسی جگہ جلوہ افروز ہوئے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنا حلق مبارک شروع کروایا، بس پھر تو کیا تھا عاشق صحابہ رضی اللہ عنہم حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو دیکھتے ہی فوراً حلق کروانے لگے اور قربانی کر کے اپنے اپنے احرام کھولنے لگے۔

کہتے ہیں کہ: صحابہ رضی اللہ عنہم کو غم اتنا زیادہ تھا کہ بال مونڈتے وقت کھال تک کٹ جاتی تھی۔

معلوم ہوا کہ بہت سے موقع پر عورتوں کی طرف سے مفید مشورے سامنے آتے ہیں اور لوگوں کو بڑا فائدہ ہوتا ہے، حضرت اِم سلمہ رضی اللہ عنہا کا یہ مفید مشورہ اس نازک موقع پر بڑا اچھا رہا۔

صحابہ رضی اللہ عنہم کا یہ عمل بظاہر نافرمانی نظر آتا تھا؛ لیکن بعض مرتبہ حکم کو بجا لانے میں آگے پیچھے ہونا یہ نافرمانی نہیں کہی جاتی اور اس وقت تو غم کی ایک خاص حالت صحابہ رضی اللہ عنہم پر تھی، وہ مغلوب الحال جیسے تھے جن پر احکام میں آسانی ہو جاتی ہے۔

حضرت اِم سلمہ رضی اللہ عنہا کا علم حاصل کرنا اور اس کو پھیلانا

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے نکاح میں آئیں تو برابر آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ارشادات محفوظ کرتی رہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے سوالات کر کے علمِ دین سیکھتی رہیں اور پھر انھوں نے اِس علم کو خوب پھیلایا۔

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین کی ایک بڑی جماعت نے ان سے دین حاصل کیا،

یہاں تک کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ جیسے جلیل القدر صحابہ نے بھی ان سے احادیث لیں۔(الاصابة فی تمییز الصحابة: ۸/ ۳۴۴)

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا علم میں دوسروں سے ممتاز تھیں

حدیث شریف کی کتابوں میں جو حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی روایات ملتی ہیں، ان کی تعداد ۳۷۸ ہیں۔(گلدستۂ اہلِ بیت، ص:۸۹)

محمود بن لبید رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تمام ازواجِ مطہرات آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات وارشادات کو یاد رکھتی تھیں؛ مگر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے برابر کوئی اور بیوی نہیں تھی۔(گلدستۂ اہلِ بیت، ص:۸۹، بحوالہ: الطبقات الکبریٰ: ۲/۲۸۶)

مروان بن حکم مسائل کے سلسلے میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے رہنمائی لیا کرتے تھے اور کہتے تھے کہ: ہم کسی مسئلے کے بارے میں اور کسی سے کیوں پوچھیں؟ جب کہ ہمارے درمیان حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواجِ مطہرات موجود ہیں۔(گلدستۂ اہلِ بیت، ص:۸۹، بحوالہ: مسندِ احمد)

نیز حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا حدیث بیان کرنے کے ساتھ ساتھ فتویٰ بھی دیا کرتی تھیں؛ چناں چہ علامہ ابن القیم رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ: اگر ان کے فتاویٰ جمع کیے جائیں تو ان فتاویٰ کا ایک رسالہ بن سکتا ہے۔(گلدستۂ اہلِ بیت، ص:۹۰)

جنابت کے غسل کے متعلق ایک مسئلہ

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا عورتوں سے متعلق مسائل بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے معلوم کرتی

رہتی تھیں؛ چناں چہ ایک مرتبہ انھوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا کہ: یا رسول اللہ! میں اپنے سر کی مینڈھیاں بہت سختی سے باندھتی ہو،تو کیا غسلِ جنابت کے وقت (بالوں کی جڑیں تر کرنے کے لیے) ان کو کھول لیا کروں؟

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مینڈھیاں کھولنے کی ضرورت نہیں ہے،بس! اتنا کافی ہے کہ تین بار اپنے سر پر اچھی طرح پانی ڈال لیا کرو، اس کے بعد پورے بدن پر پانی بہالیا کرو،تم پاک ہو جاؤ گی۔ (گلدستۂ اہلِ بیت،ص:۹۰)

امر بالمعروف و نہی عن المنکر

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی بھی پابند تھیں۔ ایک دن ان کے بھتیجے نے ان کے گھر میں دو رکعت نماز پڑھی؛ لیکن جب وہ سجدہ کرتے تھے تو زمین پر پھونک مار کر مٹی اڑا دیتے تھے؛ تاکہ سجدے کی جگہ صاف ہو جائے اور پیشانی پر غبار نہ لگے۔

یہ دیکھ کر حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: ایسا نہ کرو! کیوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے غلام کو (جو سجدہ کرتے وقت اسی طرح مٹی اڑا رہا تھا) فرمایا تھا: اللہ کے لیے اپنا چہرہ مٹی میں ملا۔ (گلدستۂ اہلِ بیت،ص:۹۰)

نیز حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا عام لوگوں کے ساتھ ساتھ وقت کے حاکموں کو بھی امر بالمعروف کرتی تھیں؛ چناں چہ ان کے زمانے میں بعض حکام نے نماز کے اوقات تبدیل کر دیے تھے؛ یعنی مستحب اوقات چھوڑ دیے تھے،تو حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے ان سے فرمایا کہ: حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ظہر جلدی پڑھا کرتے تھے اور تم عصر جلدی پڑھتے ہو! (ایضا)

حضرت امِ سلمہ رضی اللہ عنہا کی سادگی

جب حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا نکاح ان کے ساتھ ہوا تھا، اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ان کو تقریباً دس درہم کا سامان دیا تھا، کھجور کی چھال سے بنا ہوا ایک بستر، ایک پلیٹ اور پیالہ، ساتھ میں آٹا پیسنے کی ایک چکی تھی۔

غور کرنے کا مقام ہے کہ دو جہاں کے بادشاہ و نبی کی دلہن و زوجہ ہیں؛ لیکن ان کو نکاح کے وقت شوہر کی طرف سے دیے جانے والے مال و متاع کی یہ حالت ہے، یہ چیز ہمارے لیے درسِ عبرت ہے!

حضرت امِ سلمہ رضی اللہ عنہا نے پوری امت کے واسطے بڑے مجاہدے اور بڑی بڑی تکلیفیں برداشت کیں، بھوکی رہیں، پیاسی رہیں، اپنی جان کی بھی پروا نہیں کیں؛ لیکن ہم تک دین اور دین کی باتیں مکمل طور پہنچا دیں، اللہ تعالیٰ ان کی قبروں کو نور سے منور فرمائے اور جنت الفردوس میں ان کو اعلیٰ مقام عطا فرمائے، نیز ہمیں بھی ان کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

فضائل و اعزازات

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو یہ اعزاز حاصل تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم عصر کے بعد جب اپنی تمام ازواج کے پاس تشریف لے جاتے تو سب سے پہلے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لے جاتے؛ کیوں کہ وہ باقی تمام ازواج سے عمر کے لحاظ سے بڑی تھیں۔

(گلدستۂ اہلِ بیت، ص:۹۱)

آپ رضی اللہ عنہا کو یہ بھی اعزاز حاصل ہے کہ خواتین میں سے آپ سب سے پہلی

خاتون ہیں جس نے مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کی۔ (گلدستۂ اہلِ بیت، ص:۹۱)

آپ رضی اللہ عنہا کے گھر میں وحیٔ الٰہی کا نزول

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر وحی جس طرح حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں نازل ہوتی تھی، اِسی طرح حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں نازل ہوتی تھی؛ چناں چہ آپ رضی اللہ عنہا کے گھر میں جو وحی نازل ہوئی، وہ یہ آیتِ کریمہ تھی:

وَقَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْاُوْلٰى وَاَقِمْنَ الصَّلٰوةَ وَاٰتِيْنَ الزَّكٰوةَ وَاَطِعْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ؕ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا ﴿۳۳﴾ (الاحزاب:۳۳) (گلدستۂ اہلِ بیت، ص:۹۲)

ترجمہ: اور (اے ایمان والی عورتو!) تم اپنے گھروں میں قرار سے رہو اور پہلی جاہلیت کی طرح (پرائے مردوں کو) اپنا بناؤ سنگھار (یعنی میک اپ) دکھلاتی مت پھرو اورتم نماز قائم کرتی رہو اور تم زکوۃ دیتی رہو اور تم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتی رہو، اے نبی کے گھر والو! اللہ تعالیٰ تو یہ چاہتے ہیں کہ (ہر قسم کی) گندگی تم سے دور رکھیں اور تم کو پورا پاک صاف رکھیں۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی ایک اور خصوصیت

حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا تو ان سے فرمایا:

إِنِّي قَدْ اَهْدَيْتُ إِلَى النَّجَاشِي حُلَّةً وَاَوَاقِيَ مِنْ مِسكٍ، وَلَا اَرَى النَّجَاشِيَ إِلَّا قَدْمَاتَ وَلَا اَرَى إِلَّا هَدِيَّتِي مَرْدُودَةً عَلَيَّ، فَإِنْ رُدَّتْ عَلَيَّ فَهِيَ لَكِ.

ترجمہ: میں نے نجاشی بادشاہ کی طرف ایک جوڑا اور چند اوقیہ مشک بہ طورِ ہدیہ بھیجی ہے؛ لیکن میرا خیال ہے کہ نجاشی کا انتقال ہو چکا ہے اور وہ ہدیہ مجھے واپس کر دیا جائے گا، اگر وہ مجھے واپس کر دیا گیا تو میں وہ ہدیہ تمھیں دے دوں گا۔

اللہ تعالیٰ کی کیا شان تھی! ٹھیک ایسا ہی ہوا جیسا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا اور وہ ہدیہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پاس واپس پہنچ گیا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس میں سے ایک اوقیہ مشک اپنی تمام بیویوں کو دیا اور باقی تمام مشک اور وہ جوڑا حسبِ وعدہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو عطا فرمایا۔ (گلدستۂ اہلِ بیت، ص:۹۲)

ہمیں تو صرف جذبات کی قربانی دینی ہے!

دینی بہنو! اِن واقعات کو سننے اور سنانے کے پیچھے مقصد یہ ہوتا ہے کہ انھوں نے دین کے واسطے جو کچھ قربانیاں دیں ان کو جان کر، معلوم کر کے ہم بھی اپنی زندگی میں اس طرح کی قربانیاں دینے کے لیے تیار ہو جاویں؛ تاکہ اللہ کا نام بلند ہو اور اللہ کا دین عالم میں پھیل جائے، ساتھ ہی ہماری دنیا و آخرت دونوں بن جائے!

ہمارے لیے تو آسان بات یہ ہے کہ ہمیں صرف اپنے جذبات کی قربانی دینی ہے:

اس بے شرمی و بے پردگی کے ماحول میں ہمیں گناہوں سے اپنے آپ کو بچانا ہے، پردے کا سخت اہتمام کرنا ہے، تمام عبادتوں کو اس کے وقت پر انجام دینا ہے؛ گویا اسلام کے خلاف والے برے ماحول میں ہمیں تمام اسلامی باتوں پر عمل کرنا اور گھر والوں کو کروانا ہے، تو ان شاء اللہ! ہماری یہ قربانیاں رنگ لاویں گی اور آخرت میں اللہ تعالیٰ ان پاکیزہ امہات المؤمنین کے ساتھ ہمارا حشر فرمائیں گے، اللہ کے نبی: حضرت

یوسف علیہ السلام نے جو دعا مانگی تھی:

تَوَفَّنِیْ مُسْلِمًا وَّاَلْحِقْنِیْ بِالصّٰلِحِیْنَ ﴿۱۰۱﴾

ترجمہ: آپ مجھ کو اسلام (یعنی آپ کی فرماں برداری) کے ساتھ (دنیا سے) اٹھانا اور (مرنے کے بعد اپنے) نیک بندوں کے ساتھ مجھے ملا دینا۔

ہم اس کے مصداق بنیں گے، اللہ تعالیٰ ہم سب کو استقامت نصیب فرماوے اور ایمان کے ساتھ اِس دنیا سے جانا نصیب فرماوے، آمین۔

دنیا سے رحلت

حضرت امِ سلمہ رضی اللہ عنہا کا انتقال ۶۳ھ میں جس دن حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر پہنچی تھی اس دن ہوا تھا، اس وقت ان کی عمر ۸۴ رسال تھی، حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی پاک بیویوں میں سب سے اخیر میں انتقال کرنے والی یہی حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا ہیں۔

ان کے جنازے کی نماز حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے پڑھائی اور ''بقیع'' قبرستان میں ان کو دفنایا گیا، ان کے دو بیٹے: عمر اور سلمہ نے اپنی والدہ ماجدہ کو قبر میں اتارا تھا۔

ان پر اللہ تعالیٰ کی کروڑوں رحمتیں نازل ہوں، انھوں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ بہت اچھی طرح زندگی گزاری، نیز ان کی برکت سے ہم سب کو ایک بہت بہترین دعا مل گئی۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو حضرت امِ سلمہ رضی اللہ عنہا کی طرح عقل مندی اور ہوشیاری عطا فرماوے اور اس سمجھ داری و عقل مندی کو دین کی خاطر لگانے کی توفیق نصیب فرماوے، آمین!

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

ام المؤمنین حضرت جویریہ بنت حارث رضی اللہ عنہا

مختصر تعارف

نام: جویریہ (اصل نام: برّہ)۔

والد کا نام: حارث بن ابی ضرار رضی اللہ عنہ۔

پیدائش: آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نبی بنائے جانے سے ۵ ؍سال پہلے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نکاح: ۲۰ ؍سال کی عمر میں ہوا۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ رہنے کی مدت: تقریباً پانچ سال۔

وفات: ربیع الاول ۵۰ ھ میں۔

دفن: بقیع میں۔

کل عمر مبارک: ۶۵ ؍سال۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّاٰتِ اَعْمَالِنَا، مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَاھَادِیَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنْ لَّآاِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَشَفِیْعَنَا وَحَبِیْبَنَا وَاِمَامَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّداً عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ، صَلَوَاتُ اللّٰہِ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَذُرِّیَّاتِہٖ وَاَھْلِ بَیْتِہٖ وَاَھْلِ طَاعَتِہٖ، وَبَارَکَ وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْراً کَثِیْراً، اَمَّا بَعْدُ!

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ، بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اِنَّ الْمُسْلِمِیْنَ وَالْمُسْلِمٰتِ وَالْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ وَالْقٰنِتِیْنَ وَالْقٰنِتٰتِ وَالصّٰدِقِیْنَ وَالصّٰدِقٰتِ وَالصّٰبِرِیْنَ وَالصّٰبِرٰتِ وَالْخٰشِعِیْنَ وَالْخٰشِعٰتِ وَالْمُتَصَدِّقِیْنَ وَالْمُتَصَدِّقٰتِ وَالصَّآئِمِیْنَ وَالصّٰٓئِمٰتِ وَالْحٰفِظِیْنَ فُرُوْجَھُمْ وَالْحٰفِظٰتِ وَالذّٰکِرِیْنَ اللّٰہَ کَثِیْرًا وَّالذّٰکِرٰتِ لا اَعَدَّ اللّٰہُ لَھُمْ مَّغْفِرَۃً وَّاَجْرًا عَظِیْمًا ﴿۳۵﴾

ترجمہ: یقیناً مسلمان (یعنی فرماں بردار) مرد اور مسلمان (یعنی فرماں بردار) عورتیں اور ایمان لانے والے مرد اور ایمان لانے والی عورتیں اور عبادت کرنے والے مرد اور عبادت کرنے والی عورتیں اور سچائی والے مرد اور سچائی والی عورتیں اور صبر کرنے والے مرد اور صبر کرنے والی عورتیں اور عاجزی کرنے والے (یعنی دل سے جھکنے والے) مرد اور عاجزی کرنے والی عورتیں اور صدقہ کرنے والے مرد اور صدقہ کرنے والی عورتیں اور روزہ رکھنے والے مرد اور روزہ رکھنے والی عورتیں اور اپنی شرم گاہوں کی

حفاظت کرنے والے مرد اور (اپنی شرمگاہ کی) حفاظت کرنے والی عورتیں اور اللہ تعالیٰ کا بہت ذکر کرنے والے مرد اور (اللہ تعالیٰ کا بہت) ذکر کرنے والی عورتیں، اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے مغفرت اور بڑا (شان دار) بدلہ تیار کر رکھا ہے

حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پاک بیویوں کی سیرت اور حالات کا سلسلہ چل رہا ہے، آج إن شاء اللّٰہ! آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک اور پاک بیوی ''حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا'' کی سیرت اور حالات پر بیان ہوگا۔

حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا کا تعارف

حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پاک اور مبارک بیویوں میں سے ایک بیوی ''حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا'' ہیں۔

حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا کا اصل نام ''برّہ'' تھا، برّہ کا معنی ہے: نیک عورت۔

چوں کہ اِس نام میں اپنی ذات کی تعریف ہے، جب کہ حقیقی تعریف کے لائق ذات صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی ہے، قرآنِ کریم میں ہے:

فَلِلّٰهِ الْحَمْدُ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَرَبِّ الْاَرْضِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۳۶﴾ وَلَهُ الْكِبْرِیَآءُ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۪ وَهُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ﴿۳۷﴾

ترجمہ: سو اللہ تعالیٰ ہی کے واسطے تمام تعریفیں ہیں جو آسمانوں کے رب ہیں اور زمین کے رب ہیں، تمام عالموں کے رب ہیں ﴿۳۶﴾ اور آسمانوں اور زمین میں (ہر قسم کی) بڑائی اُسی کے لیے ہے اور وہی (اللہ تعالیٰ) بڑے زبردست، بڑے حکمت والے ہیں۔

اِس وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اِس نام کو ناپسند کیا اور بدل کر ''جویریہ'' رکھ دیا۔

بُرا نام بدل کر اچھا نام رکھنا

یہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مبارک عادت تھی کہ جب بھی آپ کسی کا بُرا یا نامناسب نام دیکھتے تو اُسے بدل کر اچھا نام رکھ لیا کرتے تھے، جیسا کہ ایک حدیث میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا خود فرماتی ہیں کہ:

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُغَيِّرُ الِاسْمَ القَبِيحَ. (الترمذی رقم: ۲۸۳۹)

یعنی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غیر مناسب نام کو بدل کر مناسب نام رکھ دیتے تھے۔

نام بدلنے کے دو- تین واقعات حدیث کی کتابوں سے میں آپ کو سناتا ہوں، ابوداؤد کی ایک حدیث میں ہے کہ:

أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ غَيَّرَ اسْمَ عَاصِيَةَ وَقَالَ: أَنْتِ جَمِيلَةُ. (الترمذی، رقم الحدیث: ۲۸۳۸)

یعنی ایک عورت کا نام عاصیہ تھا، جس کا معنی ہے: نافرمان، تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُس کا نام بدل کر ''جمیلہ'' رکھا، جس کا معنی ہے: خوب صورت۔

اِسی طرح ایک آدمی کا نام ''أَصْرَم'' تھا، جِس کا معنی ہے: کٹا ہوا، تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُس کا نام بدل کر ''زُرْعَہ'' رکھا، جس کا معنی ہے: کھیتی، پھل۔

عَنْ نَافِعٍ، عَنْ ابْنِ عُمَرَ رضي الله عنهما أَنَّ رَجُلًا يُقَالُ لَهُ أَصْرَمُ كَانَ فِي النَّفَرِ الَّذِينَ أَتَوْا رَسُولَ اللهِ ﷺ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا اسْمُكَ؟ قَالَ: أَنَا أَصْرَمُ. قَالَ: بَلْ أَنْتَ زُرْعَةُ. (ابوداؤد، رقم الحدیث: ۴۹۵۴)

اپنی اولاد کے اچھے نام رکھو

دینی بہنو! آج کل ہمارے گھروں اور خاندانوں میں لڑکوں اور لڑکیوں کے ایسے

نام رکھے جاتے ہیں، جن کا یا تو کوئی معنی نہیں ہوتا ہے یا پھر معنی بالکل خراب ہوتے ہیں۔

اِس لیے ہمیں چاہیے کہ اپنے لڑکوں اور لڑکیوں کے نام اچھے رکھیں اور اِسی کی ہمیں تعلیم بھی دی گئی ہے۔ حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ:

إِنَّكُمْ تُدْعَوْنَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِأَسْمَائِكُمْ، وَأَسْمَاءِ آبَائِكُمْ، فَأَحْسِنُوا أَسْمَاءَكُمْ. (سنن ابی داؤد، اول کتاب الادب، رقم الحدیث: ۴۹۴۸)

ترجمہ: قیامت کے دن تم اپنے اور اپنے باپ داداؤں کے ناموں سے پکارے جاؤ گے؛ لہٰذا اچھے نام رکھا کرو۔

اِسی طرح ایک اور حدیث میں حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ:

تَسَمَّوْا بِأَسْمَاءِ الْأَنْبِيَاءِ، وَأَحَبُّ الْأَسْمَاءِ إِلَى اللهِ عَبْدُ اللهِ، وَعَبْدُ الرَّحْمَنِ، وَأَصْدَقُهَا حَارِثٌ، وَهَمَّامٌ، وَأَقْبَحُهَا حَرْبٌ وَمُرَّةُ. (ابوداؤد، رقم الحدیث: ۴۹۵۰)

ترجمہ: تم (اپنے بچوں کے) نام انبیا کے ناموں پر رکھو اور اللہ کو سب ناموں میں سب سے زیادہ پسندیدہ نام "عبد اللہ" اور "عبد الرحمٰن" ہے اور سب سے سچے نام: "حارث" اور "ہمام" ہے اور سب سے برے نام "حرب"، "مُرّہ" ہے۔

حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا کا بقیہ تعارف

بہرحال! آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُن کا نام بدل کر کے جویریہ رکھ دیا۔ یہ قبیلۂ خزاعہ کے خاندان "بنی مصطلِق" کے سردار "حارث بن ابی ضِرار" کی بیٹی تھیں۔

ان کی پیدائش حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نبی بنائے جانے سے دو سال پہلے ہوئی تھی۔

ان کا پہلا نکاح ان ہی کے قبیلے کے ایک شخص "مُسافع بن صفوان" سے ہوا تھا، جو "غزوۂ مریسیع" میں مارا گیا۔

غزوۂ مریسیع

اصل میں واقعہ یہ ہوا کہ قبیلۂ بنوالمصطلق کا سردار ''حارث بن ابی ضرار'' اپنے قبیلے اور کچھ دوسرے قبیلے کے لوگوں کے ساتھ مل کر مسلمانوں کے ساتھ جنگ کرنے کی تیاری کر رہا تھا۔

جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو اس کی خبر ملی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ''حضرت بریدہ بن حصیب اسلمی رضی اللہ عنہ'' کو حقیقتِ حال معلوم کرنے کے لیے بھیجا۔

اُنھوں نے اس قبیلے میں جا کر حارث بن ابی ضرار سے ملاقات کر کے بات چیت کی اور واپس آ کر حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو تمام حالات سے باخبر کیا کہ حقیقت میں بنوالمصطلق اور دوسرے قبیلے کے لوگ جنگ کی تیاری کر رہے ہیں۔

جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو یقین ہو گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے مدینۂ منورہ میں عورتوں اور بچوں کی دیکھ بھال کے لیے ''حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ'' کو اپنا نائب بنایا اور پھر سات سو صحابہ رضی اللہ عنہم اور اپنی بیویوں میں سے ''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا'' اور ''حضرت امِ سلمہ رضی اللہ عنہا'' کو اپنے ساتھ لے کر روانہ ہو گئے۔

قید ہونا اور عقدِ مکاتبت

''مریسیع'' ایک جگہ کا نام ہے، وہاں اُن کے اور مسلمانوں کے درمیان جنگ ہوئی۔ جنگ کے دوران اُن کے دس آدمی مارے گئے، جن میں حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا کا پہلا شوہر ''مسافع'' بھی مارا گیا۔

چھ سو کے قریب گرفتار ہوئے، جن میں سردارِ قبیلہ حارث کی بیٹی ''جویریہ'' بھی تھی،

مالِ غنیمت میں دو ہزار اونٹ اور پانچ ہزار بکریاں ہاتھ آئیں۔

حارث بن ابی ضرار اور دوسرے چند لوگ میدان چھوڑ کر بھاگ نکلے۔

مسلمانون میں سے صرف ایک صحابی شہید ہوئے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مالِ غنیمت کو صحابہ رضی اللہ عنہم میں بانٹ دیا اور "حضرت جویریہ" ایک صحابی "ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ" کے حصہ میں آئیں۔

چوں کہ حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا قبیلے کے سردار کی بیٹی تھیں؛ اس لیے باندی بن کر رہنا گوارا نہ ہوا، اُنھوں نے حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ سے درخواست کی کہ: مجھے آپ مال لے کر آزاد کر دیں، جس کو شریعت کی زبان میں "مُکَاتَبَت" کہتے ہیں۔

چناں چہ! حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ اس پر راضی ہو گئے اور انیس اوقیہ سونا دینا طے ہوا۔

بدلِ کتابت کی ادائیگی اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے شادی

حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا کے پاس تو کچھ تھا نہیں، وہ مدد کی غرض سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتی ہے اور کہتی ہے کہ: اے اللہ کے رسول! میں حارث کی بیٹی ہوں، جنگ میں قید کر کے لائی گئی تھی، مالِ غنیمت میں ثابت بن قیس کے حصے میں آئی، اُن سے میں نے ایک رقم کے بدلے میں آزادی چاہی ہے؛ لیکن وہ رقم اور پیسے چکانے کے لیے میرے پاس کچھ بھی نہیں ہے؛ اِس لیے آپ سے مدد مانگنے آئی ہوں۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

فَهَلْ لَكِ فِي خَيْرٍ مِنْ ذٰلِكَ؟

کیا تم اِس سے بہتر بات پسند نہیں کرتی ہو؟

کہنے لگیں کہ: وہ کیا ہے؟ اے اللہ کے رسول!

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

أَقْضِي كِتَابَتَكِ وَأَتَزَوَّجُكِ. (مسندِ احمد، رقم الحدیث:۲۶۳۶۵)

یعنی میں تمھارے آزادی کے پیسے دے دوں اور تم سے شادی کرلوں۔

یہ پیش کش (offer) تو ان کے لیے نعمتِ غیر مترقبہ تھی۔

حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ: میں راضی ہوں۔

اُس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی رقم ادا کی، جس کی وجہ سے وہ آزاد ہوگئیں۔

آزاد ہونے کے بعد انھوں نے اسلام قبول کرلیا اور پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُن سے نکاح کرلیا اور ان کا پہلا نام ''برّہ'' بدل کر ''جویریہ'' رکھ دیا۔

نکاح کے وقت اُن کی عمر بیس سال تھی۔

اپنے دشمنوں کی بھی مدد کرنے سے پیچھے نہ ہٹیں

حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کٹر دشمن کی بیٹی ہے، اُن کے والد ''حارث'' نے چپکے چپکے لشکر تیار کر کے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ رضی اللہ عنہم کو ختم کی ناپاک کوشش کی؛ لیکن پھر بھی حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اخلاق دیکھو کہ: اُس کی بیٹی مدد مانگنے آئی تو دشمن کی بیٹی سمجھ کر مدد کرنے سے انکار نہیں کیا؛ بلکہ مدد بھی کی اور اُن سے نکاح بھی کرلیا۔

سبحان اللہ! کتنے اچھے اخلاق آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی امّت کو سکھلائے ہیں!

خواب میں نکاح کی خوش خبری

حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آمد سے تین رات پہلے

میں نے خواب دیکھا کہ یثرب (یعنی مدینہ طیبہ) سے چاند چلتا ہوا آیا اور میرے قریب آکر میری گود میں گر گیا۔

میں نے یہ خواب کسی کو بتانا مناسب نہ سمجھا، یہاں تک آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جہاد کے لیے ہمارے پاس تشریف لے آئے، پھر جب ہمیں قیدی بنا کر مدینہ طیبہ لایا گیا، اسی وقت مجھے یہ امید ہوگئی تھی کہ اب خواب پورا ہوگا؛ چناں چہ پھر یہی ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے آزاد فرما کر اپنی زوجیت کا شرف بخشا اور میرا خواب پورا ہوگیا۔

گھاٹی میں چھپائے اونٹ کا کیا ہوا؟

جب اُن کے ابّا کو معلوم ہوا کہ اُن کی بیٹی قید ہوگئی ہے، بیٹی کے قید ہونے کی خبر سنتے ہی وہ پریشان ہوگئے، باپ آخر باپ ہوتا ہے، وہ کبھی بھی اپنی اولاد کو پریشانی کی حالت میں نہیں دیکھ سکتا۔

اِس لیے بیٹی کو قید سے چھڑانے کے لیے بہت سارے اونٹ لے کر مدینۂ منورہ کی طرف روانہ ہوئے؛ چوں کہ اُس زمانے میں اونٹ بڑا قیمتی مال سمجھا جاتا تھا؛ لیکن مدینۂ منورہ میں داخل ہونے سے پہلے اُنھوں نے یہ سوچ کر ان میں سے دو خوب صورت اور عمدہ اونٹ، عقیق کے مقام پر کسی گھاٹی میں چھپا دیے اور یہ بات انھوں نے راز رکھی تھی کہ باقی سارے اونٹ دے کر اپنی بیٹی کو چھڑا لوں گا اور واپسی میں یہ دو خوب صورت اونٹ اپنے ساتھ واپس لے جاؤں گا۔

اُس کے بعد وہ حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس پہنچے اور کہا کہ: میں بنو المصطلق کا سردار حارث ہوں، میری بیٹی تمھاری قید میں ہے، اُسے چھڑانے کے لیے میں بہت سارے اونٹ لایا ہوں، اِن اونٹوں کے بدلے میں آپ میری بیٹی کو چھوڑ دو۔

آئے تھے بیٹی کو دنیوی غلامی سے چھڑانے؛ لیکن خود جہنم سے چھٹکارا پا گئے

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اونٹ چھپانے کی اطلاع مل چکی تھی، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: وہ اونٹ کہاں ہیں جو تم گھاٹی میں چھپا کر آئے ہو؟

حارث نے جیسے ہی یہ بات حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان سے سنی تو فوراً کہنے لگے کہ: میں نے تو کسی کو بتائے بغیر وہ اونٹ گھاٹی میں چھپائے تھے، آپ کو کیسے معلوم ہوا؟

ضرور آپ کو غیب سے یہ بتلایا گیا ہے، یقیناً آپ اللہ کے سچے رسول ہیں۔ اُس کے بعد کلمۂ شہادت ''أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَنَّكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ'' پڑھا اور مسلمان ہو گئے۔

پھر انھیں بتایا گیا کہ: جویریہ، باندی نہیں بنائی گئی ہیں؛ بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نکاح میں داخل کر لی گئی ہیں۔

یہ سن کر حضرت حارث رضی اللہ عنہ بہت خوش ہو گئے اور خوشی خوشی بیٹی سے مل کر گھر واپس چلے گئے۔

سبحان اللہ! حضرت حارث رضی اللہ عنہ کتنے خوش نصیب آدمی تھے کہ: آئے تھے اپنی بیٹی کو قید سے چھڑانے کے لیے؛ لیکن خود ایمان کی دولت پا کر جہنم کی ہمیشہ ہمیشہ کی قید سے چھٹکارا پا گئے۔ (الاصابة فی تمییز الصحابة: ۱/ ۶۷۴، ۷۶۳)

حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا کا آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی غلامی اختیار کرنا

ایک اور روایت کے مطابق حضرت حارث رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت

میں حاضر ہو کر کہا کہ: میں عرب کا مال دار آدمی ہوں؛ اس لیے میری بیٹی باندی نہیں بن سکتی، آپ یہ سارے اونٹ اور سامان کے بدلے میں اس کو آزاد کر دیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''بہتر یہ ہے کہ: معاملہ تمھاری بیٹی پر چھوڑ دیا جائے۔

چناں چہ حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا کو بلا کر پوچھا گیا، حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جمال اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اخلاق اور برکات دیکھ چکی تھیں؛ اِس لیے فوراً کہہ دیا کہ:

إخترتُ رسولَ اللهِ.

یعنی میں نے اللہ کے رسول کو پسند کیا اور میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ رہوں گی۔

حارث نے بیٹی کا فدیہ ادا کیا اور جب وہ آزاد ہو گئیں تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے نکاح کر لیا۔

اپنے خاندان کے لیے بڑی بابرکت عورت

صحابہ رضی اللہ عنہم نے جب سنا کہ: حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا سے شادی کر لی ہے تو اُن کے پاس جو بنی المصطلق کے سو خاندان کے چھ سو قیدی تھے، اُن سب کو یہ کہہ کر آزاد کر دیا کہ: یہ تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سسرالی رشتے دار ہیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ:

مَا رَأَيْتُ إِمْرَأَةً كَانَتْ أَعْظَمَ بَرَكَةِ عَلٰى قَوْمِهَا مِنْهَا. (صحیح ابن حبان، رقم الحدیث: ۴۰۵۴)

ترجمہ: میں نے کوئی عورت اپنی قوم کے لیے جویریہ رضی اللہ عنہا سے بڑھ کر برکت والی نہیں دیکھی۔

حقیقت میں حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا اپنے پورے خاندان کے لیے بابرکت اور

خوش نصیب عورت نکلی کہ ان ہی کی وجہ سے سب کو آزادی مل گئی۔

اِس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ خاندانی رشتے کی رعایت اور قدر کرنی چاہیے۔

اچھے خاندان کے ساتھ سسرالی رشتہ بھی اللہ کی نعمت

آج کے دور میں بھی ایسا ہوتا ہے کہ ایک اچھے گھرانے کی لڑکے کا کسی اللہ والے کے گھر نکاح ہو گیا، تو لڑکے کے خاندان والے بہ طورِ فخر، یہ بات کہا کرتے ہیں کہ: فلاں بزرگ کے گھر ہماری لڑکی ہے، وہ ہماری لڑکی کا سسرال ہے؛ کیوں کہ یہ سسرالی رشتہ بھی اللہ تعالیٰ کی ایک عظیم نعمت ہے، اللہ تعالیٰ نے قرآنِ پاک میں بھی اس کو ذکر فرمایا ہے:

وَهُوَ الَّذِىْ خَلَقَ مِنَ الْمَآءِ بَشَرًا فَجَعَلَهٗ نَسَبًا وَّصِهْرًا ؕ وَكَانَ رَبُّكَ قَدِيْرًا ﴿۵۴﴾ (الفرقان: ۵۴)

ترجمہ: اور وہ (اللہ تعالیٰ) وہی ہے جس نے پانی سے انسان کو پیدا کیا اور اس (انسان) کو نسبی اور سسرالی رشتہ والا بنایا اور تمھارے رب بڑی قدرت والے ہیں۔

گھروں میں عبادت کے لیے ایک مخصوص جگہ بنانی چاہیے

حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا شہزادی ہونے کے باوجود حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سیدھے سادے مکان میں اپنی زندگی گزارنے لگیں اور اپنا زیادہ تر وقت عبادت میں لگانے لگیں۔

کبھی یہ نہیں کہا کہ: میں ایک بادشاہ کی بیٹی ہوں، مجھے ایسا مکان چاہیے، ایسے کپڑے چاہیے، ایسے زیورات چاہیے، مجھے تو یہ یہ چاہیے؛ بلکہ گھر کے ایک کونے کو عبادت کے لیے خاص کر کے اللہ کی یاد میں لگ گئیں۔

اِس سے معلوم ہوا کہ: اگر اللہ نے مالی وسعت دی ہو تو گھر میں ایک عبادت خانہ بنائیں؛ تاکہ اُس میں نماز، قرآن کی تلاوت، اللہ کا ذکر اور رمضان کا اعتکاف کر سکیں۔

اور اگر نہیں بنا سکتے تو گھر کا ایک کونہ عبادت کے لیے مخصوص کر لیں، جہاں ہر وقت مصلی بچھا ہوا ہو، قرآن اور کتاب رکھی ہوئی ہو اور وہ جگہ عبادت کے لیے خاص ہو۔

حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا کی عبادت

حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا کو عبادت سے نہایت شغف تھا، حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گھر تشریف لاتے تو انھیں اکثر عبادت میں مشغول پاتے۔

ایک مرتبہ حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صبح صبح گھر سے باہر نکلے تو وہ عبادت میں مشغول تھیں اور جب دو پہر کو (چاشت کے وقت) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم واپس آئے، تب بھی اُن کو عبادت میں مشغول پایا۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا: کیا تم صبح سے اِسی طرح عبادت میں مشغول ہو؟

انھوں نے فرمایا: جی ہاں!

دینی بہنو! آج کل کی عورتوں کی طرح نہیں کہ شوہر گھر پر ہو، تو بڑی عبادت گذار بن جائے اور جیسے ہی وہ چلا گیا تو موبائل پر لگ جائے اور جب شوہر کے واپس آنے کا وقت ہو تو واپس مصلی بچھا کر عبادت کرنا شروع کر دے۔

یاد رکھو! ایسا کر کے شوہر کو تو دھوکا دے دوگی؛ لیکن اللہ تعالیٰ کی نہ سونے والی آنکھیں ہر وقت ہم کو دیکھ رہی ہیں، اُن کو ہم کیسے دھوکا دے سکیں گے؟

اللہ تعالیٰ ہم سب کی ایسی دھوکا بازی اور ریاکاری سے حفاظت فرمائے، آمین!

چار مبارک کلمات

جب حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ: میں تب سے اِسی طرح عبادت میں مشغول ہوں، تو حضور ﷺ نے فرمایا: میں نے تم سے جدا ہونے کے بعد یعنی تمھارے پاس سے نکلنے کے بعد چار کلمات تین مرتبہ پڑھے، اگر ان کا تمھارے آج کے پڑھے ہوئے تمام کلمات کے ساتھ وزن کیا جائے تو یہ چار کلمات ان تمام کلمات پر غالب آجائیں، وہ کلمات یہ ہیں:

سُبْحَانَ اللهِ وَبِحَمْدِهِ، عَدَدَ خَلْقِهِ وَرِضَا نَفْسِهِ وَزِنَةَ عَرْشِهِ وَمِدَادَ كَلِمَاتِهِ. (صحیح مسلم، باب: التسبیح اول النہار و عند النوم، رقم الحدیث: ۲۷۲۶)

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی امت کو کتنا بڑا تحفہ دیا کہ جس نے اِن چار کلمات کو تین مرتبہ پڑھ لیا، جن کے پڑھنے میں ایک منٹ بھی نہیں لگتی، تو اُس کو صبح سے شام تک عبادت کرنے کا جو ثواب ہوتا ہے، کیا رحمت ہے اللہ تعالیٰ کی کہ اتنا سارا ثواب صرف ان کلمات کو پڑھنے سے ملے گا۔

اِس لیے آج ہی سے ارادہ کرو کہ یہ کلمات کبھی نہیں چھوڑیں گے۔

سنن ونوافل کا اہتمام کرنا چاہیے

دینی بہنو! ہم سب کو موقع نکال کر سنن ونوافل کا اہتمام کرنا چاہیے، فجر کی نماز سے فارغ ہونے کے بعد سورج طلوع ہونے تک اسی جگہ بیٹھ کر ذکر وتلاوت میں مشغول رہا جاوے، پھر جب سورج طلوع ہو جاوے، اس کے بعد اشراق کی نماز پڑھ کر اپنے کام کاج میں مشغول ہوا جاوے، اس سے ان شاءاللہ! دنیا وآخرت میں بڑا فائدہ ہوگا۔

نمازِ اشراق کی فضیلت

حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے نجد کی طرف ایک مرتبہ جہاد کے لیے لشکر بھیجا، جو بہت ہی جلدی واپس لوٹ آیا اور ساتھ ہی بہت سارا مالِ غنیمت لے کر آیا، لوگوں کو بڑا تعجب ہوا کہ اتنی ذرا سی مدت میں ایسی بڑی کامیابی اور مال ودولت کے ساتھ واپس آ گیا!

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: میں تمھیں اس سے بھی کم وقت میں، اس مال سے بہت زیادہ غنیمت اور دولت کمانے والی جماعت بتاؤں؟ یہ وہ لوگ ہیں جو صبح کی نماز میں جماعت میں شریک ہوں اور آفتاب نکلنے تک اسی جگہ بیٹھے رہیں، آفتاب نکلنے کے بعد (جب مکروہ وقت جو تقریباً بیس منٹ رہتا ہے نکل جائے) تو دو رکعت (اشراق کی) نماز پڑھیں، یہ لوگ بہت تھوڑے سے وقت میں بہت زیادہ دولت کمانے والے ہیں۔

دوسری فضیلت

نمازِ اشراق کی فضیلت کے بارے میں دوسری ایک حدیث شریف میں ہے:

عَنْ اَنَسٍ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ صَلَّى الْغَدَاةَ فِي جَمَاعَةٍ ثُمَّ قَعَدَ يَذْكُرُ اللّٰهَ حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ، ثُمَّ صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ كَانَتْ لَهُ كَاَجْرِ حَجَّةٍ وَعُمْرَةٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: تَامَّةٍ تَامَّةٍ تَامَّةٍ. (ترمذی شریف، ابواب السفر، رقم الحدیث: ۵۸۶)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: جس نے فجر کی نماز جماعت سے پڑھی، پھر بیٹھ کر اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا رہا؛ یہاں تک کہ سورج نکل گیا، پھر اس نے دو رکعت نماز پڑھی، تو اسے ایک حج اور عمرے کا ثواب ملے گا، حضرت

انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: آگے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: پورے حج وعمرے کا، پورے حج و عمرے کا، پورے حج وعمرے کا۔

پانچ چیزیں کرو! پانچ چیزیں کماؤ!

فائدہ: حضرت شقیق بلخیؒ مشہور صوفی اور بزرگ ہیں، وہ فرماتے ہیں کہ: ہم نے پانچ چیزیں تلاش کیں، ان کو پانچ جگہ پایا:

(۱) روزی کی برکت چاشت کی نماز میں ملی۔

(۲) قبر کی روشنی تہجد کی نماز میں ملی۔

(۳) منکر-نکیر کے سوال کا جواب طلب کیا، تو اس کو قرأت میں پایا۔

(۴) اور پل صراط کا سہولت سے پار ہونا روزہ اور صدقے میں پایا۔

(۵) اور عرش کا سایہ خلوت میں پایا۔ (فضائلِ اعمال ج:۱ص:۲۱۸)

دو رکعت میں کئی رکعتوں کا ثواب

ایک بات یہ بھی ذہن میں بٹھالیں کہ جب اشراق کی نماز کے لیے ہم کھڑے ہوں، اس وقت ہی چاشت کی نماز کی بھی نیت کرلیں، اس سے ان شاء اللہ! اس کا بھی ثواب مل جائے گا؛ بلکہ اس میں صلاۃ الحاجۃ، صلاۃ التوبہ وغیرہ کی نیت بھی شامل کر سکتے ہیں۔ نوافل میں چند نیتوں کی گنجائش ہے۔

اس سے بہ خوبی اس بات کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ ہماری شریعت کتنی آسان ہے! ہمارے رب نے ہمارے لیے کتنی سہولتیں فراہم کی ہیں کہ انسان ادا کر رہا ہے صرف دو رکعت اور ثواب پا رہا ہے کئی رکعتوں کا!

عیب کو خوبی میں تبدیل کرنا کمال کی بات ہے

پیاری دینی بہنو! عام طور پر عورتوں میں یہ بات دیکھی جاتی ہے کہ وہ زبان درازی کرتی رہتی ہیں، باتیں بہت لمبی لمبی کیا کرتی ہیں؛ لیکن اگر ہماری زبان کا زیادہ چلنا اور ہماری باتیں اگر اللہ تعالیٰ اور اس کے ذکر کے لیے ہو تو پھر کیا کہنا! ہمارا یہ عیب ایک خوبی میں بدل جاوے گا اور یہی کمال کی بات ہے، نیز اس کی وجہ سے ہم اللہ تعالیٰ کے انعام واجر کے بھی مستحق ہوں گے۔ قرآنِ پاک میں اللہ رب العزت فرماتے ہیں:

وَالذّٰكِرِيْنَ اللّٰهَ كَثِيْرًا وَّالذّٰكِرٰتِ ۙ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا ۳۵

ترجمہ: اور اللہ تعالیٰ کا بہت ذکر کرنے والے مرد اور (اللہ تعالیٰ کا بہت) ذکر کرنے والی عورتیں، اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے مغفرت اور بڑا (شان دار) بدلہ تیار کر رکھا ہے۔ (الاحزاب:۳۵)

دنیا سے رخصتی

حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا کی وفات ۵۰ سنہ ھ ربیع الاول کے مہینے میں ۶۵ رسال کی عمر میں ہوئی۔ اُس وقت کے مدینۂ منورہ کے گورنر "مروان بن حکم" نے اُن کی نمازِ جنازہ پڑھائی اور بقیع میں دفن کیا گیا۔

اللہ تعالیٰ کی کروڑوں رحمتیں اُن کی قبر پر نازل ہوں، اللہ تعالیٰ ان کی طرح ہم سب کو عبادت کا ذوق عطا فرماوے اور ان کے صدقۂ طفیل امت کو جو چار مبارک کلمات کا تحفہ ملا ہے، ان کو روزانہ صبح پابندی کے ساتھ پڑھنے کی ہم سب کو توفیق عطا فرماوے، آمین!

ام المؤمنین حضرت امِ حبیبہ بنتِ ابی سفیان رضی اللہ عنہا

مختصر تعارف

نام: رملہ یا ہند۔

لقب: ام حبیبہ۔

والد کا نام: ابوسفیان ابن حارث رضی اللہ عنہ۔

والدہ کا نام: صفیہ بنت ابی العاص بن امیہ۔

پیدائش: آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نبی بنائے جانے سے ۱۷/سال پہلے۔

پیدائش کی جگہ: مکہ مکرمہ۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نکاح: ۳۷/سال کی عمر میں ہوا۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ رہنے کی مدت: تقریباً چار سال۔

وفات: ۴۴ھ میں۔

کل عمر مبارک: ۷۳ یا ۷۴ سال۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّاٰتِ اَعْمَالِنَا، مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَامُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَاھَادِیَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنْ لَّآاِلٰہَ اِلَّااللّٰہُ وَحْدَہٗ لَاشَرِیْکَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَشَفِیْعَنَا وَحَبِیْبَنَا وَاِمَامَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّداً عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ، صَلَوَاتُ اللّٰہِ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَذُرِّیَّاتِہٖ وَاَھْلِ بَیْتِہٖ وَاَھْلِ طَاعَتِہٖ، وَبَارَکَ وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْراً کَثِیْراً، اَمَّا بَعْدُ!

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ، بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَالَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ بِغَیْرِ مَا اکْتَسَبُوْا فَقَدِ احْتَمَلُوْا بُھْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِیْنًا﴿۵۸﴾ (الاحزاب، آیت ۵۸)

ترجمہ: اور جو لوگ ایمان والے مردوں کو اور ایمان والی عورتوں کو جنھوں نے کوئی گناہ کا کام نہیں کیا ہو (پھر بھی) تکلیف پہنچاتے ہیں تو ایسے لوگوں نے اپنے اوپر بہتان اور کھلے گناہ کا بوجھ اٹھالیا ہے۔

حضرت امِّ حبیبہ رضی اللہ عنہا کا تعارف

آج کی اِس مجلس میں حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پاک اور مبارک بیویوں میں سے ایک مشہور بیوی "حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا" کی سیرت اور حالات بیان کیے جائیں گے۔

حضرت امِ حبیبہ رضی اللہ عنہا کے نکاح سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نکاح میں سات بیویاں تھیں: (۱) حضرت سودہ رضی اللہ عنہا (۲) حضرعائشہ رضی اللہ عنہا (۳) حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا (۴) حضرت زینب بنتِ جحش رضی اللہ عنہا (۵) حضرت امِ سلمہ رضی اللہ عنہا (۶) حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا

(۷) حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا۔

حضرت امِ حبیبہ رضی اللہ عنہا کا اصل نام ’’رَملہ‘‘ تھا، امِ حبیبہ ان کی کنیت تھی۔

ان کی پیدائش حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نبی بنا کر بھیجے جانے سے سترہ سال پہلے مکۂ مکرمہ میں ہوئی۔

آپ رضی اللہ عنہا حضرت امیرِ معاویہ رضی اللہ عنہ کی بہن اور عرب کے قریش خاندان کے ایک بڑے سردار اور لیڈر ’’ابوسفیان صَخر بنِ حَرب‘‘ کی بیٹی تھیں، جو اسلام لانے سے پہلے حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سخت اور کٹر دشمن تھے، یہ ایک مدت تک مسلمانوں کے خلاف جنگوں میں صرف شریک ہی نہیں؛ بلکہ جنگوں کی قیادت تک سنبھالتے رہے، آخر جب اسلام کو غلبہ حاصل ہوا اور مکہ مکرمہ فتح ہوا تو آپ بھی اسلام لے آئے۔

ان کی والدہ کا نام ’’صفیہ بنتِ ابی العاص‘‘ تھا، جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی پھوپھی ہوتی ہے۔

ان کی پہلی شادی عبیداللہ بن جحش سے ہوئی تھی، جو حضرت زینب بنتِ جحش رضی اللہ عنہا کے بھائی تھے۔

جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے نبی بنایا، اس وقت ان کی عمر ۱۷ رسال کی تھی۔

اللہ تعالیٰ کی عجیب قدرت

یہ اللہ تعالیٰ کی شان ہے کہ باپ کٹر کافر اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سخت دشمن ہے؛ لیکن ان کی بیٹی: حضرت امِ حبیبہ رضی اللہ عنہا اور ان کا شوہر ایمان لے آئے۔

یہ اللہ تعالیٰ کی عجیب قدرت ہے کہ وہ کفر کے سخت اندھیروں سے ایمان کی روشنی نکالتے ہیں، نا اُمیدی کے راستوں سے امید کی شکلیں اور صورتیں پیدا کرتے ہیں۔

دیکھیے! اللہ تعالیٰ کی قدرت کہ باپ اسلام اور مسلمانوں کا کٹر دشمن ہے اور گھر میں کفر ہی کفر، شرک ہی شرک ہے؛ لیکن بیٹی اللہ تعالیٰ کے فضل سے ایمان کی دولت سے مشرف ہوتی ہے۔

ایک مسلمان کو نا اُمید نہیں ہونا چاہیے

اِس سے معلوم ہوا کہ ایک مسلمان کو کبھی بھی، کسی وقت اور کسی بھی جگہ اللہ تعالیٰ کی قدرت اور رحمت سے نا اُمید نہیں ہونا چاہیے، حالات کتنے ہی بگڑے ہوئے ہوں، مشکلات کیسی ہی ہوں، معاملہ پہاڑوں سے بھی کٹھن اور مشکل ہو، ڈاکٹر بیماری کو لاعلاج بتادے، زمانہ یہ کہے کہ: حالات بدل نہیں سکتے ہیں۔

لیکن ایک مسلمان کے دل سے یہ آواز نکلے کہ: اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا تو حالات کا راستہ بدل سکتا ہے، مشکلات دور ہوسکتی ہیں، پہاڑوں جیسا کٹھن اور مشکل معاملے کا حل نکل سکتا ہے اور ہر بیماری سے سیکنڈوں میں شفا مل سکتی ہے؛ کیوں کہ دنیا کی ہر چیز کی رسّی اُسی کے قبضے میں ہے، قرآنِ کریم میں ہے:

وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۴﴾

ترجمہ: اور وہ (اللہ) ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والے ہیں۔

حالات ہمیشہ ایک جیسے نہیں رہتے

یہ دنیا ہم سب کے لیے ایک امتحان گاہ ہے؛ اس لیے اس میں حالات ہمیشہ بدلتے رہتے ہیں، دنیا میں نہ کبھی ماضی میں حالات ایک جیسے رہے ہیں، نہ زمانۂ حال میں ایک جیسے رہتے ہیں اور نہ آئندہ حالات ایک جیسے رہیں گے۔

اس لیے دنیا میں کبھی ظلم وستم کی آندھیاں چلتی ہیں تو کبھی عدل و انصاف کی ہوائیں پھیلتی ہیں، کبھی حکومت وسلطنت کا اقتدار ظالموں اور جباروں کے ہاتھ میں چلا جاتا ہے تو کبھی اس کی باگ ڈور نیک اور صالح لوگوں کے مبارک ہاتھوں میں آتی ہے، کبھی خوشی کے مواقع آتے ہیں تو کبھی ڈر اور وحشت کے خوفناک منظر دیکھنے پڑتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی سنت

لیکن دنیا کی تاریخ اِس بات کی شاہد و گواہ ہے کہ ان سب اونچ نیچ کے باوجود آخری انجام، کامیابی و کامرانی اہلِ حق؛ مظلوموں کے ہاتھ ہی لگتی ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی سنت ہے، اس کی قدرت کا ایک نظام ہے، قرآن میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

وَنُرِيْدُ اَنْ نَّمُنَّ عَلَى الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا فِي الْاَرْضِ وَنَجْعَلَهُمْ اَىِٕمَّةً وَّنَجْعَلَهُمُ الْوٰرِثِيْنَ ۝۵ (القصص)

ترجمہ: اور ہم یہ چاہتے تھے کہ جو لوگ (مصر کی) زمین میں کمزور کر دیے گئے تھے ان پر ہم احسان کریں اور ہم ان کو سردار بنا دیں اور ہم ان کو (ملک کا) وارث بنا دیں۔

ظالموں کا انجام برا ہی ہوتا ہے

فرعون بڑا طاقتور بادشاہ تھا، جس کی حکمرانی میں خوب ظلم اور ستم ہوتا تھا، بنی اسرائیل کے بچوں کو قتل کر دیتا تھا اور عورتوں کو چھوڑ دیتا تھا؛ لیکن ایک وقت یہ آیا کہ اللہ تعالیٰ نے اُس کی حکمرانی کو ختم کر دیا اور اُس کے ظلم اور ستم سے بنی اسرائیل کو نجات دی، اِسی کو اللہ تعالیٰ قرآنِ کریم میں فرماتے ہیں کہ:

وَاِذْ نَجَّيْنٰكُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ يَسُوْمُوْنَكُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ يُذَبِّحُوْنَ اَبْنَآءَكُمْ وَيَسْتَحْيُوْنَ نِسَآءَكُمْ ؕ وَفِيْ ذٰلِكُمْ بَلَآءٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَظِيْمٌ ﴿۴۹﴾

ترجمہ: اور (اے بنی اسرائیل! وہ وقت بھی ذرا یاد کرو) جب ہم نے تم کو فرعونی لوگوں سے چھٹکارا دیا تھا جو تم کو بدترین سزا دیتے تھے تمھارے لڑکوں کو ذبح کرتے تھے اور تمھاری عورتوں کو زندہ رکھتے تھے اور ان (تمام حالات) میں تمھارے رب کی طرف سے (تمھارے لیے) بڑا امتحان تھا۔

قارون کو اپنی دولت پر بڑا ناز تھا، اس نے اللہ تعالیٰ کا حکم ماننے سے انکار کر دیا تو اُسے اور اُس کی دولت کو زمین میں دھنسا دیا اور ایسی سزا دی کہ کوئی بھی بچانے اور مدد کرنے نہیں آیا۔ قرآنِ کریم میں ہے کہ:

فَخَسَفْنَا بِهٖ وَبِدَارِهِ الْاَرْضَ ۣ فَمَا كَانَ لَهٗ مِنْ فِئَةٍ يَّنْصُرُوْنَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۤ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُنْتَصِرِيْنَ ﴿۸۱﴾

ترجمہ: پھر ہم نے اس (قارون) کو اور اس کے گھر کو زمین میں دھنسا دیا، پھر کوئی جماعت ایسی نہیں تھی جو اللہ تعالیٰ کے سوا اس کی مدد کرتی اور وہ خود کو بھی بچا نہیں سکا۔

ایک وقت یہ بھی آیا کہ متحدہ روس اپنے زمانے میں سپر پاور (Super Power) سمجھا جاتا تھا، دنیا والے اُس کا خاتمہ ناممکن سمجھتے تھے؛ لیکن اللہ تعالیٰ نے اُس کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیے۔

اِس لیے مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ کی قدرت بھول کر نا اُمید نہیں ہونا چاہیے۔

مکہ سے حبشہ کی طرف ہجرت

بہر حال! حضرت اُمِ حبیبہ رضی اللہ عنہا اور اُن کے شوہر عبید اللہ بن جحش مسلمان ہو گئے

اور ہجرت کر کے حبشہ (Ethiopia) چلے گئے۔

مکۂ مکرمہ میں اس زمانے میں مسلمانوں کو بہت ستایا جاتا تھا، مرد وعورت دونوں کو تکلیف دی جاتی تھی؛ اس وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایمان والے مرد وعورت کو حبشہ کی طرف ہجرت کرنے کا حکم دیا تھا، یہ ہجرت مدینہ سے پہلے ہوئی تھی۔

اس وقت حبشہ میں عیسائی بادشاہ کی حکومت تھی، جس کو ''نجاشی'' کہا جاتا تھا، حبشہ کے اس زمانے کے ہر بادشاہ کا لقب ''نجاشی'' ہوا کرتا تھا۔

حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں جو نجاشی تھے، وہ بہت اچھے انسان اور مہمان نواز تھے۔ یہ نجاشی بادشاہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان بھی لائے تھے اور جب ان کا انتقال ہوا تو حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ میں ان کے جنازے کی نماز بھی پڑھائی تھی۔

صبح ہوتے ہی خواب حقیقت میں تبدیل ہوگیا

حضرت امِ حبیبہ رضی اللہ عنہا نے ایک مرتبہ خواب دیکھا کہ ان کا شوہر: عبید اللہ بن جحش بہت پریشان، بہت بری حالت میں ہے، اس کا چہرا بگڑا ہوا ہے، یہ دیکھ کر وہ گھبرا گئیں۔

صبح ہوتے ہی انھوں اپنے اس برے خواب کا اپنے شوہر کے سامنے تذکرہ کیا؛ لیکن وہ خواب اب ایک حقیقت بن چکا تھا؛ کیوں کہ ان کا شوہر ایک نصرانی عورت پر فریفتہ ہوکر ایمان کے نور سے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے محروم ہو چکا تھا۔

حضرت امِ حبیبہ رضی اللہ عنہا اس کو بہت سمجھاتی رہی؛ لیکن اس کی تقدیر میں ایمان نہیں تھا؛ اس لیے وہ اسی حالت پر باقی رہا اور شرابی کبابی بن گیا اور اسی حالت میں اس کی موت ہوگئی، اللہ تعالیٰ ہم سب کی حفاظت فرمائے، آمین۔ اَللّٰھُمَّ احْفَظْنَا مِنْہُ!

”امِ حبیبہ“ کنیت تھی

حضرت امِ حبیبہ رضی اللہ عنہا نے جب اپنے اس شوہر کے ساتھ حبشہ کی ہجرت کی تھی، تو وہاں ان کو ایک لڑکی پیدا ہوئی، جس کا نام حبیبہ رکھا، اسی حبیبہ کے نام سے ان کی کنیت ”امِ حبیبہ“ پڑ گئی؛ یعنی حبیبہ کی ماں اور پھر وہ اِسی کنیت سے مشہور ہو گئیں؛ ورنہ ان کا اصل نام تو ”رملہ“ تھا جیسا کہ پہلے گزر چکا۔

اسلام میں مرتد ہونا بہت بڑا جرم ہے

میری مائیں اور بہنیں! آج کل ہماری بہت سی بیٹیاں اور بہنیں مرتد ہو رہی ہیں؛ اِس کی وجہ صرف اور صرف یہی ہے کہ ہم نے اُن کی دینی تعلیم کی برابر فکر نہیں کی، اُن کے ایمان کی جڑیں مضبوط نہیں کیں، اسلام کے عقائد نہیں بتلائیں۔

اُن کو مدرسوں میں صرف قرآنِ کریم کی تعلیم دی جاتی ہے، اسلام کے عقائد اور مسائل نہیں سکھائے جاتے۔ جب قرآنِ کریم پورا ہو جاتا ہے تو بڑے ہو جانے کی وجہ سے مدرسے سے اٹھا لیا جاتا ہے، یہ ٹھیک ہے کہ بچی بڑی ہو گئی تو اٹھا لیا؛ لیکن اُس کی تعلیم کسی نہ کسی دینی عقائد اور مسائل کی جاننے والی خاتون یا عالمہ کے پاس جاری رکھنی چاہیے۔

ایک بات یاد رکھیں! یہ ہماری ذمے داری ہے، حدیثِ پاک میں ہے کہ:

كُلُّكُمْ رَاعٍ وَ كُلُّكُمْ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ. (البخاری، کتاب الجمعة: ۸۹۳)

ترجمہ: تم سب ذمے دار ہو اور تم سب سے اپنے ماتحتوں کے متعلق سوال کیا جائے گا۔

پوچھتے رہو کہ اسکول میں کیا پڑھایا جاتا ہے

ہم اپنی ذمے داری صرف اتنی ہی سمجھتے ہیں کہ: ہم کو اپنے بچے اور بچیوں کو مدرسہ اور اسکول بھیجنا ہے؛ حالاں کہ ہماری یہ بھی ذمے داری ہے کہ جب بچہ مدرسہ یا اسکول سے آئے تو ان کو پوچھنا چاہیے کہ بیٹا! آج آپ نے اسکول میں کیا سیکھا؟ مدرسے میں کیا پڑھا؟ بیٹی! آپ اسکول گئی تھی، مدرسہ گئی تھی وہاں آپ کے استاذ (Teacher) نے کیا پڑھایا؟

اگر وہ کوئی اچھی چیز سیکھ کر آئی ہے تو اُسے شاباشی دیں، اُس کے سر پر شفقت کا ہاتھ پھیریں اور اگر کوئی غلط بات بولی ہو یا غلط کام کیا ہو یا غیر اسلامی بات سیکھ کر آئے ہو تو کہیں کہ بیٹا! اچھے بچے ایسا نہیں بولا کرتے، بیٹی! اچھی بچیاں ایسا کام نہیں کرتیں؛ تاکہ انھیں اچھی باتوں اور اچھے کاموں کی اچھائی معلوم ہو اور بری باتوں اور برے کاموں کی برائی معلوم ہو۔

اسی کے ساتھ اس بات کی بھی فکر کرنے کی ضرورت ہے کہ ہم اپنے بچوں اور بچیوں کو اچھی تعلیم (Education) کے لیے ظاہری ٹھیک ٹھاک نظر آنے والی اسکولوں اور کالجوں میں تو بھیج دیتے ہیں؛ لیکن یہ نہیں دیکھتے کہ وہاں نصاب (Syllabus) میں اسلام کے خلاف باتیں داخل کر کے پڑھائی جاتی ہیں اور اسلام کی نفرت اُن کے دلوں میں بٹھائی جاتی ہے۔ خوب کان کھول کر سن لو کہ اگر اسلامی احکام کے خلاف باتیں تعلیم میں شامل کی گئی ہیں تو ایسی جگہوں سے بچنا بچانا ضروری ہے۔

اس لیے ہمیں اپنے بچوں کی سخت نگرانی رکھنے کی ضرورت ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی اولاد کی دینی تعلیم اور تربیت کی توفیق عطا فرمائے، آمین!

حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کا ایک مبارک خواب

حضرت امِ حبیبہ رضی اللہ عنہا کے شوہر عبید اللہ بن جحش کے مرتد ہو جانے کے بعد انھوں نے ایک اور خواب دیکھا؛ لیکن اس مرتبہ معاملہ الگ تھا؛ کیوں کہ اگلے خواب کی طرح اس خواب میں کوئی پریشانی کی بات نہیں تھی؛ بلکہ اس میں خوشی اور مسرت کا پیغام تھا۔

انھوں نے دیکھا کہ آواز لگانے والے نے آواز لگائی: ''یا ام المؤمنین''، یعنی اے ایمان والوں کی ماں!۔

اِس سے انھوں نے اس بات کا اندازہ لگالیا کہ مستقبل میں میری تقدیر کھلنے والی ہے، میں عنقریب ام المؤمنین بننے والی ہوں!

اپنے چھوٹوں کا خوب خیال رکھیں

بہر حال! مدینہ میں جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پتا چلا کہ: امِ حبیبہ کے شوہر مرتد ہو کر مر چکے ہیں اور وہ پردیس میں بیوہ ہوگئی ہے اور بہت زیادہ پریشان ہوگئی ہیں تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کا غم ہلکا کرنے کے لیے ان کے ساتھ نکاح کرنے کا ارادہ کرلیا۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے صحابہ اور صحابیات رضی اللہ عنہم کی پوری پوری خبر رکھتے تھے؛ اگر ان کو کوئی تکلیف ہوتی تو تکلیف دور کرنے کی پوری فکر کرتے تھے۔

اِس سے ایک بات معلوم ہوئی کہ بڑوں کو چھوٹوں کا خیال رکھنا چاہیے کہ اُنھیں کوئی تکلیف نہ ہونے پائے اور اگر کوئی تکلیف ہو تو اس کو دور کرنے کی فکر کرنی چاہیے۔

دیکھیے! حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ''حضرت امِ حبیبہ رضی اللہ عنہا'' کی حالت معلوم ہوئی کہ مال دار گھرانے کی لڑکی ہونے کے باوجود دوسرے ملک میں تنگی کی حالت میں زندگی گزار رہی

ہے، شوہر مرتد ہو کر فوت ہو گیا ہے اور گود میں ایک بچی بھی ہے، تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُن کے غم اور دکھ کو ہلکا کرنے کے لیے ان سے نکاح کا ارادہ کر لیا۔

عدت کے زمانے میں نکاح کا پیغام دینا جائز نہیں

لیکن چوں کہ عدت کے زمانے میں کسی کو شادی کا پیغام نہیں بھیج سکتے ہیں؛ اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عدت پوری ہونے کے بعد ''حضرت عَمرو بن امیہ ضَمری رضی اللہ عنہ'' کے ذریعے نجاشی کے پاس یہ پیغام بھیجا کہ امِ حبیبہ اگر پسند کرے تو اُن کا نکاح مجھ سے کر دیا جائے۔

اُس وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ مکرمہ سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لا چکے تھے۔

جب حضرت عمرو بن امیہ ضمری رضی اللہ عنہ نے نجاشی کو یہ پیغام پہنچایا تو اُس نے اپنی ایک ''ابرہہ'' نام کی باندی کو حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے پاس بھیجا؛ تاکہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پیغام ان تک پہنچائے۔

خوش خبری دینے پر انعام

جب اُس باندی نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ پیغام پہنچایا تو یہ سن کر حضرت امِ حبیبہ رضی اللہ عنہا نے فوراً اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور اتنی خوش ہو گئیں کہ اپنے ہاتھوں میں سے سونے چاندی کے کنگن، انگلیوں سے انگوٹھیاں اور پاؤں میں سے جھانجھر (پازیب) نکال کر پیغام لے کر آنے والی باندی کو ہدیہ کر دیے، اس سے ان کی خوشی کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

اور پھر خالد بن سعید بن عاص اموی رضی اللہ عنہ کو اپنا وکیل مقرر کیا۔

اِس سے ہمیں یہ سبق ملا کہ: ہمیں کوئی آ کر خوش خبری سنائے تو اُس کو ہدیہ دینا

چاہیے،بعض صحابہ رضی اللہ عنہم کے عمل سے بھی یہ بات ثابت ہے۔

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کے واقعے میں یہ بات ہے کہ جو آدمی ان کے پاس توبہ کے قبول ہونے کی خوش خبری لے کر آیا تھا،اس کو انھوں نے ہدیہ اور تحفہ پیش کیا تھا۔

نکاح میں دین داری کو دیکھیں

اِس واقعے سے ہمیں ایک اور سبق ملتا ہے کہ:اگر کوئی دیندار اور نیک خاندان کی طرف سے ہماری لڑکی کے لیے نکاح کا پیغام آئے،تو ہمیں خوش ہونا چاہیے اور اسے اللہ تعالیٰ کی طرف سے نعمت سمجھ کر قبول کر لینا چاہیے۔

اگر دینداری اور نیکی کو دیکھ کر نکاح کرو گے،تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ارشاد ہے کہ:اللہ تعالیٰ اس میں ضرور کامیابی عطا کریں گے،جیسا کہ حدیثِ پاک میں ہے کہ:

تُنْكَحُ المَرْأَةُ لِأَرْبَعٍ: لِمَالِهَا وَلِحَسَبِهَا وَجَمَالِهَا وَلِدِينِهَا، فَاظْفَرْ بِذَاتِ الدِّينِ، تَرِبَتْ يَدَاكَ. (البخاری،رقم الحدیث:۵۰۹۰)

ترجمہ:عورت سے نکاح چار چیزوں کی بنیاد پر کیا جاتا ہے:(۱)اس کے مال کی بنیاد پر(۲)خاندانی عزت وشرافت کی بنیاد پر(۳)خوب صورتی کی بنیاد پر(۴)اور دین داری کی وجہ سے،تو دین دار عورت سے نکاح کر کے کامیابی حاصل کر،تیرے ہاتھ خاک آلود ہو۔

ایک اور حدیثِ پاک میں ارشاد ہے کہ:

إِذَا خَطَبَ إِلَيْكُمْ مَنْ تَرْضَوْنَ دِينَهُ وَخُلُقَهُ فَزَوِّجُوهُ، إِلَّا تَفْعَلُوا تَكُنْ فِتْنَةٌ فِي الأَرْضِ، وَفَسَادٌ عَرِيضٌ. (سنن الترمذی،رقم الحدیث:۱۰۸۴)

ترجمہ:اگر تمھارے پاس کوئی ایسا آدمی نکاح کا پیغام بھیجے،جس کے دین اور

اخلاق سے تم مطمئن ہو، تو اس کے ساتھ (اپنی ولیہ) کا نکاح کر دو، اور تم نے ایسا نہیں کیا تو زمین پر بہت بڑا فتنہ اور فساد پھیلے گا۔

آج کل بہت سے لوگ نادانی اور لالچ کی وجہ سے دین داری کو دیکھ کر بھی شادی کے لیے منع کر دیتے ہیں۔ اسی طرح بہت سے لوگ دین دار جوڑا مل جانے کے بعد دوسری دوسری چیزیں دیکھتے ہیں کہ: پیسے والا بھی ہے یا نہیں، خوب صورت بھی ہے یا نہیں، خاندانی بھی ہے یا نہیں؟ حالاں کہ! ایسا نہیں کرنا چاہیے، اگر دین داری دیکھ کر منع کیا تو یہ دین کی توہین اور بے حرمتی ہے، اللہ تعالیٰ کو ناراض کرنے والا کام ہے۔

دین داری کو اصل بناؤ، باقی چیزیں ساتھ آجاوے تو بہت اچھی بات ہے۔

بہر حال! باندی نے واپس آکر نجاشی کو خبر دی کہ: امِ حبیبہ شادی کے لیے تیار ہیں۔

نکاح کا خطبہ حبشہ کے بادشاہ نے پڑھا

چناں چہ نجاشی بادشاہ نے شام کو نکاح کی مجلس رکھی اور اُس میں اُن تمام مسلمانوں کو بلایا جو اس وقت حبشہ میں موجود تھے اور پھر نجاشی نے نکاح کا خطبہ پڑھا:

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الْمَلِكِ الْقُدُّوْسِ، السَّلَامُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَيْمِنُ الْعَزِيْزُ الْجَبَّارُ، أَشْهَدُ أَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَ رَسُوْلُهُ، وَ أَنَّهُ الَّذِي بَشَّرَ بِهِ عِيْسَى بْنُ مَرْيَمَ صَلَّى اللّٰه عَلَيْهِمَا وَ سَلَّمَ.

اِس خطبے میں اللہ تعالیٰ کی حمد اور تعریف کرنے کی بعد یہ کہا کہ: میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ کے بندے اور رسول ہیں اور پھر فرمایا کہ: محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ نبی ہیں جن کے دنیا میں آنے کی ’’عیسی بن مریم‘‘ نے خوش خبری دی تھی۔

حضرت امِ حبیبہ رضی اللہ عنہا کا مہر

اُس کے بعد حضرت امِ حبیبہ رضی اللہ عنہا کا نکاح حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کرا دیا اور مہر میں چار ہزار درہم خود نجاشی نے اپنے پاس سے ان کو ادا کیے۔ (مشکوۃ:۳۲۱۹)

یہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تمام نکاحوں کی مہر کے مقابلے میں سب سے بڑی مہر تھی۔

نکاح کے بعد لوگوں نے اٹھنے کا ارادہ کیا تو نجاشی نے کہا: ابھی بیٹھیں! حضراتِ انبیا علیہم السلام کی سنت یہ ہے کہ: نکاح کے بعد ولیمہ بھی ہونا چاہیے۔ (الطبقات الکبریٰ: ۷۷/۸، الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ:۱۴۰/۸)

چناں چہ نجاشی نے اپنی طرف سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ولیمہ کیا اور پھر اپنی خادمہ ابرہہ کے ذریعے مہر کی رقم حضرت امِ حبیبہ رضی اللہ عنہا کو بھیج دی۔

حضرت امِ حبیبہ رضی اللہ عنہا نے اس کو ۵۰/ دینار بہ طورِ انعام دیے، تو اس نے وہ دینار اور پہلے جو جو زیور آپ کی طرف سے اسے ملے تھے، وہ بھی انھیں واپس کر دیے اور کہنے لگی کہ: نجاشی نے مجھے ہدایت کی ہے کہ: آپ سے کچھ نہ لوں اور آپ یقین کر لیں کہ: میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیروکار بن چکی ہوں اور اللہ تعالیٰ کے لیے دینِ اسلام کو قبول کر چکی ہوں اور آج بادشاہ نے اپنی بیگمات کو حکم دیا ہے کہ: ان کے پاس جو بھی خوشبو اور عطر ہو، اس میں سے ضرور حضرت امِ حبیبہ رضی اللہ عنہا کے لیے ہدیہ بھیجیں۔

دوسرے روز باندی بہت سا عود اور عنبر وغیرہ آپ رضی اللہ عنہا کے پاس لے کر آئی۔

عود اور عنبر کی حقیقت

یہ عود اور عنبر بہت اچھی اور اونچی قسم کی خوشبوئیں ہیں، جن کو عام طور پر مکۂ مکرمہ

میں کعبۃ اللہ کے پاس اور مدینۂ منورہ میں مسجدِ نبوی و روضۂ اقدس کے سامنے جلایا جاتا ہے۔ اور اچھے لوگ اس کو دنیا بھر میں جہاں ہو استعمال کرتے ہیں۔

جب حضرت آدم علیہ السلام اور حوا علیہا السلام جنت سے نیچے آئے تھے، تو جنت کی کچھ چیزیں اپنے ساتھ لے کر آئے تھے، اس میں جنت کے پتے بھی ساتھ میں لائے تھے، ایسا کہا جاتا ہے کہ جہاں جہاں یہ پتے گرے وہاں سے عود اور عنبر اُگنے لگے۔

آسام میں عود کی اصل

ایک روایت کے مطابق سیدنا حضرت آدم علیہ السلام کا نزول ملکِ ''سری لنکا'' کے ایک پہاڑ پر ہوا تھا، اس وجہ سے اس پہاڑ کا نام ہی ''جبلِ آدم'' (Mountain of adam) ہے، اس پہاڑ کے ایک پتھر پر حضرت آدم علیہ السلام کے مبارک قدموں کے نشانات بھی موجود ہیں۔ (تاریخ طبری: ۱/ ۸۴-۸۵)

اس کے بعد حضرت آدم علیہ السلام ہمارے ملکِ ''ہندوستان'' میں تشریف لائے تھے، ممکن ہے کہ ہندوستان کے ایک علاقہ: ''آسام'' میں جو عود کی کھیتی ہوتی ہے، حضرت آدم علیہ السلام کے ہاتھوں سے جنتی پتے گرنے کی برکت سے ہو رہی ہو! (ایضاً)

جب کہ عنبر سمندری چیز ہے، خاص مچھلی سے حاصل ہوتا ہے، دوا میں بھی استعمال ہوتا ہے۔

یہ دونوں خوشبو بہت زیادہ مہنگی ہوتی ہیں، جب حرمین شریفین جاتے ہیں، وہاں کسی عطر کی دکان میں ان کی قیمت معلوم کرتے ہیں تب پتا چلتا ہے کہ کتنی اونچی قیمت ہے!

حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: میں نے وہ عود اور عنبر سب رکھ لیا اور اپنے ساتھ آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں لے کر گئی۔

اپنے شوہروں کو تحفہ دیں

اِس میں عورتوں کے لیے سبق ہے کہ: جس طرح حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا حبشہ سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے یہ خوشبوئیں لے کر گئیں، اسی طرح بیویوں کو بھی کبھی اپنے شوہروں کے لیے کچھ ہدیے اور تحائف لے کر جانا چاہیے، اِس سے محبت اور تعلق اور اچھا ہوگا۔

الغرض! جب ابرہہ یہ خوشبوئیں لے کر آئی، تو اس نے حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے کہا: میری ایک درخواست ہے کہ: آپ حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں میرا اسلام عرض کردیں اور میرے بارے میں بتادیں کہ میں اسلام قبول کرچکی ہوں۔

(الاصابة فی تمییز الصحابة: ۱۴۰/۸)

سلام باہمی محبت کا ذریعہ ہے

آج کل ہمارے اندر یہ بہت بڑی کمی پائی جاری ہے کہ ہم سلام ہی نہیں کرتے ہیں؛ حالاں کہ سلام آپس میں محبت پیدا کرنے کا بہترین ذریعہ ہے، حدیث شریف میں آتا ہے کہ:

لَاتَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ حَتّٰی تُؤْمِنُوا، وَلَا تُؤْمِنُوا حَتّٰی تَحَابُّوا، أَوَلَا أَدُلُّكُمْ عَلَى شَيْءٍ إِذَا فَعَلْتُمُوهُ تَحَابَبْتُمْ؟ أَفْشُوا السَّلَامَ بَيْنَكُمْ. (المسلم، رقم الحدیث: ۵۴)

ترجمہ: تم اُس وقت تک جنت میں داخل نہیں ہوسکتے، جب تک کہ تم کامل مؤمن نہ بن جاؤ اور تم اُس وقت تک کامل مؤمن نہیں بن سکتے جب تک کہ آپس میں محبت نہ کرنے لگ جاؤ، کیا تمھیں ایک ایسی چیز نہ بتلاؤں کہ اگر تم اُسے کرنے لگو، تو آپس میں خوب محبت پیدا ہو، وہ یہ کہ آپس میں سلام کو خوب پھلاؤ۔

آج ہم نے اسلام کی بتائی ہوئی تعلیمات کو بالکل ہی چھوڑ دیا ہے، جس کی وجہ سے دربدر کی ٹھوکریں کھا رہے ہیں اور آپس میں خوب عداوت اور دشمنیاں پیدا ہوگئی ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اسلام کی تعلیمات کو زندہ کرنے اور پھیلانے کی توفیق عطا فرمائے، آمین!

نبی کا کسی کی بات پر مسکرانا اس کی خوش نصیبی ہے

ام المومنین حضرت امِ حبیبہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ: جب تک میں مدینۂ منورہ کے لیے روانہ نہ ہوگئی، ابرہہ برابر میرے پاس آتی رہی اور کہتی رہی کہ: میری درخواست بھول نہ جانا؛ چناں چہ جب میں مدینۂ منورہ پہنچی تو یہ تمام باتیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بیان کیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سن کر مسکراتے رہے، آخر میں جب میں نے ابرہہ باندی کا سلام اور پیغام پہنچایا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جواب دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

عليها السلام ورحمة الله وبركاته۔ (الطبقات الکبریٰ:۸/۷۷)

سلام کا جواب دینا واجب ہے

حدیثِ پاک میں آتا ہے کہ:

حَقُّ المُسْلِمِ عَلَى المُسْلِمِ خَمْسٌ: رَدُّ السَّلَامِ، وَعِيَادَةُ المَرِيضِ، وَاتِّبَاعُ الجَنَائِزِ، وَإِجَابَةُ الدَّعْوَةِ، وَتَشْمِيتُ العَاطِسِ. (البخاری، رقم الحدیث:۱۲۴۰)

ترجمہ: ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پر پانچ حق ہیں: (۱) سلام کا جواب دینا (۲) بیمار کی عیادت کرنا (۳) جنازے کے پیچھے جانا (۴) دعوت قبول کرنا (۵) چھینکنے والے کو جواب دینا۔

سلام کرنے میں پہل کرنا سنت ہے اور اگر کوئی سلام کرے تو اُسے سلام کا جواب دینا واجب ہے۔

یہاں پر ایک بات اور عرض کردوں کہ اگرچہ سلام کا جواب دینا واجب ہے؛ لیکن سلام کرنا اُس سے بہتر ہے؛ کیوں کہ اِس میں تواضع اور عاجزی ہے اور ایک واجب کے ادا کرنے کا سبب ہے۔

شادی میں سادگی

دیکھیے! دونوں جہاں کے سردار کا نکاح ہورہا ہے؛ لیکن اس کے باوجود حال یہ ہے کہ نہ کسی کو دعوت دی گئی، نہ پنڈال، نہ کرسیاں اور نہ ہی کھانا پکایا؛ بلکہ بالکل سادگی کے ساتھ شادی کی۔

دوسری طرف آج ہم اپنی شادیوں کا حال دیکھیں کہ:

شامیانوں کے پیچھے ہزاروں لاکھوں روپے خرچ ہورہے ہیں۔

پوری پوری برادری اور بڑے مجمع کو بلا کر تین تین، چار چار دنوں تک کھانا کھلایا جارہا ہے۔

گانے اور باجے بجائے جارہے ہیں۔

دس-دس، بیس-بیس جوڑے کپڑے سلائے جارہے ہیں۔

شادی کے Videos بنائے جارہے ہیں۔

دلہن کو لانے کے لیے گاڑیاں جاتی ہیں اور اُن گاڑیوں کو بھی دلہن کی طرح سجایا جاتا ہے۔ کمرے کو پھولوں اور غباروں سے سجایا جاتا ہے۔

اگر ہماری شادیوں کا یہی حال ہوگا تو پھر زندگی میں سکون اور برکت کہاں سے

آئے گی اور پھر گھروں میں لڑائی، جھگڑے نہیں ہوں گے تو اور کیا ہوگا! جب کہ ہم اللہ اور اس کے رسول کے طریقوں کو چھوڑے ہوئے ہیں۔

اس لیے اللہ کے واسطے اپنی اور اپنی اولاد کے نکاح کو سادگی کے ساتھ، اللہ اور اس کے رسول کے حکموں کے مطابق کرو، تو ان شاء اللہ! اس میں برکت بھی ہوگی اور زندگی کے اندر سکون بھی آئے گا۔

حضرت امِ حبیبہ رضی اللہ عنہا کا اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت کا حال

اللہ تعالیٰ نے حضرت امِ حبیبہ رضی اللہ عنہا کو سیرت کے ساتھ حسنِ صورت سے بھی نوازا تھا، آپ رضی اللہ عنہا کو اسلام اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بہت محبت تھی، یہی وجہ تھی کہ خاوند کے مرتد ہونے کے باوجود اسلام پر ڈٹی رہیں۔

چناں چہ جب حدیبیہ کا معاہدہ ٹوٹ گیا، تو قریش نے اپنے سردار ''ابوسفیان'' کو مدینۂ منورہ بھیجا؛ تاکہ دوسری مرتبہ معاہدہ کریں۔

مدینۂ منورہ آکر ابوسفیان نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دوبارہ معاہدے کی درخواست کی؛ لیکن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کوئی جواب نہیں دیا۔

پھر انھوں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس جا کر سفارش کی درخواست کی؛ مگر وہاں سے بھی ناکام لوٹے۔

تم اِس بستر کے قابل نہیں

پھر اِسی مقصد سے ابوسفیان اپنی بیٹی: امِ حبیبہ کے گھر پر آئے، گھر میں داخل ہونے کے بعد جب وہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بستر پر بیٹھنے لگے، تو ام المومنین حضرت

امِ حبیبہ رضی اللہ عنہا نے فوراً آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بستر لپیٹ دیا۔

ابوسفیان دھک سے دیکھتے رہ گئے اور ناراض ہوکر بولے: بیٹی! تم نے بستر کیوں لپیٹ دیا؟ کیا تو نے بستر کو میرے قابل نہیں سمجھا، یا مجھے بستر کے قابل نہیں سمجھا؟

ام المؤمنین حضرت امِ حبیبہ رضی اللہ عنہا نے صاف فرما دیا: یہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بستر ہے، اس پر ایک مشرک نہیں بیٹھ سکتا، جو شرک کی نجاست سے آلودہ ہو؛ چوں کہ اس وقت تک وہ مسلمان نہیں ہوئے تھے۔ (الاصابة فی تمییز الصحابة: ۸/۱۴۲)

یہ سن کر ابوسفیان کو غصہ آ گیا، کہنے لگے کہ: اللہ کی قسم! تو میرے بعد شر میں مبتلا ہوگئی ہے۔

حضرت امِ حبیبہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا: میں شر میں نہیں؛ بلکہ کفر کے اندھیرے سے نکل کر اسلام کے نور اور ہدایت کی روشنی میں داخل ہوگئی ہوں اور حیرت ہے کہ آپ قریش کے سردار ہوکر پتھروں کو پوجتے ہیں، جو نہ سنتے ہیں اور نہ دیکھتے ہیں۔

واہ واہ! حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت کا حال تو دیکھو! پندرہ سال کے بعد باپ بیٹی کی ملاقات ہورہی ہے؛ لیکن اسلام اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت ایسی کہ اپنے سگے کافر باپ کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بستر پر بھی نہیں بیٹھنے دیا۔

اور یہی محبت اسلام میں مطلوب بھی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت اور ان کے فرمان کے مقابلے میں کسی کی بھی پروانہ کی جائے؛ چاہے پھر وہ اپنا حقیقی باپ بھی کیوں نہ ہو، ارشادِ باری ہے:

لَا تَجِدُ قَوْمًا یُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ یُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَوْ كَانُوْۤا اٰبَآءَهُمْ اَوْ اَبْنَآءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِیْرَتَهُمْ ؕ اُولٰٓىِٕكَ كَتَبَ فِیْ

قُلُوْبِهِمُ الْاِيْمَانَ وَاَيَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ ؕ وَيُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ؕ اُولٰٓئِكَ حِزْبُ اللّٰهِ ؕ اَلَاۤ اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۲۲﴾ (المجادلة)

ترجمہ: (اے نبی!) جو لوگ اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں ان کو ایسے لوگوں کے ساتھ محبت کرتے ہوئے نہ دیکھو گے کہ جنھوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی مخالفت کی ہو، چاہے وہ ان کے باپ دادا ہوں یا ان کے بیٹے ہوں یا ان کے بھائی ہوں یا ان کے خاندان کے ہوں، یہ وہ لوگ ہیں جن کے دلوں میں اس (اللہ تعالیٰ) نے ایمان کو (پکا) لکھ دیا ہے اور اپنی روح سے ان کی مدد فرمائی اور اللہ تعالیٰ ان کو ایسے باغات میں داخل کریں گے جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی، وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے، اللہ تعالیٰ ان (کی اطاعت) سے راضی ہوگئے اور وہ اس (اللہ تعالیٰ کی نوازشات) سے راضی ہوگئے، وہی اللہ تعالیٰ کی جماعت ہے، سن لو! یقیناً اللہ تعالیٰ کی جماعت ہی کامیاب ہونے والی ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سچی اور پکی محبت عطا فرمائے، آمین۔

احادیث پر عمل کا اہتمام

حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا احادیث پر عمل کرنے کا بہت اہتمام کرتی تھیں، جب آپ رضی اللہ عنہا کو اپنے والدِ محترم: حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کے انتقال کی خبر ملی تو آپ بطورِ سوگ تین دن تک عمومی حالت میں رہیں۔

پھر جب تین دن گزر گئے تو آپ رضی اللہ عنہا نے خوشبو منگوا کر استعمال کی اور فرمایا: واللہ! مجھے خوشبو کی کوئی ضرورت نہیں تھی، میں نے یہ صرف اس لیے استعمال کی ہے کہ

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو منبر پر فرماتے ہوئے سنا تھا:

اللہ اور آخرت پر ایمان رکھنے والی کسی عورت کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ کسی میت پر تین دن سے زیادہ سوگ کرے، سوائے شوہر کے کہ اس پر چار ماہ دس دن تک سوگ کر سکتی ہے۔ (البخاری، رقم الحدیث: ۵۳۳۴)

مطلب یہ ہے کہ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے صرف حدیث شریف پر عمل کرنے کی غرض سے خوشبو کا استعمال کیا تھا۔

جنت میں گھر پانے کا وظیفہ

حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جب کوئی فرمان سن لیتیں تو اس پر اہتمام کے ساتھ دائمی طور پر عمل کیا کرتی تھیں۔

چناں چہ ایک دفعہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ: جو شخص ہر روز بارہ رکعات پڑھ لے- جو کہ نفل نماز ہیں، فرض نہیں ہیں- اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت میں گھر بنا دیتے ہیں۔

حضرت امِ حبیبہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ: حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ فرمان سن لینے کے بعد پھر میں نے کسی دِن یہ بارہ رکعات نہیں چھوڑی۔

فائدہ: اِن بارہ رکعات سے مراد: روزانہ پانچوں نمازوں میں ادا کی جانے والی سنتِ موکدہ کی بارہ رکعتیں ہیں۔ جن کی تفصیل ایک دوسری حدیث میں اِس طرح آئی ہے: چار رکعات ظہر سے پہلے، دو رکعات ظہر کے بعد، دو رکعات مغرب کے بعد، دو رکعات عشا کے بعد اور دو رکعات فجر سے پہلے کی ہیں۔ (الترمذی، رقم: ۴۱۵)

انتقال کے وقت معافی

جب حضرت امِ حبیبہ رضی اللہ عنہا کے انتقال کا وقت قریب ہوا، تو ام المؤمنین سیدہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو بلایا اور کہا: اے عائشہ! میرا اور تمھارا رشتہ سوکن کا تھا، میں بھی اللہ کے رسول کی بیوی اور تم بھی اللہ کے رسول کی بیوی تھی اور سوکنوں کے آپسی تعلقات میں کچھ اونچ نیچ ہوتی رہتی ہے؛ لہذا اگر کوئی بات ہوگئی ہو تو معاف کر دینا۔

ام المؤمنین سیدہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اُن سے فرمایا کہ: میں نے سب معاف کر دیا۔

حضرت امِ حبیبہ رضی اللہ عنہا کہنے لگی کہ: اے عائشہ! تم نے مجھے خوش کر دیا؛ لہذا اللہ تعالیٰ تمھیں بھی خوش کر دے۔ (الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ: ۱۴۲/۸)

پھر حضرت امِ سلمہ رضی اللہ عنہا کو بلایا اور ان سے بھی معافی مانگی۔

موت کا کوئی بھروسہ نہیں

میری مائیں اور بہنیں! موت کا کوئی بھروسہ نہیں؛ اس لیے زندگی میں ہم سے بھی کبھی کوئی بات ہوگئی ہو تو ہمیں بھی معافی مانگ لینی چاہیے اور کسی بھی قسم کا معاملہ ہم نے کسی سے کیا ہو تو دنیا ہی میں ان تمام معاملات کی صفائی کر لینا چاہیے، یہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پیارا اور مبارک طریقہ ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سب سے معافی مانگی

جب میرے اور آپ کے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سخت بیمار ہوگئے اور چلنا مشکل ہوگیا، سر میں بہت شدید درد ہے، سر پر کپڑا باندھ رکھا ہے، اِسی حالت میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

اپنے چچا زاد بھائی ''حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہ'' کے ساتھ مسجد میں تشریف لائے، حضرت فضل رضی اللہ عنہ خود اس واقعے کو اس طرح بیان فرماتے ہیں کہ:

میں حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آپ کی آخری بیماری میں حاضر ہوا، تو آپ کو شقیقہ (یعنی آدھے سر کا درد) تھا۔ جب سر کا درد ہوتا ہے تو آدمی سر پر کھینچ کر پٹی باندھتا ہے، جس سے درد میں راحت ہوتی ہے۔ حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی اپنے سر مبارک پر پٹی بندھوائی تھی۔ چناں چہ حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ: میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لیٹے ہوئے تھے، اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سر مبارک پر پٹی بندھی ہوئی تھی۔

مجھے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے فضل! اس پٹی کو ذرا کس دو! میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد کے مطابق اس کو کس دیا۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے کندھے کا سہارا لے کر بیٹھے، پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجھے مسجد میں لے جاؤ۔ چناں چہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مسجد میں لے گیا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجھے منبر پر بٹھاؤ، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو منبر پر بٹھایا۔ (شمائل الترمذی، رقم الحدیث:۱۳۸)

پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: لوگوں کو بلاؤ! میں گیا، اور لوگوں کو جمع کیا۔

چناں چہ جب سب جمع ہو گئے اور پوری مسجد بھر گئی، تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں بھی ایک انسان ہوں، میں نے تم میں سے کسی کی عزت کو پامال کیا ہو، یا کسی کو مارا ہو، یا کسی کا کوئی مالی حق مجھ پر ہو تو وہ یہاں آکر وصول کر لے۔

ایک شخص نے اٹھ کر کہا کہ: میرے تین درہم ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہا: میں تم کو جھٹلانے کے طور پر نہیں؛ بلکہ ویسے ہی پوچھتا ہوں

کہ: کیسے؟

اس نے کہا: ایک مرتبہ ایک سائل آیا تھا، آپ نے مجھ سے فرمایا تھا کہ: اسے کچھ دے دو، میں آپ کو بعد میں ادا کر دوں گا، وہ باقی ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت فضل سے کہا: ان کے تین درہم ادا کروا دو۔

بقیہ حاضرین سے معافی مانگی۔

پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے مکان پر تشریف لے گئے، اور وہاں مدینہ کی تمام عورتوں کو جمع کیا، ان سے بھی اسی طرح فرمایا۔

چناں چہ وفات سے پہلے یہ دونوں کام آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کیے، اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا انتقال ہوا۔

جب حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی اس عظمت اور شان کی بلندی کے باوجود اتنا اہتمام فرمایا، تو ہمیں حقوق کی ادائیگی کا کتنا زیادہ اہتمام کرنا چاہیے!!

دنیا سے وصال

سیدہ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کا ۳۷ ؍سال کی عمر میں اپنے بھائی ''حضرت امیرِ معاویہ رضی اللہ عنہ'' کے دورِ خلافت؛ ۴۴ ھ میں مدینۂ منورہ میں وصال ہوا، مروان نے آپ کی نمازِ جنازہ پڑھائی اور آپ کو آپ کے بھانجے نے قبر میں اتارا۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تمام بیویوں پر اللہ تعالیٰ کی رحمتیں نازل ہوں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں بھی شریعت اور سنت کے مطابق ایسی اچھی زندگی گزارنے کی توفیق عطا فرمائے اور اِن باتوں پر عمل کرنے کی توفیق نصیب فرمائے، آمین۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین.

ام المؤمنین حضرت میمونہ بنت حارث رضی اللہ عنہا

مختصر تعارف

نام: میمونہ (برّہ)۔

والد کا نام: حارث بن حزن۔

والدہ کا نام: ہند بنت عوف۔

پیدائش: آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نبی بنائے جانے سے ۷/سال پہلے۔

پیدائش کی جگہ: مکہ مکرمہ۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نکاح: ۷ سنہ ھ میں، ۳۷/سال کی عمر میں۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ رہنے کی مدت: تقریباً تین سال۔

وفات: ۵۱ سنہ ھ میں۔

دفن: مکہ سے قریب مقامِ سرف میں۔

کل عمر مبارک: تقریباً ۷۱/سال۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّاٰتِ اَعْمَالِنَا، مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَاھَادِیَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنْ لَّآاِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَاشَرِیْکَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَشَفِیْعَنَا وَحَبِیْبَنَا وَاِمَامَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّداً عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ، صَلَوَاتُ اللّٰہِ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَذُرِّیَّاتِہٖ وَاَھْلِ بَیْتِہٖ وَاَھْلِ طَاعَتِہٖ، وَبَارَکَ وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْراً کَثِیْراً، اَمَّا بَعْدُ!

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ، بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِھِمْ وَاَزْوَاجُہٗٓ اُمَّھٰتُھُمْ. (الاحزاب)

ترجمہ: نبی ایمان والوں کے ساتھ (خود) ان کی جان (اور ذات) سے بھی زیادہ تعلق رکھتے ہیں اور اس (نبی) کی بیویاں ان (ایمان والوں) کی مائیں ہیں (یعنی تعظیم و تکریم میں ماؤں کی طرح ہیں)۔ (از: تیسیر القرآن)

حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک پاک بیوی کا نام ''حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا'' ہے۔

حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کا مختصر تعارف

حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے نکاح فرمایا، ان کا نام بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ''برّہ'' سے بدل کر ''میمونہ'' رکھا۔

''میمونہ'' کا معنی ہے: برکت والی عورت۔

حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا ام المومنین حضرت زینب بنتِ خزیمہ رضی اللہ عنہا کی ماں شریک بہن تھیں، نیز وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سب سے آخری بیوی ہیں، ان کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

نے کسی عورت سے نکاح نہیں فرمایا۔

حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے والد کا نام بھی حارث تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کتنا زیادہ خوش نصیب بنایا کہ آپ کے دو خسروں کا نام ''حارث'' تھا۔

روئے زمین پر خوش نصیب عورت

ان کی والدہ کا نام ''ہند'' تھا۔

ان رضی اللہ عنہا کی والدہ؛ ''ہند'' کو ایک ایسا عظیم شرف حاصل تھا، جو پورے عرب؛ بلکہ پوری زمین پر کسی اور خاتون کو حاصل نہ تھا، جس کو ان الفاظ میں بیان کیا گیا ہے:

اَکْرَمُ عَجُوْزٍ فِي الْاَرْضِ اَصْھَارًا.

ترجمہ: ہند بنتِ عوف پوری روئے زمین پر اپنے دامادوں کے لحاظ سے سب سے زیادہ خوش قسمت عورت ہے۔

کیوں کہ ان کے دامادوں میں ایک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ بابرکت ہیں، پھر انبیا کے بعد اِس دھرتی کی سب سے افضل ہستی: حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی ان کے داماد ہیں، اسی طرح متعدد جلیل القدر صحابہ؛ جیسے: حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ، حضرت عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ وغیرہ بھی ان کے دامادوں میں شمار ہوتے ہیں۔ (از: گلدستۂ اہلِ بیت: ۱۲۰)

بہر حال! ہجرت کے ساتویں سال جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عمرے کی قضا کے لیے تشریف لے گئے، اس وقت حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شادی ہوئی تھی، حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نکاح میں آنے سے قبل دو شوہروں سے بیوہ ہو چکی تھی۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نکاح

ذی القعدہ ۶ھ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ عمرہ کے لیے تشریف لے گئے تھے، مکہ مکرمہ پہنچنے سے پہلے ہی حدیبیہ کے مقام پر آپ کو روک لیا گیا تھا اور صلحِ حدیبیہ وجود میں آئی تھی، اِس صلح نامہ میں ایک بات یہ بھی تھی کہ ابھی آپ عمرہ کیے بغیر واپس چلے جائیں اور آئندہ سال عمرہ کے لیے آسکتے ہیں اور صرف تین دن مکہ مکرمہ میں قیام کی اجازت ہوگی۔

اِس صلح نامے کے بعد آپ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ مدینہ واپس تشریف لے آئے، اگلے سال ۷ھ کے شروع میں ''غزوۂ خیبر'' ہوا، پھر اِسی سال آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ذی القعدہ ۷ھ میں ''عمرۃ القضا'' کے لیے اپنے جاں نثار صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ مدینہ طیبہ سے مکہ مکرمہ روانہ ہوئے، جب آپ ''مقامِ یاجج'' پر پہنچے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کو حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے پاس اپنے نکاح کا پیغام دے کر بھیجا، حضرت جعفر رضی اللہ عنہ، حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے بہنوئی تھے، اِس طرح کہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کی ماں شریک بہن: ''حضرت اسماء بنتِ عمیس رضی اللہ عنہا'' حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھی، حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا اس وقت مکہ مکرمہ میں مقیم تھیں، حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے جا کر حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کو نکاح کا پیغام پہنچایا۔

اونٹ اور اس کا سوار، اللہ اور اس کے رسول کی یاد میں ہیں

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جانب سے انھیں نکاح کا پیغام پہنچا، تو اس وقت وہ اونٹ پر سوار تھیں، اس وقت انھوں نے خوشی سے کہا: ''اونٹ اور اس کا سوار، ان کے

اللہ اور ان کے رسول کی یاد میں ہیں''۔ (انساب الاشراف ج ۱ ص ۴۴۶ ط دار الفکر، بیروت)

اس وقت سورۂ احزاب کی یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی:

یٰٓاَیُّھَا النَّبِیُّ اِنَّآ اَحْلَلْنَا لَکَ اَزْوَاجَکَ الّٰتِیْٓ اٰتَیْتَ اُجُوْرَھُنَّ وَمَا مَلَکَتْ یَمِیْنُکَ مِمَّآ اَفَآءَ اللّٰہُ عَلَیْکَ وَبَنٰتِ عَمِّکَ وَبَنٰتِ عَمّٰتِکَ وَبَنٰتِ خَالِکَ وَبَنٰتِ خٰلٰتِکَ الّٰتِیْ ھَاجَرْنَ مَعَکَ ز وَامْرَاَۃً مُّؤْمِنَۃً اِنْ وَّھَبَتْ نَفْسَھَا لِلنَّبِیِّ اِنْ اَرَادَ النَّبِیُّ اَنْ یَّسْتَنْکِحَھَا ق خَالِصَۃً لَّکَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِیْنَ ط قَدْ عَلِمْنَا مَا فَرَضْنَا عَلَیْھِمْ فِیْٓ اَزْوَاجِھِمْ وَمَا مَلَکَتْ اَیْمَانُھُمْ لِکَیْلَا یَکُوْنَ عَلَیْکَ حَرَجٌ ط وَکَانَ اللّٰہُ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا ﴿۵۰﴾

ترجمہ: اے نبی! جن کا مہر تم نے ادا کر دیا ہو وہ تمھاری بیویاں (چار سے زائد) ہم نے (خاص) تمھارے لیے حلال کر دی ہیں اور جو غنیمت کا مال اللہ تعالیٰ نے تم کو دیا اس میں سے جو باندیاں تمھاری مالکی میں آگئیں وہ بھی (تمھارے لیے حلال ہیں) اور تمھارے چچا کی بیٹیاں اور تمھاری پھوپھیوں کی بیٹیاں اور تمھارے ماموں کی بیٹیاں اور تمھاری خالاؤں کی بیٹیاں بھی (حلال ہیں) جنھوں نے تمھارے ساتھ ہجرت کی ہیں، اور ایمان والی عورت کو جو بغیر مہر کے اپنی ذات نبی (کے ساتھ نکاح کرنے) کے لیے (ہدیے کے طور پر) پیش کر دیویں، شرط یہ ہے کہ نبی اس کے ساتھ نکاح کرنے کا ارادہ کریں (وہ بھی حلال ہے) یہ تمام احکام تمھارے (یعنی نبی کے) لیے خاص ہیں، دوسرے ایمان والوں کے لیے نہیں، پکی بات یہ کہ ان (عام مسلمانوں) پر جو احکام ہم نے ان کی بیویوں اور ان کی باندیوں کے بارے میں مقرر کیے ہیں وہ ہم کو معلوم ہیں (نبی کے لیے بعض احکام اس لیے خاص کیے) تا کہ تم پر کوئی تنگی نہ رہے اور اللہ تعالیٰ تو

بہت معاف کرنے والے، سب سے زیادہ رحم کرنے والے ہیں۔

حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کی خوش نصیبی

بہر حال! اِس نکاح پر حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا نے رضا مندی کا اظہار کرتے ہوئے اپنے بہنوئی: حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ- جو ان کی سگی بڑی بہن: لبابہ کبریٰ کے شوہر تھے، نیز حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا بھی تھے- کو اپنا وکیل مقرر کیا اور انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کا نکاح کرا دیا۔

حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک ایسی خوش نصیب بیوی تھی جن کا نکاح احرام کی حالت میں ہوا تھا۔ (از: گلدستۂ اہلِ بیت)

یہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا آخری نکاح تھا، ان کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کسی عورت سے نکاح نہیں فرمایا۔

حویطب کی گستاخی

صلح نامے کے موافق جب تین دن پورے ہو گئے اور چوتھے دن کی صبح ہوئی، جس دن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مکہ مکرمہ چھوڑنا تھا تو صبح صبح ہی مشرکینِ مکہ کی طرف سے دو قاصد: ''سہیل بن عمرو'' اور حویطب بن عبد العزیٰ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے، اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انصار کے مجمع میں بیٹھے ہوئے تھے اور حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ بات چیت فرما رہے تھے۔ حویطب نے شور مچاتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا:

اِنْقَضٰی اَجلُكَ فَاخْرُجْ عَنَّا. (الاصابة فی تمییز الصحابة ج:۸، ص:۳۲۲)

ترجمہ: تین دن کی مدت پوری ہو چکی ہے، اب تم یہاں سے نکل جاؤ!

حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کا منہ توڑ جواب

حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے جب اُس کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ اِس طرح گستاخانہ انداز میں بات کرتے ہوتے دیکھا تو اُس سے کہا:

یہ مکہ نہ تو تیری ماں کی ملکیت ہے اور نہ تیرے باپ کی! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اِس طرح نہیں جائیں گے۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سہیل اور حویطب کو بلا کر کہا: میں نے یہاں ایک خاتون سے نکاح کیا ہے، اگر تم لوگ مجھے کچھ مزید مہلت دو تو میں اس سے رخصتی کرلوں، پھر میں ولیمہ کروں گا، تمھیں بھی اس میں شرکت کی دعوت ہے۔

انھوں نے بڑی بے رخی سے جواب دیا اور کہا:

لَاحَاجَةَ لَنَا فِي طَعَامِكَ فَاخْرُجْ عَنَّا. (الاصابة فی تخییر الصحابة ج:۸، ص:۳۲۲)

ترجمہ: ہمیں تمھارے کھانے کی کوئی ضرورت نہیں ہے، بس! تم یہاں سے چلے جاؤ!

حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کی رخصتی

بہر حال! آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے معاہدے کا لحاظ کرتے ہوئے اپنے غلام: ''ابو رافع'' کو حکم دیا کہ جاؤ! صحابہ میں واپسی کا اعلان کردو!

انھوں نے جا کر اعلان کیا اور واپسی کا سفر شروع ہو گیا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ واپس مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہو گئے؛ البتہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے غلام: ''ابو رافع'' کو وہیں مکہ مکرمہ میں ہی چھوڑ دیا تھا؛ تا کہ وہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کو اپنے

ساتھ لے آئیں۔

جب اِس مبارک قافلے نے مکہ مکرمہ سے دس میل دور ''مقامِ سرف'' پر جا کر پڑاؤ ڈالا، تو پیچھے سے حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ بھی حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کو ساتھ لے کر وہاں پہنچ گئے؛ چناں چہ سفر کے دوران وہیں ''سرف'' میں ہی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رخصتی فرمائی اور پھر مدینہ منورہ کی طرف سفر شروع فرمایا، بالآخر حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا ام المؤمنین کی حیثیت سے بخیر و عافیت مدینہ طیبہ پہنچ گئیں۔ (از: گلدستۂ اہلِ بیت)

''سرِف'' میں حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کا شرف

حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں تاریخ کا یہ عجیب اتفاق ہے کہ ۷ھ میں مکہ مکرمہ جاتے وقت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ان کے ساتھ مقامِ ''سرف'' میں نکاح ہوا اور ان کی رخصتی بھی عمرے سے مدینہ واپس لوٹتے وقت اسی مقامِ سرف میں ہوئی۔

نیز جب سن ۵۴ھ میں ان کا انتقال ہوا اس وقت بھی وہ اِسی جگہ مقیم تھی، یہ جگہ پہلے مکۂ مکرمہ سے کچھ باہر تھی، اب تو یہ بھی مکہ میں شامل ہو گئی ہے۔

اشاعتِ علم

حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا نے مدینہ طیبہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت میں رہ کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فیض حاصل کرنا شروع کر دیا تھا، اس وجہ سے بعد میں آپ رضی اللہ عنہا کے علم سے کئی حضرات نے استفادہ کیا؛ یہاں تک کہ حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت عبداللہ بن شداد، حضرت یزید بن اصم، حضرت عطا بن یسار رضی اللہ عنہم جیسے بڑے بڑے حضرات کا شمار آپ رضی اللہ عنہا کے شاگردوں میں ہوتا ہے۔ (از: گلدستۂ اہلِ بیت)

سنت کی خلاف ورزی کی وجہ سے ابن عباس کو تنبیہ

حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کی باندی ''ندبہ'' کہتی ہیں کہ: مجھے ام المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا نے اپنے بھانجے: حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی بیوی کے پاس کسی کام سے بھیجا۔

میں نے وہاں جا کر دیکھا کہ ان دونوں میاں بیوی کا بستر الگ الگ لگا ہوا ہے، میں یہ سمجھی کہ شاید باہمی کسی رنجش کی بنا پر ایسا کر رکھا ہے، خیر! میں نے پھر ان کی بیوی سے اس بارے میں پوچھ ہی لیا، وہ کہنے لگیں: نہیں! ایسی کوئی بات نہیں ہے، دراصل بات یہ ہے کہ میرے ماہواری کے دن ہیں، جب میرے یہ ایام آتے ہیں، تو وہ میرے بستر کے قریب نہیں آتے ہیں، میں نے واپس آ کر حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کو یہ سارا حال سنایا۔

چناں چہ آپ رضی اللہ عنہا نے مجھے واپس حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے پاس یہ پیغام دے کر بھیج دیا کہ: تم حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت سے کیوں اعراض کرتے ہو؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو اِن ایام میں اپنی بیوی کے ساتھ سوتے تھے، اس طرح کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اور آپ کی بیوی کے درمیان صرف ایک کپڑا حائل ہوتا تھا جو بیوی (کی ناف سے لے کر اس) کے گھٹنوں سے ذرا نیچے تک ہوتا تھا۔ (از: گلدستۂ اہلِ بیت)

فضائل واعزاز

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کی شان بیان کرتے ہوئے ایک مرتبہ فرمایا تھا:

غور سے سنو! وہ ہم میں سب سے زیادہ اللہ عزوجل سے ڈرنے والی اور سب سے زیادہ رشتے داروں کے ساتھ حسنِ سلوک کرنے والی تھیں۔

نیز حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کو نسب کے اعتبار سے یہ شرف حاصل تھا کہ آپ ام المومنین: ''حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا'' کی ماں ماشریک بہن، حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے چچا: ''حضرت عباس رضی اللہ عنہ'' اور چچازاد بھائی: ''حضرت جعفر رضی اللہ عنہ'' کی سالی، نیز حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت خالد بن ولید کی رضی اللہ عنہ سگی خالہ تھیں۔ (از: گلدستۂ اہلِ بیت)

حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کی بیماری

امام ابن شیبہ رحمہ اللہ اور امام بیہقی رحمہ اللہ نے آپ کے بھتیجے یزید بن اصم سے ایک روایت نقل کی ہے: جب حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا مکۂ مکرمہ میں شدید بیمار ہوگئیں تو آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

أَخْرِجُوْنِي مِنْ مَكَّةَ فَإِنِّي لَا أَمُوْتُ بِهَا، أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم أَخْبَرَنِي أَنْ لَّا أَمُوْتَ بِمَكَّةَ. (الخصائص الکبریٰ، ج:۲ص:۴۲۸)

ترجمہ: مجھے مکہ سے باہر لے جاؤ، یہاں مجھے موت نہیں آئے گی، کیوں کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے مجھے فرمایا تھا کہ میرا وصال مکہ میں نہیں ہوگا۔

چناں چہ اس کے بعد آپ کو ''سرف'' میں لے جایا گیا، جہاں آپ رضی اللہ عنہ کا اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا نکاح ہوا تھا۔

اسی جگہ ان کا انتقال ہوا، ان کے جنازے کی نماز ان ہی کے بھانجے: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے پڑھائی اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ، یزید بن اصم اور حضرت عبداللہ بن شداد نے آپ کو قبر میں اتارا۔

جنازے کو زیادہ حرکت نہ دی جاوے

جب جنازہ اٹھایا گیا تو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرمانے لگے: یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیوی ہیں، جنازے کو زیادہ حرکت نہ دو، باادب اور آہستہ لے کر چلو!

فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: هٰذِهِ زَوْجَةُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَإِذَا رَفَعْتُمْ نَعْشَهَا فَلَا تُزَعْزِعُوْهَا، وَلَا تُزَلْزِلُوْهَا، وَارْفُقُوا. (البخاری، کتاب النکاح، باب کثرة النساء، رقم الحدیث:۵۰۶۷)

جب آپ لوگوں کو اللہ تعالیٰ حرمین شریفین کی زیارت نصیب فرماوے اور وہاں جانے کی سعادت ملے تو یہ جگہ مکۂ مکرمہ سے تقریباً ۱۰، ۱۵ منٹ کے فاصلے ہی پر ہے، اس جگہ دو شاہ راہ (Highway) کے درمیان ایک چھوٹی سی جگہ بنی ہوئی ہے، اسی جگہ ام المؤمنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کی قبر مبارک بنی ہوئی ہے۔

یاد رہے کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تمام ازواجِ مطہرات کی قبریں مدینہ منورہ میں ہیں، صرف دو زوجہ: حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اور حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کی مبارک قبریں مکة المکرمہ میں ہیں۔

اللہ تعالیٰ ان کی قبروں کو نور سے منور فرماوے، نیز حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ان پاک بیویوں سے ہمیں سچی، پکی محبت نصیب فرماوے اور آخرت میں ان کے ساتھ ہمارا حشر فرماوے، آمین!

وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين

باغیچۂ رسول کا ایک اور پھول

حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا

اقتباس

ارتداد کی آندھیاں چل رہی ہیں

آج مسلمان اپنے دین سے بہت دور جارہے ہیں اور ان کو اپنے دین سے دور لے جانے کی کوششیں کی جارہی ہیں، اس کام کے لیے طاغوتی طاقتیں، شیطانی ایجنٹ اور دجالی چیلے رات دن ایک کر کے اپنے ہاتھ پیر مار رہے ہیں؛ گویا ارتداد کی آندھی چل رہی ہے!

آج سینکڑوں مسلم نوجوان لڑکے اور لڑکیاں دین اور ایمان سے خارج ہورہے ہیں، اپنے دین کو چھوڑ رہے ہیں اور ان کا کوئی بھی پرسانِ حال نہیں ہے۔

اس لیے ہم سب کی یہ ذمّے داری بنتی ہے کہ ہم اپنے بچے اور بچیوں کی صحیح تربیت کریں، مدرسے کی مکمل تعلیم دلوانے کا انتظام کریں، ہو سکے تو اسلامی اسکول میں بھیجنے کو کوشش کریں، نیز لڑکیوں کو حجاب پہننے کی تاکید کریں، بے پردگی و بے حیائی سے ان کو مکمل طریقے پر روکا جاوے، اپنے گھر کا ماحول بھی ٹھیک و درست بنانے کی کوشش کریں۔

اس کی برکت سے ان شاء اللہ! اللہ تعالیٰ ہدایت کے دروازے کھولیں گے اور ایمان و اسلام کی بادِ بہاری چلائیں گے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّاٰتِ اَعْمَالِنَا، مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَاھَادِیَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنْ لَّآاِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَاشَرِیْکَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَشَفِیْعَنَا وَحَبِیْبَنَا وَاِمَامَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّداً عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ، صَلَوَاتُ اللّٰہِ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَذُرِّیَّاتِہٖ وَاَھْلِ بَیْتِہٖ وَاَھْلِ طَاعَتِہٖ، وَبَارَکَ وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْراً کَثِیْراً، اَمَّا بَعْدُ!

حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کا مختصر تعارف

حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں علما کی دو جماعتیں ہیں:

ایک جماعت کا کہنا ہے کہ وہ حضرت نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پاک بیوی تھی۔

جب کہ علما کی دوسری جماعت کی رائے یہ ہے کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی باندی تھی اور اسی کو اکثر علما نے راجح قرار دیا ہے۔

دراصل حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا عرب کی رہنے والی نہیں تھی؛ بلکہ وہ تو ایک مصری (egyption) عورت تھی، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صلحِ حدیبیہ کے بعد جب عجم کے بادشاہوں کے نام اسلام کی دعوت کے خط روانہ فرمائے تھے، اس وقت ان میں سے ایک خط مصر کے بادشاہ: مُقَوقِس کو بھی بھیجا تھا۔

مُقَوقِس نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قاصد کا بڑا احترام کیا اور ان کے ساتھ کچھ ہدایا بھی بھیجے، جن میں ایک ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا بھی تھی۔

یہ مصر کے قبطی خاندان کی عورت تھی جو اعلیٰ خاندان کہلاتا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خط مبارک عجم کے بادشاہوں نام

ابھی اوپر یہ مضمون گزر چکا ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سن ۶ ھ میں عجم کے بادشاہوں کے نام الگ الگ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ دعوتی خطوط روانہ فرمائے تھے، آج تک ان خطوط میں سے بعض اوران کے مضامین محفوظ ہیں، آج کل تو بہت سارے مکانات میں بھی فریم بنا کر رکھے ہوئے نظر آجاتے ہیں۔

اس زمانے کا ایک منظم اصول

آج کے زمانے کی طرح اس زمانے میں بھی خط لکھنے کا ایک منظم قاعدہ اوراصول یہ تھا کہ جب کوئی آدمی کسی دوسرے بڑے آدمی کو کوئی خط لکھنا چاہتا تھا، تو مکتوب الیہ (جس کو خط لکھا جارہا ہے) کو خط روانہ کرتے وقت اس خط پر کاتب (خط لکھنے والے) کو اپنی مہر لگانی پڑتی تھی، تب ہی سامنے والا اس خط کو قابلِ توجہ سمجھتا جاتا تھا اوراگر کوئی خط بغیر مہر کے بھیجا جاتا تو اس خط کی طرف کوئی توجہ نہیں دی جاتی تھی!

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مہر کی انگوٹھی

چناں چہ حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان خطوط پر مہر لگانے کے لیے اپنے واسطے بھی ایک انگوٹھی بنوائی، اس انگوٹھی پر ایک نگینہ تھا، جس پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ''مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ''نقش کروایا تھا، اس طرح کہ:

''اللّٰهِ'' پہلی سطر میں۔

''رَّسُوْلُ'' دوسری سطر میں۔

''مُحَمَّدٌ'' تیسری سطر میں نقش کیا ہوا تھا۔

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رضي الله عنه، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَتَبَ إِلَى كِسْرَى وَقَيْصَرَ وَالنَّجَاشِيِّ، فَقِيلَ لَهُ: إِنَّهُمْ لَا يَقْبَلُونَ كِتَابًا إِلَّا بِخَاتِمٍ، فَصَاغَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَاتَمًا حَلْقَتُهُ فِضَّةٌ، وَنُقِشَ فِيهِ: مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللهِ. (شمائلِ ترمذی، باب ما جاء فی ذکر خاتم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب کسریٰ، قیصر اور نجاشی کو خط لکھنے کا اراداہ فرمایا، اس وقت آپ سے کہا گیا کہ: وہ لوگ مہر لگے ہوئے خط ہی کو قبول کرتے ہیں، چناں چہ اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے لیے ایک انگوٹھی بنوائی، جس کا حلقہ چاندی کا تھا اور اس میں ”محمد رسول اللہ“ لکھا ہوا تھا۔

مردوں کے لیے انگوٹھی کا حکم

مردوں کے لیے صرف چاندی کی انگوٹھی پہننا جائز ہے، سنت یا مستحب نہیں ہے؛ بلکہ بلا ضرورت نہ پہننا بہتر ہے اور اس میں بھی یہ شرط ہے کہ انگوٹھی کا وزن ایک مثقال؛ یعنی: ۴ر گرام ۳۷ ۳ر ملی گرام سے کم ہو۔

(وَلَا يَتَخَتَّمُ) إِلَّا بِالْفِضَّةِ لِحُصُولِ الِاسْتِغْنَاءِ بِهَا فَيَحْرُمُ (بِغَيْرِهَا كَحَجَرٍ) (قَوْلُهُ فَيَحْرُمُ بِغَيْرِهَا إِلَخْ) لِمَا رَوَى الطَّحَاوِيُّ بِإِسْنَادِهِ إِلَى عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ وَأَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: نَهَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ خَاتَمِ الذَّهَبِ. (فتاویٰ بنوری ٹاؤن، فتویٰ نمبر: ۱۴۴۱۰۶۲۰۱۰۴۷)

خواتین کے لیے انگوٹھی کا حکم

خواتین ہر دھات کا زیور استعمال کرسکتی ہیں: لوہا، اسٹیل، تانبا، پلاسٹک، کانچ کا بنا ہوا زیور، ان کے لیے استعمال کرنا درست ہے، البتہ انگوٹھی صرف سونے اور چاندی کی جائز ہے، ان دونوں دھاتوں کے علاوہ انگوٹھی پہننا خواتین کے لیے بھی جائز نہیں؛ کیوں کہ اس کے بارے میں احادیثِ مبارکہ میں وعید وارد ہوتی ہے۔

ایک حدیث میں پیتل کی انگوٹھی پہننے پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شدید نکیر کرتے ہوئے فرمایا کہ: کیا ہوا کہ تم سے بتوں کی بو آرہی ہے! (ابو داؤد، رقم الحدیث: ۴۲۲۳)

اور خالص لوہے کی انگوٹھی دیکھ کر ارشاد فرمایا کہ: مجھے کیا ہوا کہ تم پر جہنمیوں کا زیور دیکھ رہا ہوں! (ابو داؤد، رقم الحدیث: ۴۲۲۳)

اس طرح کی روایات عام ہیں، ان میں مرد و عورت کا فرق نہیں ہے؛ لہٰذا عورتوں کے لیے بھی اس قسم کی انگوٹھی پہننا ناجائز ٹھہرے گا۔

وَفِي الْجَوْهَرَةِ وَالتَّخَتُّمُ بِالْحَدِيدِ وَالصُّفْرِ وَالنُّحَاسِ وَالرَّصَاصِ مَكْرُوهٌ لِلرَّجُلِ وَالنِّسَاءِ. (ردمع در، ج:۳، ص:۶۳۳، فتاویٰ بنوری ٹاؤن، فتویٰ نمبر: ۱۴۴۱۰۶۲۰۱۰۴)

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خط مصر کے بادشاہ کے نام

ان میں سے ایک خط آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت حاطب ابنِ ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ مصر کے بادشاہ: مقوقس کے پاس بھی بھیجا۔

حضرت حاطب ابن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مبارک خط لے کر جب وہاں پہنچے تو اس نے ان کے ساتھ بڑا عزت واکرام کا معاملہ کیا۔

مصر کا ایک شہر: اسکندریہ ہے، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جس شخص کے نام اپنا مبارک خط روانہ فرمایا تھا، وہ اسکندریہ کا حاکم تھا، الحمدللہ! بندے کو بھی اِس شہر کی زیارت کی سعادت حاصل ہے۔

حضرت حاطب ابنِ ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ اس خط کو لے کر اسکندریہ پہنچے اور دربار میں جا کر خط اس کے حوالے کر دیا۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خط کا مضمون

مقوقس نے جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خط کھولا تو اس میں پہلے ''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم'' اور ''سلام'' لکھا ہوا تھا، خط اس طرح تھا:

یہ محمد بن عبداللہ کی جانب سے جو کہ اللہ کے رسول ہے مصر کے بڑے آدمی؛ مقوقس کے نام خط لکھا جا رہا ہے، اس کے بعد اس میں ایمان کی دعوت دینے کے سلسلے میں جملے تھے، اس طرح کہ تم ایمان لے آؤ! دنیا و آخرت میں سلامت رہوں گے!

دوسری بعض روایات سے یہ بھی پتا چلتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو ''السلام علیکم ورحمة اللہ و برکاتہ'' لکھا تھا، جب کہ غیر مسلم بادشاہ کے نام خط لکھتے وقت اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا طرزِ عمل یہ رہا کرتا تھا کہ آپ ان کو رائج سلام لکھنے کے بجائے ''اَلسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰی'' لکھ دیا کرتے تھے۔

حضرت حاطب رضی اللہ عنہ کا بے خوف انداز

مقوقس نے جب حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خط پڑھ لیا، تو اس کے بعد حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ اس سے مخاطب ہو کر فرمانے لگے: اے مقوقس! یہاں (مصر

میں) کچھ زمانے پہلے ایک انسان گزرا ہے، جو اپنے آپ کو ''اَنَارَبُّکُمُ الْاَعْلٰی'' (میں تمھارا سب سے بڑا رب ہوں) کہا کرتا تھا، پہلے اللہ تعالیٰ نے اس کے ذریعے لوگوں سے انتقام لیا، پھر خود اس کو اپنے انتقام کا نشانہ بنایا اور نیل ندی میں ڈبو دیا۔

اے مقوقس! جس جگہ فرعون حکومت کیا کرتا تھا، آج اس جگہ کے حاکم اور ذمے دار تم ہو، ایمان لے آؤ! سلامت رہو گے؛ ورنہ کہیں ایسا نہ ہو کہ اللہ تعالیٰ تم کو بھی بعد میں آنے والوں کے لیے درسِ عبرت بنا دیں!

مقوقس کے کچھ سوالات

حضرت حاطب رضی اللہ عنہ کی تقریر سن کر مقوقس ان سے پوچھنے لگا کہ: جس آدمی نے مجھے اسلام کی دعوت کے سلسلے میں یہ خط لکھا ہے، وہ آدمی کون ہیں؟

اس کے جواب میں حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ اس سے کہنے لگے کہ:

وہ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں، جو خاص طور پر ہماری طرف اور عام طور پر پورے عالم والوں کے لیے نبی بنا کر بھیجے گئے ہیں۔

اس کے بعد وہ سوال کرنے لگا کہ:

اگر وہ حقیقت میں اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں، تو جب ان کی بستی والوں نے ان کو نکال دیا، اس وقت ان پر اللہ تعالیٰ کا عذاب کیوں نہیں آیا؟

تمھارے نبی نے ان کے لیے بددعا کیوں نہیں کی؟

اس لیے کہ جب کسی نبی کو اس کی قوم والے نکال دیتے ہیں تو عام طور ان پر اللہ تعالیٰ کا غضب اور عذاب نازل ہوا کرتا ہے۔

حضرت حاطب رضی اللہ عنہ کا الہامی جواب

کچھ اللہ تعالیٰ کے مخلص بندے ایسے ہوتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ عین موقع پر ان سے ایسا فعل یا ان کی زبان سے ایسے الفاظ نکلوا دیتے ہیں کہ سامنے والے سب اپنے دانتوں کے نیچے انگلیاں دبا جاتے ہیں!

حضرت حاطب رضی اللہ عنہ اس سے فرمانے لگے: تو عیسائی ہے، حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان رکھتا ہے؟

اس نے کہا: ہاں! میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دین پر عمل کرتا ہوں۔

حضرت حاطب رضی اللہ عنہ فرمانے لگے: اچھا! مجھے بتلاؤ! جس وقت تمھارے نبی کو یہودیوں نے قتل کے ارادے سے گھیر لیا تھا، اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان کو آسمان پر اٹھا لیا تھا، اس وقت انھوں نے ان یہود کے لیے بد دعا کیوں نہیں کی تھی؟

حضرت حاطب رضی اللہ عنہ کی یہ بات سن کر مقوقس حیران رہ گیا اور کہنے لگا: مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تم بہت عقل مند ہو۔

مقوقس کی جانب سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خط کا جواب

اس کے بعد مقوقس نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خط مبارک کا جواب بھی لکھوایا، جس کا مضمون یہ ہے کہ: یہ خط مقوقس کی طرف سے محمد بن عبد اللہ کی جانب روانہ کیا جا رہا ہے، آپ پر بھی سلامتی ہو، آپ کا خط میں نے پڑھ لیا ہے، آپ کی دعوت کو بھی میں نے سمجھ لیا ہے، مجھے بھی معلوم ہے کہ عنقریب اللہ تعالیٰ کے آخری نبی آنے والے ہیں؛ لیکن میرا خیال یہ ہے کہ وہ ملکِ شام میں مبعوث ہوں گے؛ لیکن میں آپ کے قاصد کا احترام

کرتا ہوں اور آپ کے لیے کچھ تحائف بھیج رہا ہوں۔

مقوقس کے تحائف

مقوقس نے حضرت حاطب رضی اللہ عنہ کے ساتھ بڑے اکرام کا معاملہ کیا اور جب ان کو مصر سے روانہ کیا تو ساتھ میں حفاظت کرنے والا ایک انسان بھی بھیجا؛ تا کہ ان کو راستے میں کوئی تکلیف نہ پہنچائے۔

اس نے ہدایا میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے:

① مصر کے اعلیٰ خاندان (royal family) کی دو باندیاں بھیجیں، جن میں سے ایک کا نام: حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا اور دوسری کا نام: حضرت سیرین رضی اللہ عنہا تھا۔

② کچھ کپڑے تھے۔

③ ایک خچر بھی بھیجا، جس کا نام ''دُلدُل'' تھا۔

عجیب بات یہ ہے کہ اس نے ایک مصری طبیب بھی ساتھ روانہ فرمایا!

اللہ اکبر! کیا جذبہ تھا!

اس کے بعد حضرت حاطب رضی اللہ عنہ ان تمام چیزوں کو لے کر مدینۂ منورہ کی طرف بڑھنے لگے، حضراتِ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا دین کی دعوت دینے اور دین کے واسطے مر مٹنے کا جذبہ تو دیکھیں! وہ مصر سے دشوار گزار سفر کرتے ہوئے مدینہ جا رہے ہیں؛ مگر اس کے باوجود راستے میں موقع پا کر انھوں نے مصر سے سفر میں ساتھ ہونے والوں کو ایمان کی دعوت دینا شروع کر دیا۔

جس کی برکت یہ ہوئی کہ حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا اور حضرت سیرین رضی اللہ عنہا اسلام کی

دولت سے مالا مال ہو گئیں؛ لیکن ساتھ میں جو طبیب تھا وہ بدنصیب ایمان نہیں لایا اور اس نے اسلام قبول کرنے سے منع کر دیا۔

نصیب کہاں سے کہاں لے آیا!

یہاں ایک دوسری بات بھی غور کرنے جیسی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا اور حضرت سیرین رضی اللہ عنہا کی تقدیر اور نصیب میں ایمان کی دولت لکھی ہوئی تھی؛ اس لیے ان کو مصر سے مدینۂ منورہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قدموں میں پہنچا دیا، قرآنِ پاک میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ۝۴ (الجمعة)

ترجمہ: یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے، وہ اپنا فضل جس کو چاہتے ہیں عطا فرماتے ہیں اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والے ہیں۔

جب کہ دوسری طرف ملعون ابو جہل اور ابولہب وغیرہ کی تقدیر میں ایمان نہیں لکھا تھا تو وہ لوگ وہیں عرب کی سرزمین میں ہی گل سڑ کر اور کٹ کر مر گئے۔

طبیب صاحب واپس مصر روانہ

حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ ان تمام لوگوں کے ساتھ مدینۂ منورہ پہنچے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سفر کے تمام حالات بیان فرمائے، اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس طبیب کے متعلق پوچھا کہ: یہ کون ہے؟

حضرت حاطب رضی اللہ عنہ فرمانے لگے: یہ ایک مصر کے طبیب ہیں، جن کو مقوقس نے ہم مدینہ والوں کے علاج ومعالجے (treatment) کے لیے بھیجا ہے۔

یہ سن کر حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فرمانے لگے: اس طبیب کو واپس مصر بھیج دو۔

مدینہ والے بھوک کے وقت ہی کھانا کھاتے ہیں

پھر آگے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے مزید ارشاد فرمایا کہ: مدینۂ منورہ کے لوگ بھوک لگنے کے وقت ہی کھانا کھایا کرتے ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اِس ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ مدینۂ منورہ کے لوگ کھانا کھانے میں بہت زیادہ محتاط ہیں، جب بھوک لگتی ہے، اسی وقت کھانا کھاتے ہیں، بے حساب کھانے پینے کی ان کو عادت نہیں ہے؛ اس لیے وہ بیمار بھی کم پڑتے ہیں، جب کم بیمار پڑتے ہیں تو ان کو طبیب کی بھی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

اس سے ہمیں بھی یہ بات اپنے دل و دماغ میں محفوظ رکھنی چاہیے کہ جب بھوک لگے، اسی وقت کھانا کھائیں، بے حساب (over limit) کھانا کھانے سے احتراز کریں، تو ان شاء اللہ! اس کی برکت سے ہم تندرست رہیں گے۔

حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا کا مدینہ میں قیام

اس کے بعد اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا کے لیے ایک صحابی: حضرت حارثہ بن نعمت رضی اللہ عنہ کے مکان پر قیام وطعام کا نظم فرمایا؛ کیوں کہ ان کا مکان حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے مکان کے پڑوس ہی میں تھا۔

جس وقت یہ مدینۂ منورہ آئی تھی اس وقت ان کی عمر بیس سال تھی، نیز اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا کو حکم دیا تھا کہ: وہ پردے میں رہا کرے؛ ورنہ چوں کہ باندیاں خدمت کے لیے ہوا کرتی تھیں، ان کو کام کاج کے واسطے دوڑ بھاگ

کرنا پڑتا تھا؛ اس لیے باندیوں کے لیے پردے کا حکم نہیں ہے۔

اس زمانے کا مدینے کا مبارک معاشرہ

حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم موقع بہ موقع حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لے جایا کرتے تھے؛ کچھ مدت کے بعد وہ حاملہ ہوگئی، جب وہ حمل سے تھیں اس وقت ایک صحابیٔ رسول: حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ کی بیوی سلمیٰ رضی اللہ عنہا ان کی خبر گیری (care) کیا کرتی تھی۔

سبحان اللہ! حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مبارک زمانے میں مدینے کا کتنا بہترین و مبارک ماحول تھا کہ جب ایک عورت حاملہ ہوتی تھی، تو دوسری عورت اس کی دیکھ بھال اور خبر گیری کیا کرتی تھی!

ایامِ حمل بڑے دشوار ہوتے ہیں

عورتوں کے لیے حمل کے دن بہت ہی دشوار گزار ہوا کرتے ہیں، اسی طرح ولادت کے دن بھی ان کے لیے بڑے مشکل ہوا کرتے ہیں، قرآنِ کریم میں اللہ تعالیٰ اس کے متعلق ارشاد فرماتے ہیں:

وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ اِحْسٰنًا ؕ حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ كُرْهًا وَّوَضَعَتْهُ كُرْهًا. (الاحقاف:۱۵)

ترجمہ: اور ہم نے انسان کو اپنے ماں باپ کے ساتھ نیک سلوک کرنے کی تاکید کی ہے (خاص طور پر ماں کے ساتھ؛ کیوں کہ) اس کی ماں نے اس کو بڑی تکلیف سے (پیٹ میں) اٹھائے رکھا اور بڑی تکلیف سے اس کو جنا۔

یہ بھی ثواب کا کام ہے

جس طرح حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ کی بیوی حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا کی خبر گیری کیا کرتی تھی، اس طرح کا مبارک عمل اور نظام ہمارے معاشرے میں بھی ہونا چاہیے کہ جب کوئی عورت حمل سے ہو، یا کسی عورت کے یہاں ولادت کا موقع ہو تو اس کے اڑوس پڑوس اور محلے کے لوگوں کو وقتاً فوقتاً اس کی خبر گیری کرتے رہنا چاہیے۔

اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ محبت میں اضافہ ہوگا اور ایک مسلمان کی خیر خواہی اور اس کی خبر گیری کرنے پر جو اجر وثواب ملتا ہے، وہ بھی حاصل ہوگا۔

حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا کی خوش نصیبی

حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا کا حمل سے ہونا اللہ تعالیٰ کی ایک بڑی قدرت تھی، ساتھ ہی ان کے لیے ایک خوش نصیبی کی بات اور اللہ تعالیٰ کا ان پر ایک انعام تھا؛ اس لیے کہ اس سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زوجۂ اول: حضرت خدیجہ سے ہی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اولاد ہوئی تھیں، ان کے بعد کسی زوجہ و بیوی سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اولاد نہیں تھیں۔

بس! یہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک باندی: حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا تھیں، جن سے ابراہیم نامی ایک لڑکے کی ولادت ہوئی تھی۔

حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کی ولادت باسعادت

جب حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا کے پیٹ سے ایک بچے کی ولادت ہوئی تو اس کی وجہ سے وہ امِ ولد (اس بچے کی ماں) اور حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس بچے کے سگے باپ

بن گئے؛ چناں چہ جیسے ہی حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کی ولادت ہوئی، فوراً اسی وقت حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا کی خبر گیری کرنے والی عورت: حضرت سلمیٰ رضی اللہ عنہا خوش خبری دینے کے واسطے دوڑی دوڑی اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس پہنچ گئی، یہ خبر سن کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بہت زیادہ خوش ہو گئے؛ کیوں کہ ایک لمبا عرصہ گزر جانے کے بعد اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھر ولادت کا موقع آیا تھا۔

اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس بچے کا نام ''ابراہیم'' رکھا، ظاہر بات ہے کہ اس کی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جدِ امجد حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرف بھی نسبت ہوگئی۔

باپ دادا کے نام سے اولاد کا نام رکھنا ثابت ہے

اِس سے یہ بات معلوم ہوگئی ہمارے معاشرے میں اس طرح کا جو رواج ہے کہ لوگ عام طور پر اپنے لڑکوں کے نام اپنے باپ، دادا یا نانا کے نام جیسا رکھتے ہیں، اسی طرح اپنی لڑکیوں کے نام اپنی ماں، دادی یا نانی کے ہم نام رکھتے ہیں، یہ طریقہ ثابت ہے اور اس طرح کرنا جائز ہے۔

بچے کی پیدائش کے وقت کے مسنون اعمال

پھر ساتویں دن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کا عقیقہ کیا، جس میں دو مینڈھے ذبح کیے، اسی ساتویں دن ان کا نام رکھا (دوسری روایت کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پیدائش کی رات ہی ان کا نام رکھ دیا تھا، بعض کے نزدیک یہی روایت صحیح ہے)

اس کے بعد ان کا سر منڈوایا، پھر ان بالوں کے وزن کے بقدر چاندی صدقہ کی اور ان بالوں کو زمین میں دفن کر دیا۔ (از: گلدستۂ اہلِ بیت)

انصار کی ایک خوش نصیب عورت

جب حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کی پیدائش ہوئی، تو انصار کی متعدد عورتوں میں سے ہر عورت بڑھ چڑھ کر اس خواہش کا اظہار کرنے لگی کہ: ابراہیم کو دودھ پلانے کی خدمت کا شرف اسے حاصل ہو؛ مگر یہ سعادت قبیلۂ بنونجار کی خوش قسمت خاتون: ''ام بردہ بنتِ منذر رضی اللہ عنہا'' کے حصے میں آئی، جو ''براء بن اوس انصاری رضی اللہ عنہ'' کی زوجہ تھیں؛ چناں چہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کو دودھ پلانے کے لیے امِ بردہ کے حوالہ کردیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود امِ بردہ رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لے جاتے، وہیں دوپہر کو آرام بھی فرمالیتے اور حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کو بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس لایا جاتا (آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان سے ملتے اور پھر واپس آجاتے)

اس کے بدلے میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت اُم بردہ رضی اللہ عنہا کو کھجور کے باغ کا ایک حصہ عطا فرمایا تھا۔ (از: گلدستۂ اہلِ بیت)

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اپنے اہل وعیال کے ساتھ برتاؤ

اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دودھ پلانے کے لیے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کو مدینہ طیبہ کی ایک اور خوش نصیب خاتون: ''ام سیف رضی اللہ عنہا'' کے حوالے فرمایا۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کو ملنے کے لیے جب ان کے پاس جاتے تو عموماً حضرت انس رضی اللہ عنہ بھی ساتھ جایا کرتے، حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ:

میں نے اپنی زندگی میں کوئی ایسا شخص نہیں دیکھا جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بڑھ کر

اپنے گھر والوں کے ساتھ محبت و شفقت سے پیش آتا ہو، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کے پاس تشریف لاتے اور ہم بھی آپ کے ساتھ ہوتے؛ چناں چہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گھر میں داخل ہوتے، پھر حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کو اٹھاتے اور ان کو چومتے۔(از: گلدستۂ اہلِ بیت)

قِبطیوں کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وصیت

ایک مرتبہ اِن (قبطیوں) کے متعلق اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمانے لگے: تم اِن قبطیوں کے ساتھ اچھی طرح برتاؤ کیا کرو؛ اس لیے کہ ان کے ساتھ حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عہد (contract) اور نسب و خاندان دونوں طرح سے تعلق و رشتہ ہے۔

اس لیے کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی والدہ، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دادی اماں: حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا بھی مصر کی قبطی قوم سے تعلق رکھتی تھیں۔

کلی کِھلتے ہی مرجھا گئی

یہ اللہ تعالیٰ کی ایک عجیب قدرت اور نظام تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کوئی نرینہ اولاد دنیا میں زیادہ زندہ نہیں رہی، بالغ ہونے کی عمر تک نہیں پہنچی، صرف آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیٹیوں ہی سے آپ کا نسب کا سلسلہ آگے بڑھا ہے۔

آج جو دنیا میں حسنی و حسینی، سید، آلِ رسول موجود ہیں، وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی لاڈلی بیٹی: حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کی نسل سے ہیں۔

چناں چہ ایک دفعہ حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ بیمار ہو گئے، جب کہ عمر مبارک ابھی دو سال بھی نہیں ہوئی تھی، ان کی بیماری پر حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا بہت زیادہ دکھی ہوئیں، ہر وقت ان کے پاس رہنے لگیں اور اِس کوشش میں لگی رہیں کہ کسی طرح یہ شفا یاب ہو

جائیں؛ مگر اللہ تعالیٰ کا یہ فیصلہ ہو چکا تھا کہ ابراہیم اپنی رضاعت جنت میں جا کر پوری کرے گا، ساتھ ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی یہ محسوس کیا کہ ابراہیم آخری سانسوں میں ہے۔

رضا بر قضا

اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دکھی دل کے ساتھ ان کو اپنی گود میں لیا، پھر رضا بر قضا کے تحت فرمایا:

يا إِبْرَاهِيمُ! إِنَّا لَا نُغْنِي عَنْكَ مِنَ اللهِ شَيْئًا.

ترجمہ: اے ابراہیم! اللہ کے فیصلے کے سامنے ہم تیرے کسی کام نہیں آ سکتے۔

اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آنکھوں سے آنسو چھلک پڑے۔

پھر اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دوسرا جملہ ارشاد فرمایا:

إِنَّ الْعَيْنَ تَدْمَعُ، وَالقَلْبَ يَحْزَنُ، وَلَا نَقُولُ إِلَّا مَا يَرْضَى رَبُّنَا، وَإِنَّا بِفِرَاقِكَ يَا إِبْرَاهِيمُ لَمَحْزُونُونَ. (صحیح بخاری، ج:۲، ص:۸۲)

ترجمہ: آنکھ آنسو بہاتی ہے، دل غمگین ہوتا ہے، ہم وہی کہتے ہیں جس سے ہمارا رب راضی ہو، اے ابراہیم! ہم تیرے انتقال کی وجہ سے بڑے صدمے اور غم میں مبتلا ہیں۔ (از: گلدستۂ اہلِ بیت)

حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کی تجہیز و تکفین

ان کے انتقال کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا کے لڑکے حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہ نے ان کو غسل دیا، پھر لوگ ان کو کفن وغیرہ پہنا کر ایک تخت پر سلا کر بقیع قبرستان

میں لے گئے، اس کے بعد خود حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے جنازے کی نماز پڑھائی۔

حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کی قبر مبارک کے قریب ان کی قبر تیار کی گئی، ان کو قبر میں رکھنے کے واسطے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ قبر میں اترے، اور پھر ان کو دفن کر دیا گیا۔

آج بھی ہم جب مدینۂ منورہ کے بقیع قبرستان میں داخل ہوتے ہیں تو دروازے سے قریب ہی میں ان کی قبر مبارک موجود ہے، اللہ تعالیٰ ان کی قبر کو نور سے منور فرمائے، آمین!

ایک غلط فہمی کا ازالہ

کثرت سے احادیث میں آیا ہے کہ: حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کی وفات والے دن سورج کو گرہن لگ گیا تھا، اس پر بعض مسلمانوں نے یہ سمجھا کہ صاحب زادۂ رسول: حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کے انتقال کے غم میں سورج کو گرہن لگا ہے۔

چناں چہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے اِس غلط خیال کی اصلاح کے لیے ارشاد فرمایا: سورج اور چاند اللہ کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں، انھیں کسی کی زندگی یا موت سے گرہن نہیں لگتا، جب تم انھیں گرہن لگا ہوا دیکھو تو اللہ تعالیٰ کو پکارو اور نماز میں مشغول ہو جاؤ، یہاں تک کہ گرہن ختم ہو جاوے۔ (از: گلدستۂ اہلِ بیت)

جنت میں دودھ پلانے والی

حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کا انتقال چوں کہ مدتِ رضاعت پوری ہونے سے پہلے ہی

ہو گیا تھا؛ اِس لیے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی فضیلت وشان بیان کرتے ہوئے فرمایا: ''ابراہیم کو دودھ پلانے والی جنت میں موجود ہے۔

اور ایک مرتبہ فرمایا: ''اس کے لیے جنت میں ایک دودھ پلانے والی ہے، جو اس کے دودھ کی بقیہ مدت تک وہاں اسے دودھ پلائے گی۔ (از: گلدستۂ اہلِ بیت)

وقتِ اجل آپہنچا

حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے انتقال کے بعد سن ۱۶ھ: ماہِ محرم میں جس وقت حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خلافت کا زمانہ تھا، اس وقت حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا ۲۹ رسال کی عمر میں اِس فانی دنیا سے رخصت ہوگئی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کی نمازِ جنازہ پڑھائی اور ''بقیع'' میں ان کو دفن کیا گیا۔

اللہ تعالیٰ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تمام ازواجِ مطہرات کو بہترین بدلہ عطا فرماوے، ان کی قبروں کو جنت کے باغیچوں میں سے ایک باغ بنادیوے، آمین!

امہات المؤمنین کا امت پر احسان

تمام امہات المؤمنین کا امتِ مسلمہ پر بہت بڑا احسان ہے کہ انھوں نے قرآنی علوم، احادیث کا علم اور زندگی گزارنے کا طریقہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سیکھ کر ہم تک پہنچایا!

نیز انھوں نے ہمارے واسطے بہت زیادہ قربانیاں بھی دیں، مشقتوں کا سامنا کیا، کئی کئی دن تک بھوکی پیاسی رہیں؛ مگر دین کا دامن نہیں چھوڑا، اللہ تعالیٰ ان کو بہترین بدلہ عطا فرماوے اور قیامت کے دن ہمارا حشر بھی ان کے ساتھ فرماوے، آمین!

دین پر چلنا ہی آخرت میں کامیابی کا سبب ہے

دینی بہنو! رمضان کا مبارک مہینہ چل رہا ہے، ساتھ ہی دوسری کئی مشغولیات ہیں، اس کے باوجود آپ نے ان تمام دینی مجلس میں شرکت کی یہ قابلِ تعریف چیز ہے! اللہ تعالیٰ آپ کی اس حاضری کو بے انتہا قبول فرماوے اور اپنی رضامندی اور خوشنودی کا ذریعہ بناوے، آمین!

آج دنیا کے حالات بد سے بدتر ہوتے چلے جارہیں ہیں، ایسے وقت میں دین کی رسی کو اپنے ہاتھوں میں مضبوطی سے پکڑ لینا اور دین کی باتوں پر عمل کرنا ہی ہمارے لیے دنیا و آخرت میں کامیابی کا سبب و ذریعہ ہے۔

ارتداد کی آندھیاں چل رہی ہیں

آج مسلمان اپنے دین سے بہت دور جارہے ہیں اور ان کو اپنے دین سے دور لے جانے کی کوششیں کی جارہی ہیں، اس کام کے لیے طاغوتی طاقتیں، شیطانی ایجنٹ اور دجالی چیلے رات دن ایک کر کے اپنے ہاتھ پیر ماررہے ہیں؛ گویا ارتداد کی آندھی چل رہی ہے!

آج سینکڑوں مسلم نوجوان لڑکے اور لڑکیاں دین اور ایمان سے خارج ہورہے ہیں، اپنے دین کو چھوڑ رہے ہیں اور ان کا کوئی بھی پرسانِ حال نہیں ہے۔

ہماری ذمّے داریاں

اس لیے ہم سب کی یہ ذمّے داری بنتی ہے کہ ہم اپنے بچے اور بچیوں کی صحیح تربیت کریں، مدرسے کی مکمل تعلیم دلوانے کا انتظام کریں، ہوسکے تو اسلامی اسکول میں بھیجنے کو

کوشش کریں، نیز لڑکیوں کو حجاب پہننے کی تاکید کریں، بے پردگی و بے حیائی سے ان کو مکمل طریقے پر روکا جاوے، اپنے گھر کا ماحول بھی ٹھیک و درست بنانے کی کوشش کریں۔

اس کی برکت سے ان شاء اللہ! اللہ تعالیٰ ہدایت کے دروازے کھولیں گے اور ایمان واسلام کی بادِ بہاری چلائیں گے۔

اپنے اخلاق واعمال سے لوگوں کو دین کی طرف مائل کرو

پیاری دینی بہنو! میں خاص طور سے آپ سے ایک بات عرض کرنا چاہتا ہوں کہ اِس ملک میں جو یہاں کے اصل، مقامی (Local) لوگ ہیں ان کے ساتھ بھلائی کا معاملہ کرو! اچھا برتاؤ کرو! تمھارے گھر کام کاج کے لیے آنے والی ان عورتوں کو کھانے پینے کی چیزیں دیا کرو! ان پر صدقات وخیرات کیا کرو!

یہاں کے مقامی، غریب مسلمان جو آپ کے گھروں میں کام کاج کے لیے آتے ہیں، یہ آپ لوگوں کے لیے اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے! میں تو کبھی کبھی سوچتا ہوں کہ یہاں کی لڑکیاں جب یورپ کے دیگر ممالک میں شادی کرکے جاتی ہیں تو وہاں کیسے زندگی گزارتی ہوگی؟ اس لیے کہ وہاں تو سارے کام خود سے کرنے پڑتے ہیں! اور یہاں ہر کام کے لیے ضرورت سے زیادہ ''خادم، خادمہ'' موجود ہیں۔

بھلائی اور دین کے کاموں کو عام کرو

میں بہت درد کے ساتھ آپ لوگوں سے کہہ رہا ہوں کہ اپنے گھر کام کاج کے لیے آنے والوں کے دین و آخرت کی بھی فکر کیا کرو! ان کو نماز سکھاؤ، قرآنِ پاک سکھاؤ،

دین کے کچھ اہم مسائل سکھاؤ، ان کو حجاب پہننے کی ترغیب دو، ہو سکے تو خود کے پیسوں سے حجاب وغیرہ خرید کر ان کو دیا کرو! یہاں اللہ تعالیٰ نے آپ لوگوں کو اِس طرح اپنے دین کی خدمت کرنے کا سنہرا موقع عنایت فرمایا ہے۔

نیز ان لوگوں کو اس بات کی طرف بھی متوجہ کرو کہ وہ اپنے بچوں کو دینی تعلیم کے واسطے مدارس و دار العلوم میں بھیجا کریں، وہ بھی اپنے بچوں کو حافظ، عالم، قاری و مفتی بنایا کریں۔

کسی کو دین کی راہ پر لانے کا فائدہ

اِس کا فائدہ یہ ہوگا کہ آپ کے ملک میں دین داری بڑھے گی، نیز یہ لوگ آپ کے لیے آخرت میں ذخیرہ بنیں گے، صدقۂ جاریہ بنیں گے۔

دوسری ایک اہم بات یہ ہے کہ جب ان میں دین داری آجاوے گی، یہ لوگ سو فیصد دین پر چلنے لگیں گے، تو پھر آپ کے گھر آ کر بسم اللہ پڑھ کر کام شروع کریں گے، کھانا پکائیں گے، اس کی وجہ سے ان چیزوں میں جو انوارات واثرات ظاہر ہوں گے، وہ بیان سے باہر ہے۔

اللہ کی نعمتوں کا شکر ادا کرنا چاہیے

میں ایشیا (Asian) کے اپنی مسلمان بہنوں سے، گجراتی مسلمان بہنوں سے مؤدبانہ درخواست کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے جو اِس ملک میں آپ کو پہنچایا ہے، آپ کے لیے اچھی روزی روٹی کا انتظام کیا ہے، بہترین گھر اور رہنے کا ساز وسامان عطا فرمایا ہے، یہ اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے، اس لیے ہمارے لیے ضروری ہے کہ ہم اللہ

تعالیٰ کی اِن نعمتوں پر اللہ کا شکر ادا کریں۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے کلامِ پاک میں اپنی نعمتوں کی ناشکری کرنے والوں کے لیے تنبیہ بیان فرمائی ہے:

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ بَدَّلُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ كُفْرًا وَّاَحَلُّوْا قَوْمَهُمْ دَارَ الْبَوَارِ ﴿۲۸﴾ جَهَنَّمَ ۚ يَصْلَوْنَهَا ۭ وَبِئْسَ الْقَرَارُ ﴿۲۹﴾ (ابراهيم)

ترجمہ: (اے نبی!) کیا تم نے ان (مکہ والوں) کو نہیں دیکھا جنھوں نے اللہ تعالیٰ کے احسان کو ناشکری سے بدل دیا؟ اور اپنی قوم کو تباہی کے گھر میں اتارا ﴿۲۸﴾ یعنی جہنم میں جس میں وہ (کافر) لوگ جلیں گے اور وہ (جہنم) بہت بُرا ٹھکانہ ہے۔

آخر میں آپ سب سے یہی ایک درخواست کرتا ہوں کہ صبح شام روزانہ دعاؤں کا اہتمام کیا کریں، اپنے لیے، اپنے خاندان والوں کے لیے، اپنی بستی والوں کے لیے اور پوری امت کے لیے خوب رو رو کر دعا مانگیں، نیز خاص طور پر یہ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کے دین و ایمان کی حفاظت فرماوے اور ایمان کی سلامتی کے ساتھ اس دنیا سے جانا نصیب فرماوے، آمین!

واٰخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

عورتوں کی چند خوبیاں

اقتباس

عورتوں کی چھ عادتیں

(۱) رونا۔

(۲) بولنا۔

(۳) منوانا۔

(۴) صبر کرنا۔

(۵) جلدی باتوں کو پھیلانا۔

(۶) اور خرچ کرنا۔

فطرتاً عورت کے اندر یہ صفتیں پائی جاتی ہیں۔

اِن کو اگر یہ اچھے کاموں میں استعمال کرنے لگ جائے، تو ان شاء اللہ! عورت کی اور اُس کے گھر والوں کی دنیا بھی بن جائے گی اور آخرت بھی بن جائے گی۔

لیکن اگر وہ ان چھ عادتوں کو غلط کاموں میں استعمال کرنے لگ جائے، تو خود کی بھی دنیا اور آخرت برباد کرے گی اور اپنے گھر والوں کی بھی دنیا اور آخرت برباد کرے گی۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّاٰتِ اَعْمَالِنَا، مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَاھَادِیَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَشَفِیْعَنَا وَحَبِیْبَنَا وَاِمَامَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّداً عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ، صَلَوَاتُ اللّٰہِ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَذُرِّیَّاتِہٖ وَاَھْلِ بَیْتِہٖ وَاَھْلِ طَاعَتِہٖ، وَبَارَکَ وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْراً کَثِیْراً، اَمَّا بَعْدُ!

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ، بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَمَنْ اَرَادَ الْاٰخِرَةَ وَسَعٰى لَهَا سَعْيَهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ كَانَ سَعْيُهُمْ مَّشْكُوْرًا ⑲ (بنی اسرائیل)

ترجمہ: اور جو شخص آخرت (کا فائدہ) چاہتا ہو اور اس (آخرت) کے لیے جیسی کوشش کرنی چاہیے ویسی کوشش کرتا (بھی) ہو اور وہ ایمان والا بھی ہو تو ایسے لوگوں کی کوشش کی قدر کی جائے گی۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے تمام مخلوق میں سب سے بہتر اور سب سے معزز مخلوق انسان کو بنایا ہے، جیسا کہ قرآنِ کریم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْٓ اٰدَمَ. (بنی اسرائیل)

ترجمہ: اور پکی بات یہ ہے کہ ہم نے آدم کی اولاد کو (خاص خوبیاں دے کر) عزت دی۔

پھر اِس بہترین اور معزز مخلوق یعنی انسان کے بھی دو حصے بنائے: ایک مرد اور دوسرا عورت۔

پھر بھی اللہ تعالیٰ نے دونوں کو کچھ چیزوں میں برابر بنایا اور کچھ چیزوں میں دونوں کو الگ الگ خصوصیات اور فضیلت عطا فرمائی ہے۔

چناں چہ! عورت کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے کچھ ایسی خاص خاص خوبیاں اور صفات عطا کی گئیں ہیں، جو مرد کو نہیں عطا کی گئیں۔

اگر عورت ان خوبیوں کا استعمال اچھے طریقے سے اور اچھے کاموں میں کرے تو اس کی اپنی دنیا بھی اچھی ہو جائے اور آخرت بھی سنور جائے اور اس کے گھر والوں کی بھی دنیا اور آخرت بن جائے۔

لیکن اگر اس نے ان خوبیوں اور صفات کو غلط کام میں استعمال کیا، غلط طریقے سے استعمال کیا، تو اس عورت کی خود کی بھی دنیا و آخرت خراب ہوگی اور اپنے گھر اور خاندان والوں کی بھی دنیا اور آخرت بگڑنے کا ذریعہ بنے گی۔

میں آپ کے سامنے ان چند خوبیوں اور کمالات کو بیان کرتا ہوں جو عورت کو ملے ہیں، آپ اس کو دھیان سے سنیں اور اس مجلس میں یہ طے کرلیں: کہ ان شاء اللہ! ان خوبیوں کو اچھے طریقے سے اور اچھے کام میں استعمال کریں گے۔

پہلی خوبی

اللہ تعالیٰ نے عورت کے اندر بہت ساری خوبیاں رکھی ہیں، ان میں سے ایک بڑی خوبی اور کمال ''رونا'' ہے۔

عورت جب چاہتی ہے اس کو رونا آجاتا ہے، بہت سے مردوں کو تو رونے کے لیے تکلف کرنا پڑتا ہے؛ لیکن عورت جب چاہے، جیسے چاہے اس کو رونا آجاتا ہے۔

عورت اگر اپنی اسی خوبی کو اچھے طریقے سے کام میں لائے: یعنی کہ اپنی اس

رونے کی صفت کو اللہ کے ڈر کے ساتھ جوڑ دے اور اپنے گناہوں پر اللہ کے سامنے روئے، تو یہی صفت اس کو جنت میں لے جانے کا ذریعہ اور جہنم کی آگ سے بچانے اور اللہ کے غصے کو ٹھنڈا کرنے کا ذریعہ بنے گی۔

ترمذی شریف میں ایک حدیث موجود ہے، جس میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کو تین باتوں کی نصیحت فرمائی تھیں کہ: ان تین باتوں پر عمل کروگے، تو اللہ کے غصے سے، قبر کے عذاب سے، جہنم کی آگ سے اور دنیا کی تکلیفوں سے نجات مل جائے گی۔ (سنن الترمذی:۲۴۰۶)

ان تین باتوں میں ایک بات حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمائی کہ: اپنے گناہوں پر رویا کرو:

حضرت رابعہ بصریہؒ کے بارے میں مشہور ہے کہ: وہ اللہ کے ڈر سے اتنا روتی تھی کہ ان کے آنسوؤں کی وجہ سے زمین کے اوپر گھانس (Lone) اگ جاتی تھی۔

تو دینی بہنو! اللہ تعالیٰ نے آپ کو جو رونے کی خوبی اور صفت دی ہے، وہ بہت بڑی نعمت ہے؛ لیکن تبھی جب کہ وہ رونا اللہ کے خوف اور ڈر سے ہو، اپنے گناہوں پر رونا ہو، عذاب کے ڈر سے رونا ہو۔

آنسوؤں سے جہنم کی آگ بجھاؤ

دنیا میں جب آگ لگتی ہے تو اس کو بجھانے کے لیے کبھی تو فائر بریگیڈ کا سہارا لیا جاتا ہے، تو کبھی اور کسی چیز کا؛ لیکن جہنم کی آگ جو کہ بڑی خطرناک ہے، خود قرآن میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

قُلْ نَارُ جَهَنَّمَ اَشَدُّ حَرًّا. (التوبة)

ترجمہ: تو تم (ان کو) کہو کہ: جہنم کی آگ بہت زیادہ گرم ہے۔

دنیا کی کوئی طاقت اور کوئی چیز اس کو نہیں بجھا سکتی؛ چاہے ساتوں سمندر کا پانی بھی اس میں ڈال دو، تب بھی نہیں بجھے گی، اس آگ کو صرف ایک ہی چیز بجھا سکتی ہے اور وہ ہیں گنہگار آدمی کے سچے دل سے اللہ کے سامنے نکلے ہوئے آنسو۔

حدیث شریف میں آتا ہے کہ: جس طریقے سے جانور کے تھن سے نکلا ہوا دودھ واپس تھن میں نہیں جا سکتا، اسی طریقے سے جو آنکھ اللہ کے ڈر سے روتی ہے وہ جہنم کی آگ میں نہیں جا سکتی۔

اسی طرح ایک اور حدیث میں ہے کہ: جو آنکھ اللہ کے ڈر سے روتی ہے، اس آنکھ کو جہنم کی آگ تو کیا، جہنم کا دھواں بھی نہیں لگ سکتا۔ (سنن الترمذی:۱۶۳۹)

اس لیے دینی بہنو! رمضان کا مبارک مہینہ بھی شروع ہو رہا ہے اور ایسے بھی یہ اللہ سے مانگنے کا مہینہ ہے؛ اس لیے اس مہینے میں اللہ کے سامنے سحری کے وقت تہجد پڑھ کر، افطار کے وقت دس، پندرہ منٹ پہلے مصلے پر بیٹھ کر، اپنے گناہوں کو یاد کر کے، اپنی پچھلی گندی زندگی کو یاد کر کے اللہ کے سامنے دو آنسو بہا دو، ان شاء اللہ! اللہ کو آپ کے اوپر پیار آ جائے گا اور ان دو آنسوؤں کی برکت سے اللہ تعالیٰ جہنم کی آگ ٹھنڈی کر دیں گے۔

نہ رونے والی آنکھ سے پناہ

اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو ایسی آنکھیں عطا فرمائے جس کے اندر اللہ کے لیے رونے کی خوبی پائی جاتی ہو۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی ایسی آنکھ کی دعا مانگی ہے اور اللہ کے ڈر سے نہ

رونے والی آنکھ سے حفاظت مانگی ہے:

وَمِن عَيْنٍ لَا تَدْمَعْ. (فتح الباری:۱۱/ ۱۴۳)

اے اللہ جو آنکھ آپ کے سامنے نہ روئے، اللہ ایسی آنکھ کے شر سے ہماری حفاظت فرما، آمین!

دوسری خوبی

اللہ تعالیٰ کی طرف سے عورت کو جن خوبیوں سے نوازا گیا ہے اُن میں سے ایک بولنے کی خوبی بھی ہے۔

عورتوں میں باتیں کرنے کا مزاج بہت ہوتا ہے، پورا دن بھی باتیں کرتی رہیں گی تب بھی نہیں تھکے گی۔

ایک آدمی نے ایک مرتبہ بہت اچھا لطیفہ سنایا کہ: آج کے دن کا سب سے بڑا جھوٹ کونسا؟

جواب ملا کہ: آج کے دن کا سب سے بڑا جھوٹ یہ ہے کہ: ایک جگہ پر چار سو عورتیں جمع تھیں اور وہاں بالکل خاموشی اور سناٹے کا ماحول تھا۔

کیوں کہ جہاں عورتیں آپس میں جمع ہوں اور وہاں بالکل خاموشی اور سناٹا ہو، یہ تو ہو ہی نہیں سکتا۔

بہر حال! اللہ تعالیٰ نے آپ کو جو یہ زبان کی خوبی عطا فرمائی ہے؛ اگر وہ دین سیکھنے، سکھانے کے لیے، اچھے کام کی دعوت دینے کے لیے استعمال ہوگی تو، ان شاء اللہ! یہی خوبی جنت میں لے جانے کا ذریعہ بنے گی۔

اور اگر اللہ نہ کرے اِس نعمت کو ہم نے غلط استعمال کیا اور دین سیکھنے، سکھانے

کے بجائے لغویات اور فضول کاموں میں اس کو استعمال کیا تو یہی زبان ہمیں جہنم میں لے جانے کے لیے کافی ہے۔

فضول باتوں کا مزاج

آج کل تو عورتوں کا مزاج ہی بن گیا کہ کسی جگہ پر عورتیں جمع ہوگئیں، یا موبائل پر بات کرنے لگ گئیں، تو گھنٹوں گھنٹوں تک ان کی باتیں ختم ہی نہیں ہوتیں اور باتیں بھی کوئی کام کی نہیں؛ بلکہ بے کار کی باتیں شروع ہوجاتی ہیں۔

مثلاً: کسی کے بدن پر کوئی کپڑا دیکھ لیا، تو اب اس کے بارے سوال کرنے لگے گی، یہ کپڑا کونسی دوکان سے خریدا، کتنے کا لیا، کہاں سلوایا؟

اسی طرح کسی کے گھر میں کوئی فرنیچر دیکھا، تو کہاں بنوایا، کتنے میں لیا؟

اسی طرح تیری فیملی میں کیا ہورہا ہے؟ میری فیملی میں یہ ہورہا ہے، اس کی فیملی میں ایسا ہورہا ہے، یہیں باتیں کرنے کا مزاج بن گیا ہے۔

سلام کو عام کرو

جب کہ اسلام نے تو یہ تعلیم دی ہے کہ: جب دو مسلمان آپس میں ملیں، تو سنت کے مطابق پہلے سلام کریں، اس کے بعد ایک دوسرے کے لیے مغفرت کی دعا کریں۔

لیکن! سچائی اور حقیقت یہ ہے کہ: ہماری عورتوں میں یہ سنت بالکل ہی ختم ہو گئی ہے، وہ عام طور پر آپس میں کسی کو سلام ہی نہیں کرتیں؛ حالاں کہ یہ ایک بہت بڑی دعا ہے، جو ایک مسلمان دوسرے مسلمان کو دیتا ہے، کہ ”اللہ تعالیٰ کی تم پر سلامتی اترے اور ہر تکلیف دینے والی چیز سے تم حفاظت میں رہو“۔

سبحان اللہ! کتنا پیارا ہمارا مذہب ہے کہ: ایک دوسرے سے ملتے وقت اتنی بہترین دعا ہمیں سکھلائی۔

جب کہ دوسرے مذاہب میں یہ چیز نہیں ہے، وہ لوگ تو جب ایک دوسرے سے ملتے ہیں تو Hi, Hello جیسے الفاظ استعمال کرتے ہیں جن کا کوئی فائدہ نہیں۔

اس لیے میری بہنو! اب سے بالکل پکا ارادہ کرلو کہ: آج کے بعد جب بھی ہم کسی سے ملیں گی، تو سب سے پہلے سلام کریں گی اور ایک دوسرے کو مغفرت کی دعا دیں گی، اس کے بعد ہی اپنی بات چیت کو شروع کریں گی، اور بات چیت بھی فضول اور لغویات والی نہیں؛ بلکہ دین کی بات:

جیسے یہ کہے کہ: میں فلاں مولانا صاحب یا مفتی صاحب کے بیان میں گئی تھی، تو اُنھوں نے بیان میں نماز کے فضائل اور فائدے بیان کیے، رمضان کے روزوں کی فضیلت بتلائی، زکاۃ کے مسائل بتائے، روزانہ قرآنِ کریم کی تلاوت کرنے کے فائدے بتلائے، تہجد پڑھنے کی فضیلت بتلائی، عفت اور پاک دامنی پیدا کرنے کی ترغیب دی۔

لایعنی سے پرہیز

الغرض! آپس میں اچھی اور دین کی باتیں کریں، فضول اور بے کار باتوں سے خوب پرہیز کریں، یہ ایک کامل ایمان والے مرد اور عورت کی خوبی ہے۔

حدیثِ پاک میں آتا ہے کہ:

مِنْ حُسْنِ إِسْلَامِ الْمَرْءِ تَرْكُهُ مَا لَا يَعْنِيهِ. (الترمذی:۲۳۱۷)

ترجمہ: انسان کے اسلام کی خوبی یہ ہے کہ وہ لایعنی اور بے کار باتوں کو چھوڑ دے۔

ہمارے منہ میں یہ جو زبان ہے اس کی سائز بہت چھوٹی ہے؛ لیکن اُس سے ہونے والے گناہ بہت بڑے بڑے ہیں، عربی زبان کی ایک کہاوت ہے:

جِرْمُهُ صَغِيْرٌ جُرْمُهُ كَبِيْرٌ.

ترجمہ: دیکھنے میں اُس زبان کی سائز چھوٹی ہے؛ مگر اُس سے ہونے والے گناہ بڑے ہیں۔

زبان کی خرابی کا علاج

اس لیے دینی بہنو! اللہ کی دی ہوئی اِس زبان کو اچھی باتیں بولنے میں لگاؤ، قرآن، حدیث پڑھنے، پڑھانے میں، اللہ کے ذکر میں، دین کی باتیں کرنے میں اس کو استعمال کرو؛ ورنہ خاموش رہو، حدیث پاک میں ہے کہ:

وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ فَلْيَقُلْ خَيْرًا اَوْ لِيَصْمُتْ.

(البخاری، رقم الحدیث:۶۰۱۸)

ترجمہ: جو بھی آدمی اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہو، وہ اگر بولنا چاہے تو بھلی بات بولے؛ ورنہ خاموش رہے۔

بہر حال! اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو دوسری بڑی خوبی عورت کی طبیعت میں رکھی گئی ہے وہ ہے بولنے کی خوبی؛ اگر اس نے اس خوبی کو اچھے کاموں اور دین کے کاموں میں استعمال کیا تو، ان شاء اللہ! یہی خوبی اس کو جنت میں لے جانے کا ذریعہ بنے گی اور اگر اس خوبی کو غلط کاموں میں اور گناہ کے کاموں میں استعمال کیا، تو یہی خوبی اس کو جہنم میں لے جانے کا ذریعہ بن سکتی ہے۔

تیسری خوبی

عورت میں ایک تیسری خوبی اور کمال یہ ہے کہ: وہ اپنی بات کسی بھی طرح منوا لیتی ہے؛ چاہے پھر وہ بڑے سے بڑا پتھر دل انسان ہی کیوں نہ ہو۔

آپ نے فرعون کا نام تو سنا ہوگا، بہت ہی زیادہ پتھر دل اور بڑا ظالم انسان تھا، وہ اپنے آپ کو خدا کہتا تھا؛ لیکن وہ بھی عورت کے سامنے مجبور ہوگیا اور اُس کو بھی اُس کی بیوی ''آسیہ'' نے اپنی بات منوا کر ہی چھوڑا۔

جیسا کہ قرآن میں قصہ موجود ہے کہ: جس وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ولادت ہوئی تو ان کی والدہ کو فکر ہوئی کہ فرعون کے آدمی آکر اس بچے کو لے جائیں گے اور پھر فرعون اس کو قتل کروا دے گا، تو اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کے دل میں یہ بات ڈالی کہ:

وَاَوْحَيْنَآ اِلٰٓى اُمِّ مُوْسٰٓى اَنْ اَرْضِعِيْهِ ۚ فَاِذَا خِفْتِ عَلَيْهِ فَاَلْقِيْهِ فِي الْيَمِّ وَلَا تَخَافِيْ وَلَا تَحْزَنِيْ ۚ اِنَّا رَاۗدُّوْهُ اِلَيْكِ وَجَاعِلُوْهُ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ۝ فَالْتَقَطَهٗٓ اٰلُ فِرْعَوْنَ لِيَكُوْنَ لَهُمْ عَدُوًّا وَّحَزَنًا ۭ اِنَّ فِرْعَوْنَ وَهَامٰنَ وَجُنُوْدَهُمَا كَانُوْا خٰطِـــِٕيْنَ ۝ وَقَالَتِ امْرَاَتُ فِرْعَوْنَ قُرَّتُ عَيْنٍ لِّيْ وَلَكَ ۭ لَا تَقْتُلُوْهُ ڰ عَسٰٓى اَنْ يَّنْفَعَنَآ اَوْ نَتَّخِذَهٗ وَلَدًا وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ۝ (القصص)

ترجمہ: اور ہم نے موسیٰ (علیہ السلام) کی ماں کو الہام کیا کہ تو اس (موسیٰ) کو دودھ پلاتی رہ، پھر جب تجھے اس (بچے) کے بارے میں کوئی خطرہ لگے تو تو اس کو دریا میں ڈال دے اور تو ڈرنا مت اور غم نہ کرنا، یقیناً اس کو ہم تیرے پاس واپس پہنچا دیں گے اور اس کو رسولوں میں سے (ایک رسول) بنا دیں گے ﴿۷﴾ پھر (اس طرح) فرعون کے

گھر والوں نے اس (موسیٰ) کو اٹھالیا؛ تاکہ یہ (بچہ) ان کے لیے دشمنی اور غم کا ذریعہ بنے، یقیناً فرعون اور ہامان اور ان دونوں کا لشکر بڑی غلطی کرنے والے تھے ﴿۸﴾ اور فرعون کی بیوی (فرعون سے) کہنے لگی: (یہ بچہ) میری اور تیری آنکھ کی ٹھنڈک ہے، اس (بچے) کو تم قتل مت کرو، شاید کہ یہ (بچہ) ہم کو کام آئے گا یا اس کو ہم (اپنا) بیٹا بنالیں گے اور (اس بات کا فیصلہ کرتے وقت) ان کو (انجام کا) پتہ نہیں تھا۔

چوں کہ فرعون نے اپنی حکومت میں یہ اعلان کر رکھا تھا کہ ''بنی اسرائیل میں جو بھی بچہ پیدا ہو اُسے قتل کر دیا جائے''۔

اب جب فرعون کے آدمیوں نے دریا سے صندوق اٹھایا اور اس کو فرعون کے سامنے پیش کیا تو اس میں سے ایک خوب صورت بچہ نکلا۔

آسیہ نے دیکھا کہ: اتنا خوب صورت بچہ ہے اور فرعون اس کو ابھی قتل کروا دے گا، تو اس نے فرعون سے کہا کہ: اِسے قتل مت کرو، یہ بڑا ہو کر ہماری آنکھوں کی ٹھنڈک بنے گا۔ چناں چہ! فرعون جیسا پتھر دل انسان بھی اپنی بیوی کی بات مان گیا اور اس نے اس بچے کی جان بخش دی۔

اِس واقعے کو سنانے کا مقصد یہ ہے کہ: عورت میں اللہ نے یہ خوبی رکھی ہے کہ وہ اپنی بات کسی طرح بھی اور کسی سے بھی منوا لیتی ہے۔

لیکن ایک عقلمند اور ہوشیار عورت وہ ہے جو اِس خوبی اور کمال کو گناہ اور غلط کاموں کے بجائے، دین کے کاموں میں استعمال کرے۔

اگر شوہر داڑھی نہیں رکھتا ہے، تو اس کو سنت طریقے پر داڑھی رکھنے کے لیے منوائے، شوہر نماز نہیں پڑھتا تو اس کو نماز پڑھنے کے لیے منوائے۔

ایک عجیب واقعہ

ایک کتاب ہے ''علمائے ہند کا شاندار ماضی، حضرت مولانا سید محمد میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی'' اس میں ایک عورت کا عجیب قصہ لکھا ہوا ہے کہ: ایک لڑکا اور لڑکی کی شادی ہوئی، پہلی رات میں جب دونوں میاں بیوی ایک دوسرے سے ملے، تو چوں کہ وہ عورت قرآن کی حافظہ تھی اور اس کا شوہر حافظ نہیں تھا۔

تو اس نے ذرا سی مسکراہٹ دے کر شوہر سے کہا کہ: ایک بات بتلاؤ! اگر ایک جگہ قرآن رکھا ہوا ہو تو کیا اُس پر کوئی دوسری چیز یا دوسری کتاب رکھ سکتے ہیں؟

تو شوہر نے کہا: قرآن تو اللہ کی بہت عزت والی کتاب ہے، اس کے اوپر تو کوئی چیز نہیں رکھ سکتے؛ کیوں کہ یہ اُس کی بے ادبی ہے۔

یہ سن کر بیوی نے دھیرے سے کہا کہ: الحمد للہ! میں قرآن کی حافظہ ہوں اور آپ حافظ نہیں ہیں، اب اگر آپ جماع کرنے کے لیے میرے اوپر آؤ گے، تو یہ تو قرآن کے اوپر دوسری چیز رکھنے کے برابر ہوگا، جو کہ بے ادبی کی بات ہے۔

شوہر پریشان ہوگیا کہ یہ کیا ہوگیا؛ اس نے جا کر کسی سے کہا کہ: اس طرح کا مسئلہ پیش آیا ہے، تو میں کیا کروں؟

تو کسی نے اُس کو بتلایا کہ: پنجاب میں ایک بزرگ رہتے ہیں، جن کی یہ کرامت بہت مشہور ہے کہ: فجر کی نماز میں جتنے نمازی ان کے داہنی طرف کھڑے ہوتے ہیں؛ اگر وہ ان کے اوپر نظر ڈالتے ہیں، تو ان کی نظر کی برکت سے وہ سب حافظ ہو جاتے ہیں اور بائیں طرف جتنے نمازی ہوتے ہیں؛ اگر وہ ان کے اوپر نظر ڈال دیتے ہیں، تو اُن سب کا ناظرہ قرآن ہو جاتا ہے۔

اس نے مشورہ دیا کہ: تو اس بزرگ کے پاس چلا جا؛ تاکہ تو بھی ان کی نظر کی برکت سے حافظِ قرآن بن جائے گا اور تیرا یہ مسئلہ حل ہو جائے گا۔ چوں کہ جوان ہونے کے بعد محنت سے یاد کر کے حفظ میں وقت لگ سکتا ہے۔

چناں چہ وہ سفر کر کے اس بزرگ کے پاس گیا اور اس بزرگ کے داہنی طرف فجر کی نماز پڑھی، جب اس بزرگ نے سلام پھرا کر کے اس پر نظر ڈالی، تو وہ حافظِ قرآن بن گیا۔

وہ خوشی خوشی گھر آیا اور بیوی سے کہا کہ: میں حافظِ قرآن ہو گیا ہوں۔

بیوی نے کہا: کیسے؟

تو اُس نے پوری بات بتلائی۔

بیوی نے کہا کہ: مجھے یقین نہیں ہو رہا ہے؛ اس لیے پہلے میں آپ کا امتحان لوں گی؛ اگر امتحان میں کامیاب ہو گئے، تو میں سمجھوں گی کہ آپ سچ مچ حافظِ قرآن ہو گئے ہو۔

چناں چہ بیوی نے باقاعدہ امتحان لیا اور وہ امتحان میں کامیاب بھی ہو گیا۔

بہر حال! میں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ: اللہ تعالیٰ نے عورت کے اندر یہ بہت بڑی خوبی رکھی ہے کہ: وہ بات کو منوا لیتی ہے۔

اس لیے دینی بہنو! اللہ تعالیٰ کی عطا کی ہوئی اِس خوبی کو اللہ کے دین کے لیے استعمال کرو، شریعت پر عمل کروانے کے لیے استعمال کرو، تو ان شاء اللہ! یہ خوبی آپ کے لیے دنیا اور آخرت میں عزت کا ذریعہ بن جائے گی۔

چوتھی خوبی

عورت میں چوتھی خوبی اور کمال یہ ہے کہ: وہ بہت صبر کرنے والے ہوتی ہے، صبر کا جذبہ اس کے اندر بہت زیادہ ہوا کرتا ہے۔

دینی بہنو! ایک بات یاد رکھنا، صبر جب اللہ کے لیے ہوتا ہے، تو اللہ تعالیٰ اِس پر بے حساب بدلہ اور ثواب عطا فرماتے ہیں۔

آپ میں سے جن نے قرآن اور حدیث کو پڑھا ہیں، اُن کو یہ بات معلوم ہوگی کہ: اللہ تعالیٰ نے قرآنِ کریم میں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے احادیث میں بہت سی جگہوں پر نماز، زکاۃ، حج، صدقات، خیرات وغیرہ اور بھی بہت سارے اعمال کے فائدے اور ثواب کی مقدار کو بیان فرمایا ہے، کہ نماز پر یہ ملے گا، صدقہ، خیرات اور زکاۃ پر اتنا ثواب ملے گا؛ لیکن صبر کرنا ایک ایسی چیز ہے کہ: اللہ تعالیٰ نے اس کے ثواب کی کوئی مقدار بیان نہیں کی؛ بلکہ فرمایا:

اِنَّمَا يُوَفَّى الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿۱۰﴾

ترجمہ: اور صبر کرنے والوں کو ان کا ثواب بے حساب ملتا ہے۔

ایک جگہ فرماتے ہیں کہ:

وَبَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ ﴿۱۵۵﴾

ترجمہ: صبر کرنے والوں کو خوش خبری سنا دو۔

روزے کی فضیلت میں بھی آتا ہے کہ:

اَلصَّوْمُ لِي وَاَنَا اَجْزِي بِهِ. (البخاری، رقم الحدیث: ۷۴۹۲)

ترجمہ: روزہ میرے لیے ہے اور میں ہی اُس کا بدلہ دونگا۔

جب اللہ تعالیٰ خود روزے کا بدلہ اور ثواب عطا کریں گے، تو ظاہر ہے کہ بے حساب ہی ہوگا اور روزہ بھی صبر ہی کی ایک شاخ ہے؛ چوں کہ اس میں پورے دن کھانے پینے اور بیوی کے ساتھ جماع کرنے سے صبر کرنا پڑتا ہے۔

صبر کا مزاج بناؤ

دینی بہنو! صبر کرنا ایسی چیز ہے کہ: جس کے اوپر اللہ تعالیٰ نے بے حساب ثواب دینے اور بڑی خوش خبری سنانے کا وعدہ کیا ہے۔

اِس لیے آپ کو صبر سے کام لینا چاہیے، آپ کے سامنے صبر کرنے کے بہت سارے موقع آتے ہیں؛ خاص کر کے شادی کے بعد جب نئی فیملی لائف شروع ہوتی ہے، نیا گھر ہوتا ہے، تو وہاں صبر کے بڑے مرحلے آتے ہیں:

بعض جگہوں پر ساس ایسی خطرناک ہوتی ہے کہ بیچاری بہو کو صبر کرنے کے علاوہ کوئی چارہ ہی نہیں ہوتا ہے اور بعض جگہوں پر بہو ایسی ہوتی ہے کہ ساس کو صبر کرنا پڑتا ہے، بعض مرتبہ شوہر ایسا ملتا ہے کہ بے چاری عورت کو صبر کرنا پڑتا ہے۔

ان سب مواقع پر؛ اگر ایک عورت اللہ کو خوش کرنے کے لیے صبر سے کام لے گی، تو اس کی برکت سے دنیا میں اس کی شادی والی زندگی بھی اچھی ہو جائے گی اور اللہ اور اس کے رسول نے صبر کرنے پر اجر و ثواب کے جو وعدے کیے ہیں ان کی وجہ سے اس کی آخرت کی زندگی بھی بن جائے گی۔

اس لیے دینی بہنو! صبر کا مزاج بناؤ، جب بھی کوئی مصیبت آئے، تکلیف آئے، دکھ آئے تو اللہ کو خوش کرنے کے لیے صبر کرو۔

پانچویں خوبی

عورت میں پانچویں خوبی اور کمال یہ ہے کہ: جو بات بھی اُس کو ملتی ہے یا سنتی ہے، تو وہ اُسے بہت جلدی آگے بڑھاتی ہے؛ یعنی باتوں کو پھیلانے میں بہت ماہر (Expert) ہے۔

اس لیے آپ کوئی بھی میڈیا اٹھا کر دیکھ لو؛ چاہے پرنٹ میڈیا ہو، یا الیکٹرونک میڈیا، اُس کے اندر زیادہ تر عورتیں ہی کام کرتی ہیں۔

تو عورتوں کا مزاج ہے کہ: جو بھی بات اُن کو ملتی ہیں، وہ اس کو پیٹ میں نہیں رکھتی؛ بلکہ اُس کو فوراً دوسروں تک پہونچا دیتی ہیں۔

اگر اسی مزاج اور خوبی کو ایک عورت اللہ کے دین کو پھیلانے اور اشاعت کرنے کے لیے استعمال کرنے لگے، تو وہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنے کا جو ثواب ہے اس کی مستحق بن جائے گی۔

مثال کے طور پر آپ نے قرآن کی کوئی آیت سیکھی، یا کوئی حدیث سنی، یا دین کا کوئی مسئلہ سیکھا، تو اُس کو اپنے گھر میں ماں، بہن کو، اپنے رشتے داروں اور پڑوسیوں کو سکھلا دو۔

عورتیں بھی دین کی تبلیغ کی ذمہ دار ہیں

دینی بہنو! آج کل عورتیں یہ سمجھتی ہیں کہ: دین کو پھیلانے کی ذمہ داری صرف اور صرف مردوں کی ہے؛ ہماری نہیں، کان کھول کر سن لو! قرآنِ کریم میں میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ. (اٰلِ عمران:۱۱۰)

ترجمہ:تم (اے امتِ محمدیہ!) بہترین امت ہو جو (عالَم میں عام) لوگوں کے فائدے کے لیے بھیجی گئی ہو،تم اچھا کام کرنے کے لیے کہتے ہواورتم برے کاموں سے روکتے ہواورتم اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہو۔

اِس آیتِ کریمہ میں ہمیں ''سب سے بہتر امت'' کہا گیا،وہ اِس وجہ سے کہ ہم وہ کام کرتے ہیں جو پہلے نبیوں نے کیا؛ یعنی لوگوں کو دین کی طرف بلانا،اچھی باتوں کا حکم دینااور برائیوں سے روکنا۔

اِس میں کہیں بھی ایسانہیں ہے کہ: یہ مردوں کی ذمہ داری ہے؛عورتوں کی نہیں؛ بلکہ عام بات کہی،جس میں مرد بھی آگئے اورعورتیں بھی۔

اِسی طرح حدیث میں آتا ہے کہ

بَلِّغُوْا عَنِّيْ وَلَوْ آيَةً. (البخاری،رقم الحدیث:۳۴۶۱)

یعنی دوسروں تک دین کی باتیں پہونچاؤ؛ چاہے ایک آیت ہی کیوں نہ ہو۔

اِس حدیث میں بھی اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دین کی باتیں پھیلانے کا حکم دیا ہے،جس میں مرد بھی آگئے اورعورتیں بھی۔

خلاصہ یہ کہ جس طرح دین سیکھنا سکھانا مردوں کی ذمّے داری ہے،اُسی طرح عورتوں کی بھی ذمّے داری ہے۔

دینی بہنو! دین کی باتیں دوسروں تک پہونچانا، بتلانا،سکھانا بے کار نہیں ہے؛ بلکہ اِس پر اللہ تعالیٰ اجراور ثواب سے نوازتے ہیں۔

حدیث میں آتا ہے کہ:

وَأَمْرٌ بِالْمَعْرُوفِ صَدَقَةٌ، وَنَهْيٌ عَنِ الْمُنْكَرِ صَدَقَةٌ. (المسلم، رقم الحدیث:۷۲۰)

یعنی بھلائی کا حکم دینا بھی ایک صدقہ ہے اور برائی سے روکنا بھی صدقہ کی ایک قسم ہے۔یعنی یہ بھی ایک نیک کام ہے۔

ایک دوسری حدیث میں آتا ہے کہ:

نَضَّرَ اللّٰهُ امْرَأً سَمِعَ مِنَّا حَدِيثًا فَحَفِظَهُ حَتّٰى يُبَلِّغَهُ غَيْرَهُ.(ابو داؤد، باب فضل نشر العلم، رقم الحدیث:۳۶۶۰)

یعنی اللہ تعالیٰ اُس آدمی کو تروتازہ اور بلند مرتبہ کرے جو میری باتیں سن کر دوسروں تک پہونچائے۔

اِس لیے دینی بہنو! آج سے ارادہ کرو کہ، انشاءاللہ! ہم تبلیغ کو اپنی ذمے داری سمجھ کر دوسروں تک دین پھیلائیں گے اور باتوں کے پھیلانے کا جو مزاج ہے اس کو دینی مزاج بنا کر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے ثواب کی مستحق بنیں گی۔

چھٹی خوبی

عورت میں چھٹی خوبی اور کمال یہ ہے کہ: وہ خرچ کرنے میں آگے آگے رہتی ہے۔

اگر ایک عورت اپنی اس خرچ کرنے کی خوبی کو صدقے کے طور پر یا زکاۃ کے طور پر غریبوں، یتیموں، مسکینوں، بیواؤں، آنے والی جماعتوں اور چندے کے لیے آنے والے سفیروں کی دعوت کے لیے استعمال کرے، تو ان شاءاللہ! یہ خرچ کرنا اُس

کے لیے بہت بڑے ثواب کا اور آخرت میں نجات کا ذریعہ بنے گا۔

اور اگر اسی خوبی کو فیشن میں، کپڑوں کی میچنگ کے چکر میں، میک اپ میں اور زیب و زینت کی چیزوں کو خریدنے (Shopping) میں استعمال کیا، تو یہی خوبی وبال کا ذریعہ بنے گی۔

اِس لیے اللہ نے آپ کو جو خرچ کرنے کا جذبہ دیا ہے، اُسے اچھے اور نیک کاموں کے اندر استعمال کرو۔

شوہر کا مال اُس کی اجازت کے بغیر خرچ نہ کریں

لیکن! یہ سب اپنے خود کے مال سے خرچ ہو، نہ کہ شوہر کے مال سے؛ کیوں کہ حدیث میں آتا ہے کہ:

لَا تُنْفِقُ امْرَأَةٌ شَيْئًا مِنْ بَيْتِ زَوْجِهَا إِلَّا بِإِذْنِ زَوْجِهَا.(سنن الترمذی، رقم الحدیث:٦٧٠)

یعنی عورت اپنے شوہر کی اجازت کے بغیر اُس کے مال میں سے خرچ نہ کرے۔

آج کل یہ برائی بہت سی عورتوں میں پائی جاتی ہے کہ: وہ اپنے شوہر کا مال اپنی ماں، باپ، بھائی، بہن اور دوسرے رشتے داروں پر اُس کی اجازت کے بغیر خرچ کرتی ہیں۔

یاد رکھو! ہماری شریعت میں اِس کی بالکل اجازت نہیں ہے۔ ہاں! ضروری خرچ کم دیوے یا بالکل نہ دیوے تو اجازت ہے۔

بہر حال! یہ چھ عادتیں:

(۱) رونا (۲) بولنا (۳) منوانا (۴) صبر کرنا (۵) جلدی باتوں کو پھیلانا (٦) اورخرچ کرنا، فطرتاً عورت کے اندر یہ صفتیں پائی جاتی ہیں۔

اِن کو اگر یہ اچھے کاموں میں استعمال کرنے لگ جائے، تو ان شاء اللہ! عورت کی اوراُس کے گھر والوں کی دنیا بھی بن جائے گی اورآخرت بھی بن جائے گی۔

لیکن اگر وہ ان چھ عادتوں کو غلط کاموں میں استعمال کرنے لگ جائے، تو خود کی بھی دنیا اورآخرت برباد کرے گی اوراپنے گھر والوں کی بھی دنیا اورآخرت برباد کرے گی۔

اللہ تعالیٰ آپ کو اور پوری امت کی ایمان والی بہنوں کو یہ ساری خوبیاں اچھے کاموں میں استعمال کرنے کی توفیق اورسعادت عطا فرمائے (آمین)

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

اللهم صل على محمد وآل محمد

مؤلف کی دیگر تالیفات

نمبر شمار	اسمائے کتب	لغت
۱	عرفات کی دعائیں اور اعمال	گجراتی
۲	ظہورِ مہدی	اردو، گجراتی، ہندی، انگریزی
۳	ہر مسلمان مرد وعورت کے لیے ضروری مسنون دعائیں	گجراتی
۴	خاص خاص فضیلتوں والی مسنون دعائیں	اردو، گجراتی، ہندی، انگریزی
۵	مختصر سیرتِ نبوی ﷺ پہلا حصہ (اسٹوڈنٹس کے لیے)	گجراتی
۶	ہندوستان کی جنگِ آزادی اور جمعیتِ علمائے ہند (زیرِ طبع)	گجراتی
۷	احمدیہ قادیانی جماعت کا تعارف	گجراتی
۸	ترتیبِ مبادیاتِ حدیث	اردو
۹	ماہِ رمضان کو وصول کرنے کا جامع مختصر نسخہ	گجراتی
۱۰	عید الاضحیٰ مسائل وفضائل (پمفلٹ)	گجراتی
۱۱	مرزا غلام احمد قادیانی کی شخصیت کا تعارف	گجراتی
۱۲	مرزا غلام احمد قادیانی کے متضاد دعوے	گجراتی
۱۳	قادیانی غیر مسلم (دیوبندی، بریلوی، غیر مقلد اور جماعتِ اسلامی کے علما کے فتاوی)	گجراتی

۱۴	ختمِ نبوت، قرآن وحدیث کی روشنی میں	گجراتی
۱۵	دیکھی ہوئی دنیا: اول، دوم، سوم، چہارم، پنجم	اردو، گجراتی
۱۶	خطباتِ محمود (اول تا نہم۔ا سے ۹)	اردو
۱۷	دینی بیانات (اول تا ہشتم۔ا سے ۸)	گجراتی
۱۸	تیسیر القرآن یعنی آسان ترجمۂ قرآن (دو جلد)	اردو، گجراتی
۱۹	قادیانیت کا تعارف	اردو
۲۰	قرآن میں آئے ہوئے خواتین کے واقعات (تین جلد)	اردو
۲۱	مسنون وظائف	اردو، گجراتی، انگریزی
۲۲	منتخب مسنون دعائیں	اردو
۲۳	بیعت	اردو، گجراتی
۲۴	آسان حج	گجراتی
۲۵	اسلام کا امن اور شانتی کا پیغام	گجراتی، ہندی
۲۶	حج کے پانچ ایام	گجراتی
۲۷	بمبئی سے مکہ مکرمہ	گجراتی
۲۸	زیارتِ مدینہ منورہ	گجراتی
۲۹	مختصر عرفات کے اعمال اور دعائیں	اردو
۳۰	مکتب کے بچوں کے لیے منتخب مسنون دعائیں	اردو، گجراتی، ہندی
۳۱	تذکرۂ قاریانِ بارڈولی	اردو

۳۲	فیضِ سلیمانی (سوانح والد ماجدؒ)	اردو، گجراتی
۳۳	حضرت شیخ الہندؒ اور ریشمی رومال	گجراتی
۳۴	مسلمانوں کا خزانہ	گجراتی
۳۵	حدیث میں آئے ہوئے خواتین کے واقعات (اول)	اردو، گجراتی
۳۶	آپ درسِ قرآن کیسے دیں؟ (مضمون)	اردو
۳۷	قیامت کی نشانیاں	اردو، گجراتی
۳۸	حضرت الاستاذ مفتی سعید صاحبؒ کی کچھ باتیں اور یادیں	اردو
۳۹	امام بخاریؒ کے حیرت انگیز واقعات	اردو
۴۰	حدیث شریف پڑھنے کے آداب	اردو
۴۱	تعلیم الدین (مکتب کا نصاب) مکمل سات حصے	اردو، گجراتی